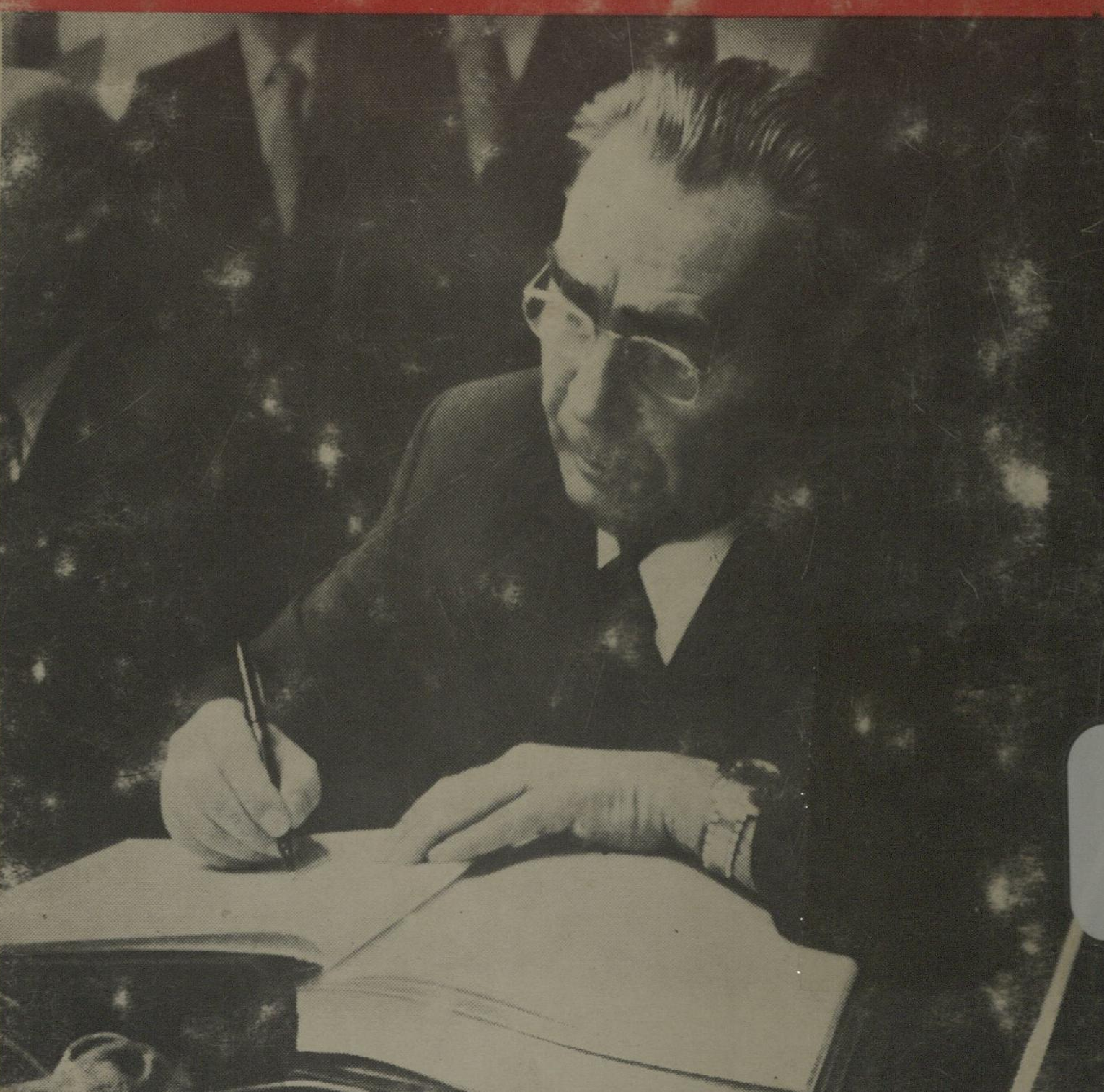
لیونڈ بریژنیف

کنوارِی دھرتی

"یادداشتیں" جن پر مصنف کو لینن انعام ملا



کنواری دھرتی

لیونڈ برژنیف

کنواری دھرتی

یادداشتیں

پیپلز پبلشنگ ہاؤس

لاہور

ترتیب و تدوین

عبدالرؤف ملک

ناشر ———— عبدالرؤف ملک
پیپلز پبلشنگ ہاؤس لاہور

مطبع ———— اسلامیہ السعودی پرنٹرز لاہور

بار اوّل ———— اگست ۱۹۷۹ء

قیمت ———— ۲۵ روپے

مندرجات

حرفِ آغاز

گزشتہ سال ۱۹۷۸ء میں سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری اور سوویت یونین کے صدر لیونید بریژنیف کی یادداشتوں پر مشتمل تین چھوٹی چھوٹی کتابیں "مالایا زیملیا"، "ینا جنم" اور "کنواری دھرتی"، شائع ہوئی تھیں۔ ان کتابوں کا صرف سوویت یونین کے عوام نے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے تمام ترقی پسند روشن خیال اور باشعور قارئین نے زبردست خیر مقدم کیا ہے دنیا کی تقریباً تمام اہم زبانوں میں ان کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ پیپلز پبلشنگ ہاؤس لاہور کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ اس نے حسب معمول اس دفعہ بھی سوشلسٹ دنیا کے عظیم رہنما کامریڈ لیونید بریژنیف کی ان یادداشتوں کو شائع کر کے پاکستان اور تمام ممالک کے اردو دان قارئین کو کامریڈ بریژنیف کی ان عظیم نگارشات سے روشناس کرایا ہے۔

ان تصانیف کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی دوچند ہو گئی ہے کہ ادب، آرٹ اور فنِ تعمیر میں لینن ریاستی انعامات عطا کرنے والی سوویت یونین کی کمیٹی نے فاضل مصنف کو ان کی یادداشتوں پر مشتمل تینوں کتابوں (جو اس مجموعہ میں شامل ہیں) پر لینن انعام دینے کا متفقہ فیصلہ کیا ہے۔ اور کمیٹی کے اس فیصلہ کو نہ صرف سوویت یونین کے عوام نے بلکہ دیگر سوشلسٹ ممالک کے عوام اور دنیا بھر کے اہل علم و دانش نے سراہا ہے۔

کامریڈ لیونید بریژنیف کی یادداشتوں پر مشتمل تینوں کتابوں کو اس مجموعہ میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ ایک مشاق اور ماہر مترجم نے کیا ہے۔ اردو ترجمہ میں تخلیقات کی اصل روح کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے اور اپنی اس کوشش میں فاضل مترجم بخوبی کامیاب رہا ہے۔

ان یادداشتوں میں پہلا حصہ "مالایا زیملیا"، گزشتہ عالمی جنگ کے ایک

محاذ پر فسطائی جرمنی کے خلاف سوویت یونین کے جیالے اور بہادر عوام کی دلیرانہ جدوجہد کی داستان ہے۔ اس محاذ پر خود مصنف لڑائی میں شریک رہا ہے۔ وہ جنگ کی ہولناکیوں، تباہ کاریوں اور خونریزیوں سے قاری کو روشناس کراتا ہے۔ حب الوطنی کی جنگ میں مادر وطن کے دفاع کے لیے سوویت عوام نے جو بے دریغ قربانیاں دیں ان کا ذکر مصنف اس موثر انداز میں کرتا ہے کہ پڑھنے والوں کو سوویت دیس کے ان سپوتوں سے ہمدردی اور جنگ سے نفرت ہو جاتی ہے۔ وہ قدرتی طور پر امن کا موئید بن جاتا ہے۔ لیونڈ بریژنیف کی یادداشتوں کے اس حصہ کی یہی خوبی ہے۔ یہ جنگ کی ایک ایسی داستان ہے جو ہمیں امن کے قیام کے لیے اکساتی ہے۔

ان یادداشتوں کا دوسرا حصہ "نیا جنم" دوسری عالمی جنگ سے تباہ حال سوویت صنعت و معیشت کی بحالی اور قومی تعمیر نو کی محیر العقول داستان ہے۔ اس میں سوویت یونین کے اس نئے انسان کے کردار و عمل کا بیان ہے جس نے سوشلسٹ انقلاب کے بعد آنکھ کھولی اور ایک منضبط اشتراکی سماج میں پروان چڑھا۔ مصنف نے آج کے سوویت معاشرے کے ان تمام افراد کی زندگی کی تصویر کشی کی ہے جو اپنی انفرادیت کو قوم اور ملک کے اجتماعی مفاد میں مدغم کر چکے ہیں اور ایک ایسا جہاں پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس میں غلامی اور استحصال کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا ہے۔ یادداشتوں کے اس دوسرے حصہ میں مصنف نے جنگ کے بعد ملک کی تعمیر نو کے لیے سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی اور اس کی ذیلی تنظیموں اور مختلف حکومتی شعبوں نے عوام کو متحرک و منظم کرنے میں جو اہم کردار ادا کیا ہے اس کا بھرپور تذکرہ کیا ہے اور یہ بات واضح کی ہے کہ سماج کی تعمیر کے لیے محنت کش طبقہ کی اپنی جماعت یعنی کمیونسٹ پارٹی ہی صحیح راہنمایانہ اور فعال کردار ادا کر سکتی ہے۔

کامریڈ بریژنیف کی یادداشتوں پر مشتمل اس کتاب کا تیسرا حصہ "کنواری دھرتی" سب سے اہم اور طویل حصہ ہے۔ اسی لیے یادداشتوں کے اردو ترجمے کے اس مجموعے

کو اس تیسرے حصے کے عنوان سے ہی موسوم کیا گیا ہے۔

"کنواری دھرتی" وحشیانہ جنگ سے تباہ ہو جانے والی معیشت کی بحالی ملک کی تعمیر نو اور اناج کے معاملہ میں خود کفالت کے لئے کوششوں کی ایک رزمیہ داستان ہے۔

"کنواری دھرتی" کو سدا سہاگن بنانے کے لئے عام کسان اور ماہر زراعت، بیجوں کا ماہر اور کیمیا دان، کھیت کا ٹریکٹر ڈرائیور اور فیکٹری کا انجنیر مختصر یہ کہ شہر اور گاؤں دونوں ہی کا حصہ ہے۔ محنت کو شہر اور دیہات کے الگ الگ خانوں میں تقسیم کرنا اس کی عظمت کو کم کرنے کے مترادف ہے۔ ترقی یافتہ سوشلسٹ سماج میں شہر اور دیہات کی تمیز مٹ جاتی ہے۔

"کنواری دھرتی" میں مصنف کا انداز بیاں بڑا موثر اور دلپذیر ہے۔ قاری اس کے طرز نگارش اور بیان کرنے کے تیکھے اسلوب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

امید ہے کامریڈ لیونڈ بریژنیف کی یادداشتوں کا یہ مجموعہ اردو دان قارئین کو ماضی قریب میں سوویت عوام اور وہاں کی کمیونسٹ پارٹی کی اس جدوجہد کو سمجھنے میں مدد دے گا جو انہوں نے سوشلسٹ سماج کی تعمیر نو اور دنیا میں پائیدار امن کے قیام کے لئے کی۔

عبدالرؤف ملک

عوام کی خوشحالی کیلئے

سوویت عوام کی ثقافتی زندگی میں ۱۹۷۸ء کے دوران جو اہم ترین واقعہ رونما ہوا وہ لیونڈ برژنیف کی یادداشتوں پر مشتمل تین کتابوں سمال لینڈ، ری برتھ اور ورجن لینڈ، کی اشاعت ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی ان تصانیف کے ذریعے سوویت عوام کی کامیابیوں و کامرانیوں کے بارے میں حقائق کا انکشاف اس قدر موثر انداز میں کیا ہے کہ نہایت ہی مختصر عرصے کے اندر نہ صرف سوویت یونین بلکہ کرۂ ارض کے گوشے گوشے میں ان کا چرچا ہے۔ کروڑہا افراد نہایت لگن کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس طرح سوویت یونین میں ان کی دلچسپی روزافزوں ہو رہی ہے۔ دور حاضر کے ایک سیاسی راہنما کی تخلیقات کی اس قدر مقبولیت دنیا بھر میں بے نظیر ہے۔

برژنیف کے مجموعہ تصانیف کی اس عظیم الشان پذیرائی اور کامیابی کا راز ان کتابوں کی اہمیت وافادیت میں پوشیدہ ہے۔ فاضل مصنف نے نہایت موثر انداز اور دلچسپ پیرائے میں سوویت ریاست کی تاریخ کے انتہائی اہم مراحل کی تصویر کشی کی ہے اور وہ فیصلہ کن واقعات بیان کئے ہیں۔ جن کی بدولت سوویت عوام تاریخی اہمیت کی حامل فتوحات سے ہمکنار ہوئے۔

سوویت عوام نے درندہ صفت فسطائیت کو پسپا کرنے اور جنگ سے تباہ و برباد ہو جانے والی قومی معیشت کو بحال کرنے میں جس ولولے اور جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور پارٹی و عوام کی اس جدوجہد میں جو قیمتی تجربات حاصل ہوئے، ان کتابوں میں ان کی خصوصیت کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے۔

برژنیف، کی تمام کتابوں میں، عوام اور کمیونسٹ پارٹی متحرک کردار کے طور پر نظر آتے ہیں۔ موضوع اور مواد کے اعتبار سے ان کتابوں کی جو اہمیت ہے وہ اپنی

جگہ مسلم ہے تاہم ان کی نمایاں خصوصیت مصنف کا سادہ اور آزادانہ انداز بیان ہے جو نوجوانوں کو خاص طور پر اپیل کرتا ہے۔ انھوں نے مختلف نوعیت کے واقعات کا اس انداز میں ذکر کیا ہے کہ قاری کے ذہن میں اس کے مطالعہ کے لیے تحریک اور اشتیاق پیدا ہوتی ہے اور وہ اس سے خاصا اثر قبول کرتا ہے۔ مطالعہ سے یہ واضح احساس ہوتا ہے کہ مصنف نے مختلف واقعات کے سلسلے میں جو پیش بینی کی ہے وہ اس کا حصّہ ہے۔

واقعات بیان کرتے وقت مصنّف نے متعلقہ ادارے اور افراد کا بھی نہایت دلچسپی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی کتاب لیں اور ایک ایک صفحہ پڑھتے جائیں تو یوں محسوس ہوگا کہ مصنّف آپ سے براہِ راست مخاطب ہے اور آپ لینن کے نظریات کی فتح کے لیے سابقہ اور آئندہ جدوجہد میں ایک دوست اور مجاہد کی حیثیت سے بہ نفس نفیس شامل ہیں۔ مذکورہ تصانیف کی یہ امتیازی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ فاضل مصنف کو خود بھی ان واقعات میں ایک کردار کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اور اس نے زندگی بھر کے غور و فکر کے بعد جن تصورات کو اپنایا وہ عملی تجربات کے مرحلے سے گزر کر کامیاب ثابت ہوئے اور وقت نے ان کی صداقت کی گواہی دی۔ جب "سمال لینڈ" نامی کتاب شائع ہوئی تو میں علاقہ استائی کے ایک دور افتادہ ضلع کراسنوئی میں تھا جہاں وسیع میدانی و پہاڑی علاقے میں کھیتی باڑی ہوتی ہے۔ ان کھیتوں پر کام کرنے والے تجربہ کار کسان اور مویشی بان ہیں۔ ان میں سے بہت سے سابق فوجی ہیں جو محاذ پر داد شجاعت دے چکے ہیں۔ ریڈیو پر یہ کتاب پڑھ کر سنائی گئی اور اخبارات میں اس کی اشاعت شروع ہوئی تو لوگ وہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ انھوں نے کھیتوں فارموں اور ورکشاپوں میں جمع ہو کر اس کتاب کے بارے میں جلسے منعقد کیے کوئی بھی فرد ایسا نہیں تھا جو اس کتاب سے لاتعلق نظر آتا کیونکہ اس میں ہر شخص کو روح کی گہرائیوں تک متاثر کیا ہے۔ یہ حقیقت واضح ہے۔

یہ کہ یہ کتاب علم و دانش کا ایسا مرقع ہے۔ جس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ

حب الوطنی کی عظیم جنگ (۴۵-۱۹۴۱ء) کے کمی عنصر ے بعداب دور امن میں بھی زندگی کس طرح بسر کی جائے اور کس طرح کامیابیاں حاصل کی جا ئیں۔ "سمال لینڈ" کے بارے میں یہ ردعمل ملک گیر تھا اور ہر جگہ اس کے بارے میں بحث مباحثہ ہوا۔

سوویت عوام نے اپنے ملک پر فاسسٹ قوتوں کی یلغار کا مقابلہ کر کے حملہ آوروں کو مار بھگانے کے لئے جس جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا۔ بریژنیف نے "سمال لینڈ" میں اس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

بریژنیف کی دیگر دو کتابوں "ری برتھ" (نیا جنم) اور "ورجن لینڈز" (کنواری دھرتی) میں جنگ کے بعد فوجی تعمیر نو اور ملک کی اقتصادی ترقی کے لئے کمیونسٹ پارٹی کے منصوبوں پر عمل درآمد کا تفصیلی بیان ہے۔ انہوں نے انتہائی فہم و ادراک اور صدق دلی کے ساتھ سوویت یونین کے ایک عام فرد کے کردار کی تصویر کشی کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ پارٹی اور اس کی ذیلی تنظیموں نے ان لوگوں کو منظم کرنے میں کیا کردار ادا کیا۔ انہوں نے عام زندگی کی ٹھوس مثالوں کے ساتھ یہ بھی واضح کیا ہے کہ پارٹی لینن کے متعین کردہ طریقہ کار کو اپنائے تو اس میں کیا نمایاں خصوصیات ہوتی ہیں "سمال لینڈ"، "ری برتھ"، اور "ورجن لینڈز"، وہ کتابیں ہیں، جنہوں نے سوویت کمیونسٹ پارٹی اور سماجی زندگی میں زبردست کردار ادا کیا ہے۔

کمیونسٹ پارٹی کی ۲۵ ویں کانگریس اور اس کی سنٹرل کمیٹی کے اجلاسوں نے جو تاریخی فیصلے کئے تھے ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عوام اور پارٹی کی مسلسل جدوجہد میں ان کتابوں نے جو کردار ادا کیا وہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

عوامی سطح پر بحث و تمحیص نیز پریس۔ ریڈیو و ٹیلی ویژن کے تبصروں میں ان کتابوں کو "علم الفتح" قرار دیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کتابیں سوویت عوام کے تجربات اور کامیابیوں کا ایک عمومی خاکہ ہیں۔

بیرونی ممالک میں بھی بریژنیف کی کتابوں کو پذیرائی حاصل ہوتی ہے اور متعدد ممالک میں مختلف زبانوں میں ان کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ بظاہر یہ کتابیں

سوویت یونین کے داخلی تجربات پر مبنی ہیں۔ تاہم دیگر معاشرتی ماحول میں رہنے والے کروڑہا قارئین نے بھی ان میں گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیرون ملک لوگوں نے بھی ان کتابوں کے تفصیلی مطالعے کے بعد پرامن تخلیقی محنت کے جذبے۔ امن عالم کے لئے پر زور خواہش اور آفاقی و ابدی مسرتوں کے لیئے زبردست امنگوں کو محسوس کیا ہے۔

امر واقعہ ہے کہ لوگوں کو اب تک سیاسی لیڈروں کی جن کتابوں سے واسطہ پڑا ہے ان میں جنگ اور نفرت کا پرچار کیا گیا ہے اور لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ سامراج کی توسیع عصر حاضر کا مقدر ہے۔

بریژنیف ہمارے دور کے ایک ممتاز سیاسی راہنما اور مدبر سیاستدان ہیں۔ جنہوں نے امن عالم اور بین الاقوامی صلح جوئی کی ترویج و فروغ کے لئے ذاتی طور پر بے مثال کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے تیسری جنگ کے خواہش مندوں اور روسی خطرہ کا راگ الاپنے والوں کو کاری ضرب لگائی ہے۔

سوشلسٹ ممالک میں بریژنیف کی کتابوں کا زبردست خیر مقدم کیا گیا ہے اور ان میں گہری دلچسپی ظاہر کی گئی ہے۔ جس کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ گذشتہ سال کے اواخر میں سوویت ادیبوں کا ایک وفد چیکوسلواکیہ گیا۔ عین اس موقع پر وہاں بریژنیف کی کتابوں پر ہر جگہ مجالس مذاکرہ منعقد ہو رہی تھیں۔ ان اجتماعات میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی اور خلوص دل کے ساتھ اپنے تاثرات بیان کیے۔ ان کی تقاریر سے سوویت یونین کے عوام کے لیے عزت و احترام کے جذبات کی عکاسی ہو رہی تھی۔ اس قدر و منزلت کی وجہ یہ ہے کہ سوویت یونین کے عوام امن کی جدوجہد میں پیش پیش ہیں۔ مقررین نے اس موقع پر اپنی قومی زندگی کے بارے میں جوش و خروش کے ساتھ اظہار خیال کیا اور عوامی سرگرمیوں کے ان شعبوں کی نشاندہی کی جہاں کامریڈ بریژنیف کے مشوروں پر عمل کیا جائے تو سوشلسٹ تعمیر و ترقی کی جدوجہد میں نئی کامیابیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔

ان مجالس مذاکرہ میں جہاں دوستی و اخوت کی فضا پائی جاتی تھی مقررین نے فاضل مصنف کا ان بلند پایہ اور انتہائی مفید تصانیف پر تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ مقررین اس امر سے متفق تھے کہ ان کتابوں کی بدولت انہیں امن اور خوشحالی کی نئی زندگی کے حصول میں مدد ملے گی۔ مذکورہ کتابوں کے بارے میں دیگر سوشلسٹ ممالک میں بھی یہی ردعمل پایا جاتا ہے۔

ادب۔ آرٹ اور فن تعمیر میں لینن و ریاستی انعامات عطا کرنے والی کمیٹی نے لیونڈ بریژنیف کو ان کی یادداشتوں پر مشتمل بلند پایہ کتابوں۔ "سمال لینڈ"، "وری برتھ"، اور "ورجن لینڈز" پر لینن پرائز دینے کا متفقہ فیصلہ کر کے لاکھوں محنت کشوں کی دلی خواہش کی تکمیل کی ہے جنہوں نے اس ضمن میں اپنی تجاویز کمیٹی۔ پریس اور تخلیقی فن کاروں کی یونینوں کو ارسال کی تھیں اور جن میں کہا گیا تھا کہ بریژنیف کو مذکورہ اعزازی انعام سے نوازا جائے۔

جی۔ مارکوف

[سوویت یونین کی وزارتی کونسل کے ماتحت اس
کمیٹی کے چیئرمین جو ادب۔ ارٹ اور فن تعمیر پر
لینن پرائز۔ اور ریاستی اعزازت دیتی ہے]

مالا یا زمیلیا

مالایا زیملیا

نازی جرمنی کے خلاف سوویت یونین نے حب الوطنی کی جو عظیم جنگ لڑی تھی اسے تیس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ لیکن سوویت عوام نے اس فتح کی خاطر جس بے پناہ قوت برداشت کا مظاہرہ کیا، جو سختیاں جھیلیں اور جو قربانیاں دیں انھیں بھلایا نہیں جا سکتا۔ سوویت کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے جنرل سکریٹری اور سوویت یونین کی سپریم سوویت کی مجلس صدارت کے صدر لیونڈ بریژنیف نے پہلے دن سے آخری فتح تک جنگ میں عملی حصّہ لیا۔ کئی سال سے سوویت یونین اور بیرونی ملکوں سے ہر عمر اور پیشے سے متعلق لوگوں کے خطوط۔

ا۔ ا۔ بریژنیف کو موصول ہو رہے ہیں جن میں فرمائش کی گئی ہے کہ وہ جنگ کے دنوں کی روداد لکھیں۔ حب الوطنی کی عظیم جنگ کی ایک لڑائی مالایا زیملیا کی لڑائی تھی جس میں ا۔ ا۔ بریژنیف نے حصّہ لیا تھا۔ اس کے بارے میں اپنی یادداشتیں انھوں نے رسالہ نوائے میر، میں لکھی ہیں۔ یادداشتوں کے کسی حصّہ کا ترجمہ پیش ہے۔

اگرچہ جنگ کے زمانے میں میں روزنامچہ مرتب نہیں کرتا تھا اس کے باوجود آگ اور خون میں لپٹے ہوئے یہ ایک ہزار چار سو اٹھارہ دن اور راتیں بھلائی نہیں جا سکتیں صفِ اوّل میں لڑنے والے تمام سپاہیوں کی طرح یہ واقعات، جھڑپیں، لڑائیاں اور لمحات میرے ذہن سے کبھی محو نہ ہو سکیں گے۔

میں آپ کو جنگ کے ایک نسبتاً چھوٹے سیکٹر کی طرف لے جانا چاہوں گا جسے ہمارے سپاہی اور بحریہ کے جوان مالایا زیملیا یعنی چھوٹا علاقہ کہتے تھے۔ اس کے چھوٹے ہونے میں تو شک نہیں کیونکہ یہ صرف تیس کلومیٹر کا علاقہ ہے۔ لیکن اس لحاظ سے یہ بڑا ہی عظیم ہے کہ اس کی ایک ایک انچ ہمارے شہیدوں کے خون میں ڈوبی ہوئی ہے۔ قارئین اصل صورت حال کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ جن دنوں ہم اس علاقے میں اترے ہیں ہر اس شخص کو اعزاز عطا کیا گیا ہے جس نے خلیج پار کر کے اس علاقے میں قدم رکھا ہے۔ میری یادداشت کے مطابق ہمارا ایک بھی دستہ ایسا نہ تھا۔ جس نے اسے عبور کرنے کی کوشش کی ہو اور فاشسٹوں نے ہمارے سینکڑوں آدمیوں کو موت کے گھاٹ نہ اتار نہ دیا ہو یا غرق نہ کر دیا ہو۔ اس کے باوجود اس ساحلی علاقے میں جو ہم نے دشمن سے چھین لیا، ہر وقت ہمارے بارہ سے پندرہ ہزار تک سپاہی موجود رہتے تھے۔

۱۷ اپریل ۱۹۴۳ء کو مجھے دوبارہ مالایا زیملیا جانا پڑا۔ مجھے یہ تاریخ اچھی طرح یاد ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی شخص جو اس زمانے میں کبھی وہاں پہنچا ہوگا یہ تاریخ بھول سکے گا یہ وہ تاریخ تھی جب ہٹلر کی فوج نے ''آپریشن پنچون'' نامی یلغار شروع کی تھی۔ یہ نام خود ان کے منصوبوں کی غمازی کرتا تھا۔۔۔ یعنی وہ ہمیں سمندر میں دھکیل دینا چاہتے تھے۔ محکمہ جاسوسی کی رپورٹوں سے ہمیں ان کے منصوبے کا علم ہو گیا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ وہ ایک فیصلہ کن حملہ کرنے والے ہیں۔

اور میری ذمہ داری تھی کہ میں وہاں اگلی صفوں میں نوو وروسک کے نواح میں پہنچ جاؤں۔ یہ علاقہ ایک تپلی آبنائے کی شکل میں زمیسکایا کی خلیج میں مالایا زیملیا کی پٹی کے قریب تک چلا گیا تھا۔

اپریل میں مجھے اٹھارویں فوج کے سیاسی شعبے کا سربراہ مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ ہمیں ایک خونریز جنگ لڑنا تھی۔ اس لیے اٹھارویں فوج کو اتاری جانے والی فوج کے بطور دوبارہ تشکیل دیا گیا تھا اور دو کور پیدل فوج، دو ڈویژنوں، کئی رجمنٹوں اور ایک ٹینک بریگیڈ کی مدد سے اسے زیادہ طاقتور بنا دیا گیا تھا۔ بحیرۂ اسود کے بحری بیڑے کے نوووروسسک کے بحری اڈے کو عملی طور پر اس کی کمان میں دے دیا گیا تھا۔ جنگ کے دنوں میں یہ فیصلہ خود نہیں کیا جاتا ہے کہ کون کہاں لڑنا پسند کرتا ہے لیکن میں یہ کہے بنا نہیں رہ سکتا کہ میں اپنے تقرر سے خوش تھا۔ اٹھارویں فوج کو ہمیشہ سخت ترین آزمائشی سیکٹروں پر بھیجا جاتا تھا اور اس پر مستقل توجہ مرکوز رکھی جاتی تھی میں بھی شب و روز وہاں موجود تھا۔ فوج کے کمانڈر کے این۔ لیزیلڈز، فوجی کونسل کے رکن ایس۔ وائی۔ لوکونن اور میں سب بہت دنوں سے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنے لگے تھے۔ چنانچہ محاذ کے سیاسی شعبے سے اس فوج میں میرا تبادلہ ایک عملی صورت حال کو محض ضابطے کی شکل دینا تھا۔

خلیج رات ہی کو پار کی جا سکتی تھی۔ جب میں گیلینڈزک کی شہری گودی پر، جس کا نام اڈسوووسکایا بھی تھا، پہنچا تو وہاں گھاٹ پر ایک انچ جگہ خالی نہیں تھی۔ ہر قسم کے جہاز اور کشتیاں جمع تھیں اور آدمی اور مال لادا جا چکا تھا۔ میں ایک پرانے ماہی گیر جہاز، راتنا پر سوار ہو گیا۔ جس میں مچھلی کی بو بسی ہوئی تھی، اس کے زینے چرچراتے تھے اور جنگلے دبے ہوئے تھے اور عرشے پر گولیوں اور پرخچوں نے سوراخ کر دیے تھے۔ یہ جہاز دراصل جنگ سے پہلے ہی اپنی عمر ختم کر چکا تھا۔ لیکن اب بھی اس سے انتہائی مشکل کام لیا جا رہا تھا۔

سمندر کی جانب سے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور فضا میں خاصی خنکی تھی۔ عام طور سے شمال کے مقابلے میں جنوبی علاقوں میں جاڑے کا موسم زیادہ سخت ہوتا ہے۔ میں اس کی وجہ نہیں سمجھ سکتا لیکن محسوس یوں ہی ہوتا ہے۔ ماہی گیر جہاز پر ابھی مال لادا جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ مختلف جگہ مشین گنیں نصب کی جا رہی ہیں اور ٹینک شکن رائفلیں چڑھائی جا رہی ہیں۔ ہر شخص کوئی نہ کوئی اوٹ تلاش کر رہا تھا خواہ یہ کوئی پتلا سا پارٹیشن کیوں

نہ ہوسکا جلد ہی ایک فوجی پائلٹ جہاز پر سوار ہو گیا اور پھر ہر شے حرکت میں آگئی۔ یہ بڑا انوکھا منظر تھا کہ جہاز بغیر کسی ترتیب کے چل پڑے تھے لیکن چند منٹ بعد ہی ایک ترتیب قائم ہو گئی اور ہر جہاز نے اپنی جگہ جان لی۔ ہمارا جہاز "رتن" ۱، سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے موٹر بوٹ نمبر ۷ اور موٹر بوٹ نمبر ۹ تھی جن کے انجن چل رہے تھے۔ لیکن ماہی گیر جہاز انہیں کھینچ بھی رہا تھا اور باقی جہاز چار چار سو اور پانچ پانچ سو میٹر کے فاصلے پر ایک قطار میں چل رہے تھے۔ ہم سب مالا یا زیملیا جا رہے تھے اور ڈکبنی کشتیوں کا پیچھا کرنے والی کشتیاں ہماری حفاظت کے لیے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

میں نے سوچا تھا کہ تین گھنٹے کے اس سفر کے دوران میں نئے آدمیوں سے باتیں کروں گا۔ میں اُن کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتا تھا لیکن میں ان سب کو ایک جگہ اکٹھا نہ کر سکا۔ کمانڈو عرشے پر بیٹھ چکے تھے اور میں انھیں اٹھانا پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک ایک گروپ کے پاس جا کر باتیں کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک آدھ سوال یہاں دو ایک جملے وہاں، ہمیں بیٹھ کر زیادہ دیر باتیں۔ غرض میں سب سے ملا اور میں نے انہیں سخت کوششوں کے لیے تیار پایا۔ وہ سب لڑنے کے موڈ میں تھے۔ مجھے پورا احساس تھا۔ کہ سپاہیوں کے ساتھ بات چیت کرنا ضروری ہے لیکن اس سے زیادہ ضروری انہیں یہ احساس دلانا سیاسی کارکن اور سیاسی رہنما بھی انکے ساتھ دیا اور انھیں جیسی سختیوں اور خطرات کو جھیلنے کے لئے تیار تھا۔ جنگ کی صورت حال جتنی زیادہ سخت ہوتی اتنی ہی زیادہ یہ بات اہم ہوتی ہے۔

کچھ فاصلے پر نوو وروسسکی میں آسمان پر توپوں کے گولے روشن جال بن رہے تھے اور ان کی گرج اور گڑگڑاہٹ کا مانوس شور سنائی دے رہا تھا۔ ہمارے پاس بائیں طرف خاصے فاصلے پر ایک سمندری لڑائی لڑی جا رہی تھی۔ جیسا کہ مجھے بعد میں بتایا گیا ہماری اور جرمنی کی تارپیڈو کشتیوں میں دو بدو مقابلے کی نوبت آگئی تھی۔ میں پائلٹ کے ساتھ جہاز کے دائیں طرف برج، پر کھڑا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے پائلٹ کا نام سوکولوف تھا۔

اس نے مجھ سے کہا کہ وہ سپاہی تو ایک مرتبہ خشکی پر اترتے ہیں۔ لیکن جو لوگ یہ جہاز

اور کشتیاں چلاتے ہیں انھیں ہر رات یہ کارنامہ انجام دینا پڑتا ہے گویا ان کی ہر رات جنگ کی رات ہوتی ہے لیکن جلد ہی وہ اس زندگی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ہم پائلٹوں کو ہر شخص سے متعلّق ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے اور جہاز چلاتے ہوئے اکثر ہمیں اپنا راستہ منتخب کرنے کے لیے محسوسات سے کام لینا پڑتا ہے۔ خشکی میں تو زمین میں دبی ہوئی بارودی سُرنگوں کا پتہ چلا کر انھیں ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور پھر اس صاف راستے سے فوج گزرتی ہے لیکن ہمارے راستے میں تو جرمن طیاروں اور جہازوں، دونوں ذریعوں سے مسلسل بارودی سُرنگیں پھینکتے رہتے ہیں۔ یہ قطعی ممکن ہے کہ کل ہم جس راستے سے خیریت کے ساتھ گزر گئے ہوں، آج وہیں کسی سُرنگ سے ٹکرا جائیں۔"

جوں جوں ہم خلیج زمیسکایا کے قریب ہوتے گئے، جنگ کی گھن گرج کا شور بھی بڑھتا چلا گیا۔ اس ساحلی پٹی پر اکثر رات کو بمباری نہیں ہوتی تھی لیکن اس وقت سمندر کی جانب سے دشمن کے بمبار طیاروں کے پرے کے پرے چلے آ رہے تھے بموں کے دھماکے اتنے شدید تھے کہ طیاروں کے انجنوں کا شور ان میں دب کر رہ گیا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے وہ بے آواز پرواز کر رہے ہوں۔ طیارے بار بار غوطے لگاتے اور بم برساتے ہوئے اوپر کو اٹھتے چلے جاتے۔ ہمارے آدمی بہادری سے ڈٹے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں سے استقلال جھلک رہا تھا اور پھر اچانک ہم سب روشنی میں نہا گئے۔

مکمّل اندھیرا تو وہاں پہلے بھی نہ تھا اس لیے کہ ساحل پر جرمنوں کی سرچ لائیٹس لگی ہوئی تھیں جو برابر سمندر کی سطح کو کھنگال رہی تھیں۔ پھر آسمان سے بھی آگ برس رہی تھی۔ ہم پر روشنی پڑتے ہی دشمن کی دو تارپیڈو کشتیوں نے جہاز کے دائیں طرف گولے مارے لیکن ڈُبکنی کشتیوں کا پیچھا کرنے والی ہماری کشتیوں نے ان پر زبردست گولہ باری شروع کر دی۔ جس راستے سے ہمیں ساحل پر پہنچنا تھا وہ فاشی طیاروں کی بھاری بمباری کی زد میں تھا۔

قریب اور دور ہر جگہ بم گر رہے تھے۔ بم کے چھپاکے سے پانی زور سے اوپر اچھلتا اور سرچ لائٹوں اور روشنی کی لکیر کھینچ دینے والی گولیوں کی روشنی میں قوس قزح کے

سارے رنگ اس میں نظر آتے۔ ہر شخص ہر وقت یہ خدشہ محسوس کرتا کہ اب اس کے گولی لگی، اور اب لگی لیکن جب لگتی تو غیر متوقع طور پر لگتی۔ اچانک ایک دھماکے کی آواز کہیں ہٹ کے سے آئی اور آگ کا ایک موٹا سا ستون بلند ہوتا نظر آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہمارا جہاز پھٹ گیا ہو۔ لیکن ہوا یہ تھا کہ جہاز ایک بارودی سرنگ سے ٹکرا گیا تھا۔ اس کے پھٹنے کا دھماکہ اتنا شدید تھا کہ میں اور پائلٹ دونوں ہوا میں بلند ہو گئے۔

مجھے آج بھی پورا یقین ہے کہ اس وقت نہ مجھے کسی درد کا احساس نہ تھا نہ میرے ذہن میں موت کا خیال آیا۔ موت سے متعلق مختلف پہلوؤں میں سے کوئی بات بھی میرے لیے نئی نہ تھی۔ عام آدمی اس سے مانوس نہ ہو۔ لیکن جنگ مجبور کرتی ہے اور مسلسل احساس دلاتی رہتی ہے کہ موت کسی بھی لمحے آسکتی ہے۔ آپ نے پڑھا ہوگا کہ ایسے لمحات میں انسان کو وہ سارے لوگ یاد آتے ہیں جن کو وہ عزیز رکھتا ہے۔ اس کی ساری زندگی ایک فلم کی طرح اس کے تصور سے گزرتی ہے اور کبھی کبھی تو خود اپنے بارے میں کوئی نہایت اہم بات اسی وقت سمجھ میں آتی ہے۔ ممکن ہے بعض حالات میں ایسا ہوتا ہو لیکن اس وقت میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا اور وہ یہ کہ میں اتنے اوپر سے عرشے پر نہ گر پڑوں۔

خوش قسمتی سے میں جہاز سے کچھ فاصلے پر پانی میں گرا اور جب ذرا نیچے جا کر میں ابھرا تو میں نے دیکھا کہ جہاز ڈوب رہا ہے۔ دھماکے نے میری طرح اور بہت سے آدمیوں کو سمندر میں پھینک دیا تھا۔ جو بچے تھے وہ خود کود پڑے تھے۔ میں لڑکپن سے ہی اچھا پیراک تھا۔ بہر حال دریائے دنیپر کے کنارے پلا بڑھا تھا اس لیے پانی میں اپنے آپ کو قطعی محفوظ محسوس کر رہا تھا۔ جب سانس سینے میں سمانے لگی تو میں نے چاروں طرف دیکھا دونوں موٹر بوٹ، جو جہاز میں بندھے ہوئے تھے، اب کھل گئے تھے اور آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔

میں بوٹ نمبر ۲ کے قریب تھا۔ پائلٹ سوکولوف بھی تیر کر اس تک پہنچ گیا۔ ہم دونوں نے جہاز کا جنگلہ پکڑ لیا اور پہلے ان لوگوں کو سہارا دے کر اوپر چڑھاتے رہے جو بھاری ہتھیاروں اور گولیوں وغیرہ کے بوجھ کی وجہ سے اپنے آپ کو پانی کی سطح پر رکھنے

میں مشکل محسوس کر رہے تھے جو لوگ کشتی میں تھے وہ بھی ان لوگوں کو اوپر کھینچنے میں مدد دے رہے تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے "ایک شخص نے بھی اپنے ہتھیار نہیں چھوڑے تھے۔

سرچ لائیٹں ہمیں تلاش کر چکی تھیں اور برابر انہوں نے ہمیں زد پر رکھا ہوا تھا جب کہ مسخاکو کے مغرب میں ٹیرو کایا کے نالے میں نصب جرمن توپیں مسلسل ہم پر گولہ باری کر رہی تھیں۔ گولے نشانے پر نہیں گر رہے تھے لیکن دھماکوں سے ہماری کشتی مسلسل ڈگمگا رہی تھی۔ پھر اچانک یہ ہوا کہ ہمارے ارد گرد گولے پھٹنے بند ہو گئے اگرچہ توپوں کی گڑگڑاہٹ میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ غالباً ہماری توپوں نے دشمن کے توپ خانے پر کاری ضرب لگائی تھی۔ اس وقت تک میں پانی ہی میں تھا۔ چنانچہ میں زور سے چیخا: "کیا بہرے ہو گئے ہو! ہمیں ہاتھ کا سہارا دو۔"

جیسا کہ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ دوسرے درجے کا پیٹی آفیسر زمودا تھا۔ جو اب میں وہ بھی چلایا اور اپنے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھائے۔ میرے کندھے پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لہذا وہ ان پر لگے ہوئے فیتے نہیں دیکھ سکتا تھا جن سے میرا عہدہ ظاہر ہوتا تھا لیکن ایسے لمحات میں ان باتوں کی کیا اہمیت ہے۔ حملے کے لیے استعمال کی جانیوالی کشتیاں ہلکی ہوتی ہیں اور اُن کا بہت زیادہ حصّہ پانی میں ڈوبا نہیں ہوتا ہے۔ میں نے جنگلہ پکڑ کر ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے جسم کو اوپر اٹھایا اور پھر مضبوط ہاتھوں نے مجھے عرشے پر گھسیٹ لیا۔

اس وقت میں نے محسوس کیا کہ میرا بدن کانپ رہا ہے۔ بحیرۂ اسود کا پانی اپریل میں خاصا ٹھنڈا ہوتا ہے۔ ہمارا ماہی گیر جہاز پورا غرق ہو چکا تھا۔ ہمارے جوان اپنے کپڑے نچوڑ رہے تھے اور جہاز فرٹز کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ پرسکون ہو گئے اور سامان کی پیٹیوں اور بنڈلوں کے درمیان جہاں جس نے جگہ پائی بیٹھ گیا بعض سکڑے پڑے تھے۔ بعض نے ٹانگیں پسار دی تھیں۔ جیسے ایک محفوظ ٹھکانا ہاتھ آگیا ہو۔ لیکن ہمارا اصل کام ابھی باقی تھا یہ وہ لڑائی تھی۔ جس میں ہمیں

شریک ہونا تھا۔

اور اس المیہ ماحول میں اور دھماکوں اور روشنی چھوڑنے والی گولیوں کے جھماکوں میں اچانک ایک گیت کی آواز بلند ہوگئی۔ مجھے یاد ہے کہ وہ ایک لمبے قد کا ملاّح تھا جس نے گانا شروع کر دیا تھا۔ یہ گیت مالایا زملیا ہی میں جوڑا گیا تھا۔ یہ ایسے جنگجو آدمیوں کی بے جگری اور طاقت کا قصیدہ تھا جیسے اس وقت ہماری کشتی میں موجود تھے یہ گیت میں نے بارہا سُنا تھا لیکن اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے پہلی مرتبہ اُسے سُن رہا ہوں۔ گیت کا ایک مصرعہ آج تک مجھے یاد ہے ؎

"یہ فولادی انسان جو چوبی بموں کے خول میں سوار سطح آب پر سفر کرتے ہیں۔"

گیت سُن کر لوگوں نے آہستہ آہستہ اپنے سر بلند کیے جو لیٹے ہوئے تھے وہ اُٹھ بیٹھے، جو بیٹھے تھے وہ کھڑے ہو گئے اور پھر بہت سے لوگ مل کر گانے لگے۔ میں وہ لمحہ کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ گیت سُن کر جوانوں کی چھاتیاں تن گئیں۔ ان واقعات کے باوجود جو تھوڑی دیر پہلے پیش آئے تھے۔ اب ہر شخص زیادہ پُراعتماد اور جنگ کے لیے بالکل تیار نظر آنے لگا تھا۔

جلد ہی کشتی ریتیلے کنارے پر پہنچ گئی۔ ہم کود کود کر ساحل پر اترنے لگے۔ احکامات دیے جانے لگے، گولہ بارود کی پیٹیاں اتاری جانے لگیں اور کچھ لوگ انہیں کندھوں پر اٹھا کر محفوظ جگہ کی طرف دوڑنے لگے۔ انھیں تیزی سے کام کرنے کی ہدایت دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مسلسل گولہ باری خود یہ کام کر رہی تھی۔ پیٹی پہنچا کر کوئی دم لینے کو ٹھہرتا نہیں تھا بلکہ دوسری پیٹی لانے کے لیے فوراً واپس دوڑ پڑتا تھا۔ اور یہ سب گولیوں کی باڑھ اور بموں کی مسلسل بارش میں ہو رہا تھا۔ اسی دوران زخمیوں کو وہاں سے نکالنے کی تیاریاں بھی جاری ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی جگہ سنبھالنے ہمیں بھیجا گیا تھا۔ زخمیوں کو اسٹریچر پر ڈال کر کشتیوں تک لایا جا رہا تھا۔

ساحل ڈھلوان تھا جس پر چھوٹے چھوٹے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ کچھ دور ایک پہاڑی تھی جس پر تھوڑے تھوڑے فاصلے سے پناہ گاہیں بنی ہوئی تھیں۔

گولہ باری سے بچنے کے لیے لوگوں کو دوڑ کر وہاں پہنچنا تھا اور پھر مزید پندرہ میٹر چڑھائی طے کر کے ایک گہری خندق میں کودنا تھا۔ یہ خندق مالا زیملیا کے وسط تک چلی گئی تھی اور حالانکہ، جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں، اصل کام ابھی شروع نہیں ہوا تھا لیکن یہاں پہنچنے کے بعد جوان خود کو پُرسکون محسوس کرنے لگتے تھے اس خندق سے بہت سی خندقیں نکلی تھیں جن کے راستے ساحلی پٹی پر لڑنے والے کسی بھی یونٹ یا سب یونٹ تک پہنچا جا سکتا تھا۔ جنگ کے حالات میں کسی علاقے کو پار کرنا ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ سمندری سفر بذاتِ خود نہایت خطرناک تھا۔ پھر سامان اُتارنا، پناہ گاہوں تک پہنچنا، پہاڑی پر چڑھنا غرض ان سارے کاموں میں کوئی بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ لیکن ہر مرتبہ جب میں مالا زیملیا واپس آیا، میرے ذہن پر وہی منظر مسلّط رہا جب پہلی مرتبہ ہمارے جوان یہاں اُترے تھے۔ اس وقت جرمن مشین گنیں وہاں بھی نصب تھیں جہاں اب پناہ گاہیں تعمیر ہو چکی تھیں اور ہٹلر کے فوجی سب مشین گنیں اور دستی بم لیے ہوئے ان خندقوں میں موجود تھے۔ جہاں ہمارے آدمیوں کی ان پر نگاہ تک نہیں پڑتی تھی۔ ہر شخص جب یہ سوچتا کہ پہلی مرتبہ یہاں اترنا کتنا جان جوکھوں کا کام تھا تو اپنے میں بے حد توانائی محسوس کرنے لگتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح ہم مالا یا زیملیا میں اس وقت تک ڈٹے رہے۔ جب تک سوویت کمان کے منصوبے کے مطابق ہمیں وہاں رہنا تھا۔ یعنی ۲۵۵ دن تک میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ دن ہم نے کیسے گزارے۔

۲

ہم جنگ نہیں چاہتے تھے۔ لیکن جب یہ شروع ہو گئی تو عظیم سوویت عوام اُٹھ کھڑے ہوئے اور حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیے زندگی اور موت کی جنگ میں مصروف ہو گئے۔

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۴۰ء میں دنیپرو پیتروو سک کی علاقائی پارٹی کمیٹی نے ایک

مرتبہ مقرروں کی ایک کانفرنس بلائی تھی۔ اس ہیں میں فوجی اور حب الوطنی کے پروپیگنڈے پر خاص توجّہ دے رہا تھا اور کانفرنس میں اسی موضوع پر بات چیت ہونے والی تھی۔ ہمارے اور جرمنی کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ مولوتوف اور ہٹلر، رابن ٹراپ اور اسٹالن کی ملاقاتوں کی تصویریں اخباروں میں شائع ہوئی تھیں۔ اس معاہدے نے ہمیں سانس لینے کا موقع دے دیا تھا۔ ملک کی دفاعی صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لیے کچھ وقت ہمیں مل گیا تھا۔ لیکن ہر شخص یہ بات نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے یوں یاد ہے جیسے کل کی بات ہو کہ کانفرنس میں ساغنو نامی ایک شخص نے جو اچھا مقرر بھی تھا، کھڑے ہو کر کہا تھا: "کامریڈ بریژنیف! ہمیں عدم جارحیت کے اس معاہدے کی وضاحت کرنی ہے۔ یہ معاہدہ بڑے خلوص کے ساتھ ہوا ہے اور جو اس پر یقین نہیں رکھتا وہ اشتعال انگیزی کا مرتکب ہے۔ لیکن عوام کو اس پر یقین نہیں ہے۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟ ہم اس کی وضاحت کریں یا نہ کریں؟" یہ بڑا مشکل وقت تھا۔ ہال میں چار سو آدمی بیٹھے تھے اور سب میرے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔ اس معاملے پر زیادہ سوچنے کا وقت تک نہ تھا۔

میں نے کہا: "ہاں! ہم وضاحت کریں گے اور ساتھیو! ہم اس وقت تک وضاحت کرتے رہیں گے۔ جب تک فاشی جرمنی کو خاک میں نہیں ملا دیا جائے گا۔" میں اس زمانے میں دینپر وپتروسک میں دفاعی صنعتوں کی علاقائی پارٹی کمیٹی کا سیکریٹری تھا۔ ہو سکتا ہے اس وقت بعض ایسے لوگ بھی ہوں جو ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنے میں حرج نہ سمجھتے ہوں لیکن مجھے مسلسل یہ سوچنا پڑتا تھا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ میں کئی اہم بلکہ فوری اہمیّت کے حامل معاملوں کا ذمّہ دار تھا اور ان میں دفاعی صنعتوں کے اس بھاری کمپلکس کی تنظیم اور باہمی رابطے کا معاملہ بھی شامل تھا جو اس وقت یوکرائن اور خاص کر دریائے دینپر کے کنارے قائم تھا۔ ایسی فیکٹریاں جہاں پہلے محض زمانۂ امن کا سامان تیار ہوتا تھا، اب فوجی پیداوار میں مصروف تھیں۔ ہمارے دھات سازی کے

ماہر فولاد کی خصوصی قسمیں بنانا سیکھ رہے تھے۔ مجھے کئی وزارتوں سے رابطہ قائم رکھنا پڑتا تھا۔ بار بار ماسکو کا ہوائی سفر کرنا پڑتا تھا اور علاقے میں مسلسل ادھر سے ادھر جانا پڑتا تھا۔ ہمیں کوئی چھٹی نہیں ملتی تھی اور گھر جانے تک کا موقع شاذ و نادر ہی نصیب ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۴۱ء میں ۲۱ اور ۲۲ جون کی درمیانی شب کو میں علاقائی کمیٹی کے دفتر میں دیر تک کام کرتا رہا اور پھر موٹر میں ایک فوجی ہوائی اڈے گیا جو دینیپروپتروو سک کے قریب تعمیر کیا جا رہا تھا۔ فوجی حکمتِ عملی کے نقطۂ نظر سے یہ تعمیر نہایت اہم تھی اور مرکزی کمیٹی کے زیر نگرانی یہاں رات دن کام ہو رہا تھا۔ مجھے تقریباً صبح تک وہاں رہنا پڑا۔ جب میں گھر پہنچا تو پھاٹک کے پاس ایک کار کھڑی دیکھی یہ کار کے۔ ایس۔ گروشیووئی کی تھی جو اس وقت علاقائی کمیٹی کے قائم مقام اوّل سیکریٹری تھے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ کوئی خاص بات ہے۔ انہوں نے گاڑی کے اندر روشنی جلا رکھی تھی۔ حالانکہ سپیدہ پھوٹ رہا تھا اور اس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ کھڑکی میں جھانک کر انہوں نے مجھے اوپر آنے کو کہا۔ اور جب میں مکان کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ اس وقت بھی میں سوچ رہا تھا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے، اور جب مجھے معلوم ہوا کہ جنگ چھڑ گئی ہے تو ایک کمیونسٹ ہونے کی بنا پر میرے ذہن میں یہی خیال مضبوطی کے ساتھ جما ہوا تھا کہ مجھے کہاں ہونا چاہیئے۔ میں نے مرکزی کمیٹی سے درخواست کی کہ مجھے محاذ پر بھیج دیا جائے۔ یہ درخواست اسی دن منظور ہو گئی اور میری خدمات جنوبی محاذ کے ہیڈ کوارٹر کو سونپ دی گئیں۔ میری خواہش تھی۔ کہ شروع ہی سے میں میدان جنگ میں فوجوں کے ساتھ رہوں اور میں اپنی پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا شکر گزار ہوں کہ میری یہ خواہش پوری کر دی گئی۔

میں اس لیے بھی شکر گزار ہوں کہ ۱۹۴۳ء میں جب ملک کے ایک حصّے کو دشمن کے قبضے سے آزاد کرا لیا گیا تھا اور پارٹی کے صفِ اوّل کے کئی کارکنوں کو محاذ سے بلا کر دفتری کاموں کے لیے پیچھے بھیجا جا رہا تھا، مجھے محاذ پر رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ میں بھی اس لیے بھی پارٹی کا شکر گزار ہوں کہ ۱۹۴۴ء میں

میری یہ درخواست منظور کرلی گئی کہ مجھے ترقی نہ دی جائے تاکہ براہ راست جنگی کارروائیوں سے مجھے ہٹایا نہ جا سکے۔ میں جنگ کے خاتمے تک اٹھارویں فوج کے حملہ آور حصے سے وابستہ رہا۔ اس سارے عرصے میرے ذہن میں ایک ہی خیال مسلط رہا اور وہ یہ کہ ہمیں مادر وطن کا دفاع کرنا ہے۔ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے اور جنگ کو کامل فتح کے اختتام پر پہنچانا ہے۔ کرۂ زمین پر امن قائم کرنے کی یہ واحد صورت تھی۔

محاذ پر میری زندگی اٹھارویں فوج سے وابستہ رہی اور یہ زمانہ مجھے ہمیشہ عزیز رہے گا۔ میں اٹھارویں فوج میں رہ کر کاکیشیا میں لڑا جہاں ہمارے ملک کی قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔ میں نے یوکرائن کے کھیتوں میں جنگ کی، کارپیتھیا کا پہاڑی سلسلہ عبور کر کے میں پولینڈ، رومانیہ، ہنگری اور چیکوسلواکیہ کو آزاد کرنے کی جنگوں میں شریک رہا۔ اسی فوج کے ہمراہ میں مالایا زمیلیا کی جنگ میں بھی موجود تھا اور نوورو سسک اور پورے جزیرہ نمائے تامان کی آزادی میں اس جنگ کا نمایاں ہاتھ تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی صرف ایک سال کے عرصے میں اپنی پوری زندگی سے زیادہ دیکھتا ہے، زیادہ سیکھتا ہے اور زیادہ بھرپور طور پر جیتا ہے۔ اس تنگ ساحلی پٹی میں واقعات کی ایسی یلغار تھی اور جنگ ایسی شدید اور خونریز تھی کہ یوں لگتا جیسے ۲۵۵ دن نہیں بلکہ طویل صدیاں گزری ہوں۔

جغرافیائی اعتبار سے دیکھا جائے تو مالایا زمیلیا کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن جو واقعات میں آگے چل کر بیان کروں گا انہیں سمجھنے کے لیے یہ جان لیجئے کہ پانی سے ملا ہوا یہ خشک پتھریلا علاقہ صرف چھ کیلومیٹر لمبا اور ساڑھے چار کلومیٹر چوڑا ہے۔ اور ہمیں، ہر قیمت پر اس پہ اپنا قبضہ برقرار رکھنا تھا۔

نوورو سسک خلیج زمیسکایا کے ساحل پر واقع ہے۔ یہ خلیج پہاڑوں کو کاٹتی ہوئی دور تک اندر چلی گئی ہے۔ وہاں پر پرولتاری، اور اکتوبر، نامی سیمنٹ کے دو کارخانے ہیں۔ اس کے ایک طرف ہم تھے اور دوسری طرف جرمن۔ ۱۹۴۳ء کے شروع میں بائیں طرف کا پورا ساحل دشمن کے قبضے میں تھا۔ ان بلندیوں سے وہ ہمارے بیڑے کی پوری نقل و

حرکت کو کنٹرول کرنا تھا۔ ہمیں دشمن کے ہاتھوں سے اس برتری کو چھین لینا تھا۔ چنانچہ اسی لیے طے پایا کہ نوورد سسک کے نواحی علاقے میں حملہ آور دستے اتار کر اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ اسی طرح نہ صرف دشمن کو خلیج میں زیادہ اندر تک پہنچنے سے روکا جا سکتا تھا بلکہ ہماری بعد کی کارروائیوں میں بھی سہولت پیدا ہو سکتی تھی۔ ہٹلری فوج کو اس کا بخوبی احساس تھا۔ میں اعداد و شمار میں الجھنا نہیں چاہتا لیکن صرف ایک نمبر سے ضرور بتاؤں گا۔ جب ہم نے ساحلی تنگ پٹی پر قبضہ کر لیا تو فاشسٹ مسلسل اس پر شعلہ باری کرتے رہے۔ توپیں، مشین گنیں، سب مشین گنیں، رات دن مسلسل مصروف رہتی تھیں۔ انہوں نے جتنے گولے ہم پر برسائے اگر ان کے مجموعی وزن کو دفاعی جوانوں پر تقسیم کیا جائے تو ہر فرد کے حصے میں ساڑھے بارہ سو کیلوگرام مہلک دھات آتی ہے۔

اٹھارویں حملہ آور فوج کا تقریباً دو تہائی حصہ اس تنگ ساحلی پٹی پر لڑتا رہا۔ خود میں نے بھی اپنا زیادہ وقت مالایا زیملیا میں گزارا، چنانچہ اس مہلک دھات کا خاصہ بڑا حصہ میرے لیے بھی تھا۔

مجھے یقین ہے کہ جس طرح ہم مالایا زیملیا میں اترے اور جس طرح وہاں لڑتے رہے اس سے فنونِ جنگ میں ایک مثال قائم ہو گئی ہے۔ ہم نے بڑی احتیاط سے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ اور انہیں بڑی خصوصی قسم کی تربیت دی تھی۔ حملہ آور گروہوں کو گلیندزیک میں آبنائے تونکی میں تربیت دی گئی تھی، جہاں انہیں مشین گنیں لئے ہوئے پانی میں کودنا، چٹانوں پر چڑھنا اور انتہائی ناسازگار حالات میں دستی بم پھینکنا سکھایا گیا تھا۔ انہیں دشمن سے چھینے گئے ہر قسم کے ہتھیاروں کا استعمال بھی سکھایا گیا تھا۔ چاقو پھینک کر مارنے، بندوق کے کندھوں کو لاٹھی کے بطور استعمال کرنے، زخموں پر پٹی باندھنے اور بہتے ہوئے خون کو روکنے تک کی تربیت دی گئی تھی۔ انہیں طرح طرح کے خفیہ سگنل اور اشارے رٹائے گئے، آنکھوں پر پٹی باندھ کر سب مشین گنوں میں گولیاں بھرنے کی مشق کرائی گئی یہ سکھایا گیا کہ گولے یا گولے کی آواز سے یہ اندازہ لگا سکیں کہ وہ کدھر سے اور کتنی دور سے آیا ہے۔ اگر اتنی تفصیل کے ساتھ تربیت نہ دی جاتی تو ساحلی

پٹی پر اترنا اور خاص کر پہلی مرتبہ اترنا ممکن نہ ہوتا کیوں کہ یہ کارروائی رات کے اندھیرے میں کی گئی تھی۔ جب بصارت کا کام بھی دوسرے حواسوں کے ذریعے ہی لیا جاسکتا تھا۔ پہلا گروہ جسے خصوصی کارنامے پر مامور دستہ کہا جاسکتا تھا۔ ان لوگوں پر مشتمل تھا جو رضاکارانہ طور پر اس میں شامل ہوئے تھے۔ اور ان میں ہر فرد کی جرأت اور بہادری مسلّمہ تھی۔ اتارے جانے والے دستوں کی کمان میجر ٹی۔ ایل۔ کونیکوف کو سونپی گئی تھی۔ یہ ذہین اور طاقتور شخص پچھلی لڑائیوں میں بحریہ کی ایک بٹالین کی کمان کر رہا تھا۔ اور اسی وقت میری توجہ اس کی جانب مبذول ہو گئی تھی۔ اتارے جانے والے دستوں کے سیاسی امور کے نائب کمانڈر سینیر لیفٹیننٹ این۔ وی۔ استارشینوف اور چیف آف اسٹاف میجر ایف۔ ای۔ کوتانوف تھے۔ یہ دونوں بھی عملی جنگ میں اپنا لوہا منوا چکے تھے۔ تینوں کو سوویت یونین کے ہیرو کا اعزاز عطا کیا گیا۔ کونیکوف کو یہ اعزاز موت کے بعد دیا گیا (ساحلی پٹی پر اترنے کے چار دن بعد وہ ہلاک ہو گئے تھے) استارشینوف اور کوتانوف کو ملایا زملیا کی جنگ کے بہت عرصے بعد دوسری جنگوں کے صلے میں یہ اعزازات ملے تھے۔ اترنے والے دستوں کی تشکیل کے لیے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ نووورسسک کے بحریہ کے اڈے کے کسی بھی یونٹ سے اپنی مرضی کے آدمی منتخب کر لیں۔ یہ غیر معمولی اختیارات تھے۔ لیکن ضرورت کا تقاضا یہی تھا۔ ہمیں احساس تھا کہ اس قسم کی کارروائی میں ایک ایک فرد پر بھاری ذمّہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس طرح پانچ دستوں کی تشکیل دی گئی۔ جس میں کل ڈھائی سو جوان تھے۔ اس سخت ترین آزمائش میں سب سے پہلے انہیں اترنا تھا اور اس میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں کہ انہوں نے اپنا فرض پورا کر دکھایا۔

۱۹۷۴ء میں جب میں نووورسسک کے عجائب گھر کی سیر کر رہا تھا تو میں نے ایک بڑی دلچسپ دستاویز دیکھی۔ یہ سینیر لیفٹیننٹ وی۔ اے۔ بوتیلیف کی ایک رپورٹ تھی۔ جو اس رات کونیکوف کے ساتھ ساحلی پٹی پر موجود تھے۔ انہوں نے لکھا "اترنے والے پہلے دستوں کا جانی نقصان۔ ایک ہلاک، سات زخمی۔ ان میں ہلاک ہونے والا سوویت کمیونسٹ پارٹی (بولشویک) کا ایک امیدوار رکن تھا۔ زخمیوں میں سوویت کمیونسٹ پارٹی (بولشویک

کے امیدوار اراکین چار، کومسومول کے اراکین دو اور ایک زخمی ایسا تھا جو پارٹی کا کارکن نہیں تھا۔ کارروائی کمان کی ہدایات کے عین مطابق انجام دی گئی اور ہر فرد کا حوصلہ نہایت بلند رہا۔

یہاں یہ یاد دلانا بے موقع نہیں ہوگا کہ حب الوطنی کی جنگ عظیم کے دوران تیس لاکھ کمیونسٹوں نے مختلف محاذوں پر انتہائی بہادری کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مادرِ وطن پر اپنی جانیں قربان کیں، اور جنگ ہی کے زمانے میں پچاس لاکھ سوویت محبّ وطن کمیونسٹ پارٹی کے ممبر بن گئے۔ یہ جملہ جواب ایک لازوال تاریخی روایت بن گیا ہے، ہر لڑائی سے پہلے بار بار سننے میں آتا تھا کہ

"میں بطور کمیونسٹ جنگ میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔"

جنگ جتنی زیادہ شدید اور خطرناک ہوتی اتنی ہی زیادہ کثرت کے ساتھ یہ جملہ سنائی دیتا تھا۔ کسی خونریز، سنگدلانہ تباہ کن اور مہلک جنگ سے صرف ایک دن پہلے جب کوئی شخص یہ جملہ کہتا تھا تو وہ اس رکنیت کے ذریعہ کیا رعائتیں حاصل کرنا چاہتا تھا اور پارٹی اسے کیا اختیارات دے سکتی تھی؟ صرف ایک رعائت، ایک حق اور ایک ہی فرض یعنی حملے کے وقت سب سے آگے رہو اور برستی ہوئی آگ میں سب سے پہلے آگے بڑھو!

ساحلی پٹی پر اترنے سے پہلے دستے کے سارے سپاہیوں نے ایک حلف اٹھایا کمیونسٹ کونیکوف نے سارے آدمیوں کو قطار میں کھڑا کیا اور انہیں بتایا کہ یہ کارروائی انتہائی خطرناک ہے۔ آپ سب کو اپنی جان کی بازی لگانی ہے۔ اگر اس وقت بھی کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ آخر تک عزم و استقلال پر قائم نہ رہ سکے گا تو اسے چاہیئے کہ وہ ابھی الگ ہو جائے۔ کانیکوف نے ان سے یہ نہیں کہا کہ جو مہم میں حصّے لینا چاہتے ہیں آگے آجائیں کیونکہ آگے نہ آنے والوں کا احترام ملحوظ تھا۔ چنانچہ نرم لہجے میں انہوں نے کہا:

"آپ منتشر ہو جائیں اور دس منٹ بعد دوبارہ قطار لگائیں۔ جو لوگ مہم میں

شامل ہونا نہیں چاہتے وہ زحمت نہ کریں۔ انہیں ان کے یونٹوں میں واپس بھیج دیا جائے گا جیسے انہوں نے ایک اور تربیتی کورس پورا کر لیا ہے۔"

جب دوبارہ قطار لگائی۔ تو صرف دو آدمی کم تھے۔

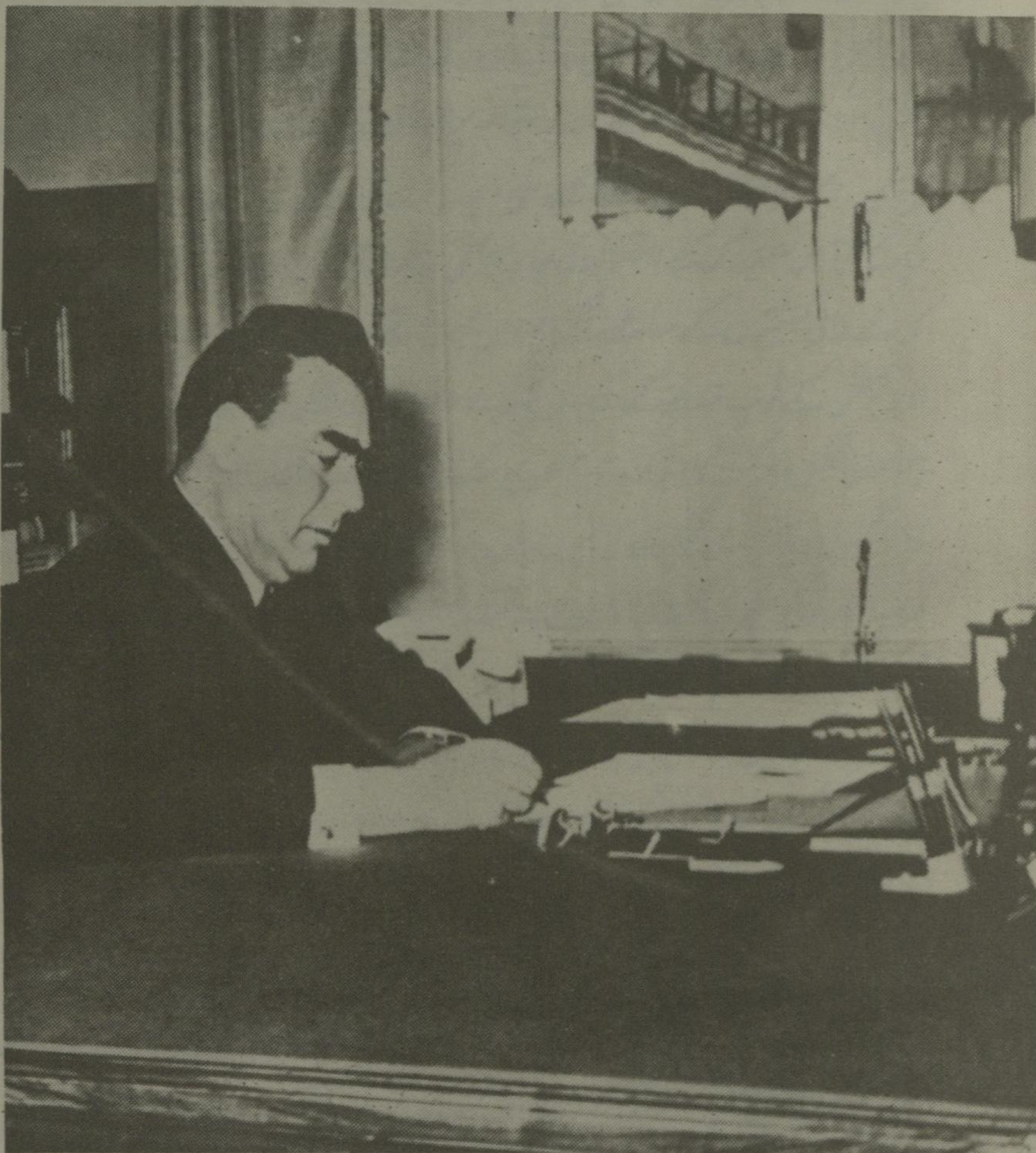
اس واقع کو کئی دہائیاں گزر چکی ہیں لیکن آج بھی ان الفاظ پر غور کیا جائے جوان بہادروں نے حلف لیتے ہوئے ادا کئے تھے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سمندر میں اترنے سے پہلے انہوں نے اپنے حلف میں کہا تھا :

"جنگ میں قدم رکھتے ہوئے ہم اپنے وطن سے عہد کرتے ہیں کہ خواہ ہماری جان کو کتنا خطرہ در پیش ہو ہم انتہائی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن پر جلد سے جلد فتح پانے کی کوشش کریں گے۔ ہمارا سارا عزم، ساری طاقت اور خون کا آخری قطرہ تک ہمارے عوام کی خوشیوں اور وطن عزیز کے لیے وقف ہے۔ جو قانون ہمارا رہنما ہے۔ وہ ہمارے لیے سب سے زیادہ قابل احترام ہے اور ہم اسے سدا سر بلند رکھیں گے۔"

جب میں ان طوفانی دنوں کے بارے میں سوچتا ہوں اور اس حلف نامے کے الفاظ میرے ذہن میں گونجتے ہیں تو میرے جذبات امڈ آتے ہیں اور فخر سے سر بلند ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں انفرادی بہادری کے کارنامے تو بہت سے ملتے ہیں لیکن صرف ہمارے عظیم ملک میں اور محض ہماری عظیم پارٹی کی قیادت میں سوویت عوام نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اجتماعی بہادری کے بھی اہل ہیں۔

۳

بالآخر وہ رات آگئی جب یہ کارنامہ انجام دیا جانا تھا۔ گھاٹ پر جس جذبے کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا۔ وہ مجھے آج تک یاد ہے کسی کے چہرے پر مایوسی کی ہلکی سی جھلک تک نہ تھی بلکہ سچ پوچھئے تو سب کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے ——— "پولندرا"۔ مجھے یاد ہے کہ کسی نے 'پولندرا' کے معنی بھی پوچھے تھے اور کسی نے بتایا تھا کہ اس کا مطلب ہے "سر بلند رکھو"! مجھے بھی اسی دن اس لفظ کے معنی معلوم ہوئے۔



۳ر فروری ۱۹۴۳ء کی وہ رات غیر معمولی تاریک تھی۔ یلغار کرنے والی کشتیاں گلیندزیک سے خاموشی کے ساتھ خلیج زمیسکایا میں داخل ہو گئیں۔ اور جب فضا میں روشنیوں کے جھماکوں کے ذریعہ خصوصی سگنل دیا گیا تو وہ گھاٹ پر پہنچ گئے۔ عین اسی وقت ہمارے توپ خانے نے پہلے سے طے شدہ مقام پر جہاں ہمیں اترنا تھا۔ گولہ باری شروع کردی۔ دکا تیوشا مسلسل شعلے اگلنے لگی (یہ راکٹ مارنے والی مشین تھی جو پہلی مرتبہ ایک کشتی میں نصب کرکے استعمال کی جا رہی تھی) ہماری ڈو تارپیڈو کشتیوں نے یلغار کرنے والی کشتیوں کے سامنے آکر دھواں چھوڑنے والے بم چھوڑے اور اس طرح کشتیوں اور دشمن کے توپ خانے کے درمیان گہرے دھوئیں کی ایسی دیوار کھڑی کردی گئی کہ اسے ہماری نقل و حرکت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک پٹرول لانچ نے اس علاقے پر فائر کھول دیا۔ جہاں مچھلیوں کو ڈبوں میں بند کرنے کا کارخانہ تھا۔ اس طرح دشمن کے پورے توپ خانے کو الجھا لیا گیا تھا۔ عین اس وقت جب کونیکوف کے آدمی ساحل پر پہنچے ہمارے توپ خانوں نے گولہ باری بند کردی۔

جنگ میں ساری ہی باتیں منصوبے کے مطابق نہیں ہوتیں۔ حد یہ کہ ہیڈ کوارٹر کسی لڑائی کا جو نقشہ تیار کرتا ہے، لبسا اوقات لڑائی اُس سے بالکل مختلف طریقے پر لڑنا پڑتی ہے۔ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب ہر کمانڈر، ہر پولیٹیکل افسر بلکہ ہر سپاہی اور ہر ملاح کی ہمت، خلوص اور پیش قدمی کی اہلیت اتنی اہم ہو جاتی ہے کہ اس کی قیمت نہیں لگائی جا سکتی۔ جنگ کے مورخوں کو معلوم ہے کہ ساحلی پٹی پر دوسری جگہ اترنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ جگہ دیوزنایا اور زیر لیکا، کہلاتی تھی۔ اور جہاں ہم تھے۔ وہاں سے تیس کیلومیٹر دور تھا۔ اصل میں وہاں اترنا تھا لیکن خلیج میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا جس سے کشتیوں کی روانگی میں دیر ہو گئی۔ بری دستوں کو بھی جہاں سے روانہ ہونا تھا وہاں وہ دیر سے پہنچے۔ لیکن کونیکوف کے آدمیوں نے دشمن کی بے خبری میں جو دھاوا مارا تھا وہ غیر معمولی کامیاب رہا اور ہم نے فوری طور پر اس سے فائدہ اٹھایا۔

کچھ لوگ پہلے آزمائشی طور پر اتارے جانے والے تھے اور یہ محض امدادی یلغار تھی۔

لیکن اصل یلغار بن گئی اور اسی سے مالایا زیملیا کی سنہری جنگی داستان کا آغاز ہوا۔ ہمارے آدمیوں نے شدید گولہ باری کی دیوار پار کر کے نوورروسسکی کے نواح میں، استانچکی کے قریب ساحل کے ایک چھوٹے لیکن نہایت اہم مقام پر قبضہ کر لیا۔ کوئی ایک ہزار فاشسٹ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور چار توپوں پر ہم نے قبضہ کر لیا جو اسی وقت دشمن کے خلاف استعمال کی جانے لگیں۔ نوّے منٹ بعد دوسرا دستہ ساحل پر پہنچ گیا۔ پھر تیسرا پہنچا۔ غرض ہمارے آٹھ سو آدمی اتر چکے تھے۔ دشمن نے نئے یونٹ پہنچا دیئے۔ فاشسٹ طیاروں نے بمباری کا تانتا باندھ دیا۔ توپ خانے سے بھاری گولہ باری ہونے لگی۔ ایک کے بعد دوسرا جوابی حملہ ہونے لگا لیکن کامیابی نصیب نہ ہوسکی۔ ہمارے آدمی برابر ڈٹے رہے۔ انہوں نے استانچکی میں کچھ علاقہ اور تین کیلومیٹر ریلوے لائن اپنے قبضے میں کر لی تھی۔ بھاری نقصان کے باوجود انہوں نے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا۔ سپاہیوں اور ملّاحوں نے جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ اصل فوج کے وہاں پہنچنے تک انہیں ہر حال میں وہاں جما رہنا تھا۔ مہم کی کامیابی کی خوشی ان کے چہروں سے اس وقت بھی پھوٹی پڑ رہی تھی۔ میرے ذہن میں وہ چہرے اسی طرح آج تک محفوظ ہیں۔

یہ مہم کئی رات جاری رہی۔ بحریہ کی دو بریگیڈ، پیدل فوج کی ایک بریگیڈ، ایک ٹینک شکن رجمنٹ اور کئی دوسرے یونٹ تنگ ساحلی پٹی پر اتار دیئے گئے۔ سینکڑوں ٹن گولہ بارود اور خوراک کے ذخیرے بھی پہنچائے جا چکے تھے۔ پانچ دن بعد استانچکی اور مسخاکو کے نواح میں ہمارے سترہ ہزار جنگجو سپاہی، سب مشین گنیں، مارٹر، چھوٹی توپیں اور ٹینک شکن توپیں موجود تھیں۔ اس کے بعد پانچ غیر فوجی حریت پسند دستے (ارودینو اپنے ملک کے لیے)، (گروزا)، (طوفان)، (نوردوست)، (شمال مشرق)، (نوویتی)، (نیا)، اور (یاسترببوک)، (چھوٹا شکرا) مالا یا زیملیا میں اتارے جا چکے تھے۔

میں اس موقع پر حریت پسند دستوں کو سلام کرنا چاہتا ہوں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ محض دشمن کے عقب میں کام کرنے والے الگ تھلگ گروہ تھے وہ غلطی پر ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ بہت سے ایسے دستے فوری طور پر قائم ہو گئے تھے لیکن ان کی ساری کارروائیوں

میں باہمی رابطہ رکھنے والے مرکز بھی قائم تھے جو پارٹی کی رہنمائی میں کام کر رہے تھے ایسا بھی ہوا کہ ان دستوں نے باقاعدہ یونٹ کمان کے منصوبوں کے تحت بڑے پیمانے پر فوجی کارروائیاں انجام دیں۔ چنانچہ مالایا زیملیا میں بھی یہ صورت حال تھی۔ ان پانچوں دستوں کو نوورسسک سٹی پارٹی کمیٹی کے سیکریٹری پی۔ آئی۔ واسیف ہدایات دیتے تھے اور ان کا ہمارے ہیڈکوارٹر سے بھی قریبی رابطہ تھا۔

میں یہ بات پھر دہرانا چاہوں گا کہ کئی اعتبار سے مالایا زیملیا کی مہم فنونِ جنگ کے سلسلے میں مثالی کارنامہ قرار دی جاسکتی ہے۔ پہلے دستوں کا وہاں اترنا، پھر بتدریج مزید فوج، گولہ بارود اور خوراک کی منتقلی، اور پھر بارودی سرنگوں سے بھرے ہوئے علاقے میں ان کی پیش قدمی، پیدل فوج، انجینئر یونٹوں بحریہ کے نوجوانوں اور توپ خانوں کے درمیان گھڑی کے پرزوں کا سا تعاون غرض ہر بات مثالی تھی۔ توپ خانے کے لیے بال برابر غلطی کی گنجائش نہ تھی۔ کئی مقامات پر ہمارے یونٹ دشمن سے صرف ایک دستی بم کے فاصلے پر تھے۔ ہمارے ہوابازوں کا کام تو اور بھی مشکل تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بمباری کے لیے جانے سے پہلے وہ ہماری خندق کی نشان دہی کے لیے سپاہیوں کی بنیانیں خندقوں کے کنارے پھیلا دیا کرتے تھے تاکہ بمباری میں کوئی غلطی نہ ہو سکے۔ یہ بات یاد رہے کہ فوجی نقطہ نظر سے ہماری پوزیشن اچھی نہیں تھی۔ ہمارے قبضے میں محض ایک تنگ ساحلی پٹی تھی جو نسبتاً نشیب میں واقع تھی۔ اور وہاں کوئی اوٹ بھی نہیں تھی۔ جب کہ سارے بلند پہاڑی علاقے اور جنگل پر جرمنوں کا کنٹرول تھا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے لوگ زندہ کیسے رہے؟ . . . . ان پر سینکڑوں ٹن بم برسائے جاتے تھے۔ دشمن کی انفرادی قوت ہم سے کہیں زیادہ تھی۔ اور اسلحہ میں بھی اسے برتری حاصل تھی۔ اطراف کے پہاڑوں پر سے مالایا زیملیا کی پوری ساحلی پٹی دکھائی دیتی تھی لیکن جہاں ساری باتوں میں دشمن کا پلہ بھاری تھا وہاں ہمیں یہ برتری حاصل تھی کہ ہمارے سارے آدمی چنے ہوئے تھے، زیادہ تجربہ کار تھے، ٹھنڈے ذہن کے ساتھ سوجھ بوجھ کی صلاحیت رکھتے تھے اور بے انتہا محنت کرتے تھے۔

اس وقت پہلی مرتبہ مجھے یہ احساس ہوا کہ جنگ میں سب کچھ ہونے کے علاوہ زبردست محنت بھی اہم ہے۔ فولاد سازوں، فرڈول، کان کنوں، کسانوں، زرعی مشین چلانے والوں، مویشی پالنے والوں، تعمیراتی کام کرنے والوں کی محنت کے بل پر جنگ لڑی جاتی ہے ان سبھوں کی محنت کے سہارے سپاہی میدان جنگ میں کھڑا رہتا ہے اور پھر ایک سپاہی کے لیے محض ہمت اور تندہی درکار نہیں ہوتی بلکہ اپنے آپ پر بڑے کنڑول، استقلال لیاقت اور کام کی تکمیل کی صلاحیت بھی ضروری ہوتی ہے۔

پورا مالایا زیملیا ایک زمین دوز قلعے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ دو سو بیس دیکھ بھال کی چوکیاں جو پوشیدہ طور پر بنائی گئی تھیں۔ اس کی آنکھیں تھیں، پانچسو خندقیں جن میں توپیں نصب تھیں، اس کے آہنی گھونسلوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ ایک خندق سے دوسری میں پہنچنے کے لیے جو راستے کھودے گئے تھے۔ ان کی مجموعی لمبائی کئی درجن کلومیٹر تھی۔ اس کے علاوہ ہزاروں دوسری قسم کی چھوٹی بڑی خندقیں کھودی گئی ہیں۔ سخت پتھریلی چٹانوں کے علاقوں میں اتنی خندقیں کھودنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ پھر گولہ بارود رکھنے کے زمین دوز ڈپو، زمین دوز اسپتال حتّٰی کہ زمین دوز بجلی گھر تک تعمیر کر لیا گیا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے بالکل جھک کر خندقوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ جہاں کسی نے ذرا سر اوپر اٹھایا اور کام تمام ہو گیا۔ گھنٹوں مسلسل اکڑوں بیٹھے رہنا پڑتا تھا۔ پیر سیدھے کرنے کی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ جب جنگ ختم ہونے لگی اور فاشیوں کو مار بھگایا گیا تو ہمارے بعض آدمیوں کی ٹانگیں اکڑ کر رہ گئی تھیں اور وہ انہیں سیدھا نہیں کر سکتے تھے۔

نئی نئی ترکیبیں سوچنے میں ہمارے انجنیروں کا کوئی جواب نہ تھا۔ دشمنوں کی بمباری نے زمین میں جو گڑھے ڈال دیئے تھے۔ ان میں بعض بہت بڑے بڑے تھے۔ ہمارے سیپرز نے ان گڑھوں کو بھی خندقوں سے ملا دیا تھا۔ ہم لوگ ان میں سویا کرتے تھے اس تنگ علاقے میں ایک دوسرے کے پیچھے تین دفاعی لائنیں بنائی گئی تھیں اور ہر ایک کے کنارے بارودی سرنگیں بچھا دی گئی تھیں۔ پورے علاقے میں کسی بھی جگہ

خندقوں کے ذریعہ پہنچا جا سکتا تھا۔ ہماری کمان کا دفتر ایک بڑی اور سخت چٹان میں ساڑھے چھ میٹر کی گہرائی میں واقع تھا اور رسل و رسائل کا انتظام ایک ایسا مکمل تھا کہ وہاں سے احکامات جاری کر کے پورے علاقے میں کسی بھی جگہ کمک اور گولہ بارود وغیرہ پہنچایا جا سکتا تھا خواہ کتنی ہی سنگین بمباری کیوں نہ ہو رہی ہو۔

اتانچلی کے علاقے میں کسی غیر جانبدار علاقے کا وجود نہ تھا۔ دشمن کی چوکیاں ہماری چوکیوں سے محض پندرہ سے بیس میٹر تک کے فاصلے پر تھیں۔ اس کے باوجود ہمارے سیپرز اس علاقے میں مسلسل بارودی سرنگیں بچھانے اور کانٹے دار تار لگانے میں مصروف رہتے تھے۔ بسا اوقات انہیں خود بھی دست بدست جنگ کرنا پڑتی تھی۔

یہ علاقہ ایک باقاعدہ قلعہ نما بستی میں تبدیل ہو گیا تھا۔ مختلف جگہ جانے والی خندق کے نام بھی سڑکوں کے بطور رکھ دیئے گئے تھے مثلاً شاہراہ ہسپتال، شاہراہ سیپرز۔ شاہراہ انفنٹری، شاہراہِ سیلرز وغیرہ۔ اِن میں کسی سڑک پر ایک مکان بھی نہ تھا، یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ نام کس نے رکھے تھے لیکن ظاہر ہے کسی نے تو رکھے ہی ہوں گے۔ شاہراہ سیپرز ایک ایسا نالہ تھا جو دشمن کی گولہ باری سے بڑی حد تک محفوظ تھا جبکہ شاہراہ اسپتال مسلسل گولہ باری کی زد میں رہتی تھی اور لوگ وہاں سے زخمی ہو کر سیدھے اسپتال جاتے تھے۔ یہ ساری قلعہ بندیاں شدید بمباری کے حالات میں کی جاتی تھیں۔ وہاں نہ کھدائی کی مشینیں تھیں، نہ تعمیراتی سامان میسّر تھا۔ ہمارے سیپرزوں نے یہ ساری قلعہ بندیاں اپنے ہاتھوں سے کی تھیں اور ہر وہ شخص جس نے ان میں حصّہ لیا تھا، بلاشبہ 'ہیرو' کہلا سکتا ہے۔

مجھے بعض بوڑھے سیپرز یاد ہیں جن کے لیے میرے دل میں بڑی گرمجوشی کا جذبہ ہے۔ انہیں بارودی سرنگیں بچھانے عین دشمن کی ناک تلے نہیں بھیجا جاتا تھا۔ بہت سے بوڑھے سیپرز کو ہم نے گلیندزیک سے کئی کلو میٹر دور زالخوت کے قریب درخت کاٹنے اور ان کے لٹھوں سے بیڑے تیار کرنے پر لگا دیا تھا۔ یہ بیڑے رات کو مالا زمیلیا پہنچائے جاتے تھے۔ لیکن یہ کام بھی کچھ آسان نہ تھا۔ میں بتا چکا ہوں کہ مسلسل گولہ باری کی چمک

دمک کی بنا پر راتیں اندھیری نہیں ہوتی تھیں۔ دشمن کا توپ خانہ پتہ پاتے ہی ان نہتے بیڑوں پر گولہ باری شروع کر دیتا تھا۔ ہمارے سیپرز اس گولہ باری کا جواب نہیں دے سکتے تھے نہ ان بیڑوں کی نقل و حرکت میں تیزی پیدا کی جا سکتی تھی۔ لہٰذا وہ یہی کر سکتے تھے کہ خود سرد پانی میں اتر جائیں اور ان بیڑوں کو پانی میں دھکیلتے ہوئے ملایا زتمیلیا کی طرف بڑھتے رہیں۔ کبھی کوئی گولہ کسی بیڑے پر گرتا تھا اور لٹھے پانی میں بکھر جاتے تھے۔ ایسی حالت میں ہمارے سیپرز اسی وقت ان لٹھوں کو دوبارہ اکٹھا کرتے اور پانی ہی میں جوڑ لیتے تھے۔ ایک لٹھا بھی ضائع نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ بیڑوں کو کھینچنے والی کشتی اگر نشانہ بن جاتی تو وہ لوگ روشنی کے مخصوص جھماکے کے ذریعہ اطلاع دیتے اور دوسری موٹر بوٹ پہنچنے تک انتظار کرتے رہتے تھے۔ غرض ان بزرگ سیپروں نے کچھ کم خدمات انجام نہیں دیں۔ غالباً قارئین نے یہ تاثر قائم کیا ہوگا کہ تنگ ساحلی پٹی پر جو ہزاروں آدمی تھے انھیں مسلسل گولہ باری اور دست بدست جنگ کے سوا کوئی دوسرا کام نہ ہوگا لیکن یہ بات نہ تھی۔ وہاں زندگی کی دوسری مصروفیات بھی جاری تھیں۔ ہم وہاں اخبار نکالتے تھے اور اخبار پڑھتے تھے، پارٹی کی میٹنگیں ہوتی تھیں، تہوار منائے جاتے تھے، لیکچروں میں شرکت کی جاتی تھی۔ ہم نے شطرنج کا ٹورنامنٹ بھی منعقد کیا تھا۔ فوج اور بحریہ کی ناچ گانے کی ٹولیاں اپنے "شو" بھی کرتی تھیں۔ پی۔ کرچیف جیسے مصور بھی وہاں موجود تھے۔ جنھوں نے دفاعی ہیروؤں کی طرح پوری کی پوری گیلری تیار کر لی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ مرکزی کمیٹی کی جماعت وہاں آئی تھی۔ یہ لوگ، پہلی مرتبہ آئے تھے اور انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں مالازمیلیا کے جنگجوؤں کا تعارف کراؤں۔ چنانچہ ایک تار پیڈو کشتی میں سوار ہو کر ہم روانہ ہوئے۔ ہماری طرف سے مخصوص روشنی کے جھماکے کے ذریعے دوسروں کو بتایا گیا کہ ہم روانہ ہو گئے ہیں۔ دشمنوں نے بھی پتہ پا لیا۔ چنانچہ مسلسل باڑھیں مارتے رہے چونکہ ان کی توپیں بلندی پر تھیں۔ اس لئے ہمارے لیے ضروری تھا کہ کنارے کنارے آگے بڑھیں۔ اچانک ہمارے قریب گولے پھٹنے لگے۔ ایک لمحے کے لیے ہم یہ بھول گئے کہ ان گولوں سے ہمیں نشانہ بنانے

کی کوشش کی جارہی ہے۔ بڑا خوشنما منظر تھا۔ ساحل پر لمبی مار کرنے والا توپ خانہ زار کی گھنٹی کی طرح نظر آرہا تھا (روسی فنکاروں نے اٹھارویں صدی کے شروع میں یہ دیو پیکر گھنٹی ڈھالی تھی جسے ماسکو کریملین میں ایک تاریخی یادگار کے طور پر نصب کیا گیا تھا) یہ جگہ کمانڈ پوسٹ بنادی گئی تھی اور ہم شدید بمباری میں وہیں جارہے تھے۔ میں تو اس قسم کی صورت حال سے پہلے بھی دوچار ہوا تھا لیکن میرا خیال ہے ہمارے مہمان خاصے متاثر ہوئے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ چھوٹے قد کا بحریہ کا ایک سپاہی اچانک اندھیرے سے نمودار ہوا۔ وہ کوئی وزنی چیز اُٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا: "اسے سنبھالو دوست! میں تم سب کے لیے یہ لایا ہوں"

آج ایک تہائی صدی بعد جب میں یہ یاد کرتا ہوں کہ ہمارے سپاہیوں، کمانڈروں اور سیاسی افسروں نے کیسی قوتّ برداشت کا ثبوت دیا تھا تو کبھی کبھی یقین نہیں آتا کہ یہ سب ہوا ہوگا اور وُہ ان سارے حالات میں ثابت قدم رہے ہوں گے۔ لیکن یہ ایک حقیقت تھی۔ وہ اپنی جگہ ڈٹے رہے اور بالآخر فاشیوں کو شکست فاش دے کر انھوں نے فتح حاصل کی۔

اس دن ماسکو سے نئے آدمیوں کو مالایا زیملیا لے جاتے ہوئے میں نے بعض دیکھے بھالے واقعات کو دوسروں کی نظر سے دیکھا اور نئے سرے سے محسوس کیا کہ ہمارے آدمی کیسے سنگین خطرات میں گھرے ہونے اور کتنی سختیاں جھیلنے کے باوجود انتہائی پرسکون تھے اور مسلسل بے غرض بہادری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ کبھی کبھی حالات مزید خراب ہو جاتے تھے۔ یعنی کبھی کبھی ہماری رسد کا سلسلہ بند ہو جاتا تھا۔ نمک کی تو مستقل کمی رہتی تھی۔ کبھی کبھی روٹی ختم ہو جاتی تھی۔ چنانچہ پورے پورے یونٹوں کو جنگل کی طرف بھیج دیا جاتا تھا کہ وہ وہاں سے خودرو ادرک تلاش کر کے لائیں تاکہ اس کو چبا کر گزارا کیا جائے۔ ایک اور بڑی مصیبت یہ تھی کہ ہم جن خندقوں میں رہتے تھے ان میں سیلن تھی۔ رات کو سردی بڑھتی تھی تو لوگ ٹھٹھر کر رہ جاتے تھے۔ پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ کو انگیٹھیوں اور جلانے کی لکڑی کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ لیکن باقی سوویت

یونین سے کٹ جانے کے باوجود یہ چھوٹا سا علاقہ سوویت سرزمین، بنا رہا اور جو لوگ یہاں تھے ان میں سوویت عوام کی ساری خصوصیات موجود رہیں۔ وہ منصوبے بناتے ہنسی مذاق کرتے، کھل کر قہقہے لگاتے حتیٰ کہ سالگرہیں تک منائی جاتی تھیں۔ پہلی مرتبہ ساحلی پٹی میں اترنے کے بعد گیارھویں دن یعنی ۱۵ر فروری کو ایک کمانڈو شالوا تاتاراشویلی کی ۲۳ ویں سالگرہ تھی۔ چنانچہ اس کے قریبی دوست پیوتر دیریشاگن نے اسے اپنی سب مشین گن کی ڈسک سے نکال کر ۲۳ گولیوں کا تحفہ پیش کیا۔ یہ بڑا قیمتی تحفہ تھا اس لیے کہ گولہ بارود کی ہمیشہ قلت رہتی تھی اور دشمن کے حملے کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا تھا۔

اس عالم میں کہ زندگی اور موت کے درمیان محض بال برابر فاصلہ تھا، پہلی نظر میں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ جنگ ہو رہی ہے۔ بحریہ کی پچپن ویں بریگیڈ کے سیاسی شعبہ کے سربراہ آئی۔ دوروفی یئف نے ایک مرتبہ گنتی کی تو معلوم ہوا کہ بریگیڈ میں شہری سوویتوں ضلع سوویتوں اور دیہی سوویتوں کے پندرہ اراکین بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ایک اجلاس بلانا طے پایا۔ سوال یہ تھا کہ اس اجلاس میں انھیں کن مسئلوں پر غور کرنا تھا۔ ظاہر ہے یہ مسئلے وہی ہو سکتے تھے جو وہ زمانۂ امن میں نمٹایا کرتے تھے۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنا، عمومی سروسیں فراہم کرنا وغیرہ۔ پہلے اجلاس میں انھوں نے طے کیا کہ غسل کے لیے حمّام تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ روسی طرز کا ایک شاندار حمام تیار کیا گیا۔ مجھے اس میں غسل کی دعوت دی گئی۔ یہ اگرچہ چھوٹا تھا۔ لیکن اندر اچھی خاصی بھاپ بھری رہتی تھی۔

مالایا زیملیا میں حاضر دماغی، اپج اور خوش مزاجی کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ اور ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو ان خوبیوں کے حامل ہوں مجھے یاد ہے کہ ایک شخص کو کسی کام سے گلیندزیک بھیجا گیا تھا۔ اُسے وہاں جنگل میں ایک لاوارث گائے مل گئی۔ وہ اُسے ہنکاتا ہوا گھاٹ تک لے آیا اور موٹر لانچ کے کمانڈر سے کہا کہ اسے مالایا زیملیا پہنچایا جائے پہلے تو سب بہت ہنسے مگر یہ تجویز مان لی گئی اور گائے بحفاظت تمام پہنچ گئی جہاں اس کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ بنادی گئی اور اس کا دودھ اسپتال میں زخمیوں کو پلایا جاتا تھا۔

یہ اسپتال انگوروں کے ایک سابق ریاستی باغ کے زمین دوز گودام میں قائم کیا گیا تھا۔
اصل اہمیّت دودھ کی نہ تھی۔ گائے آجانے سے بہت سے لوگوں اور خاصکر دیہات سے آنے والوں کے لیے دلبستگی کا سامان ہاتھ آگیا۔ ہر بمباری کے بعد وہ سب گائے کی خیریت معلوم کرنے آیا کرتے تھے۔ اسے تھپتھپا کر انھیں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے گاؤں میں ہوں۔ یہ بات آسانی سے سمجھائی نہیں جا سکتی۔ دراصل گائے ایک ایسا جانور ہے جس کا میدان جنگ میں تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے وہاں موجود ہونے سے ایک سنگین صورتِ حال میں نفسیاتی توازن قائم ہو گیا تھا۔ لوگوں کو یہ یقین کرنے میں مدد ملتی تھی کہ زندگی کی خوشیاں پھر لوٹ آئیں گی۔ زندگی ابھی جاری و ساری ہے اور زندگی اس قابل ہے کہ اس کا دفاع کیا جائے اور اس کے لیے لڑا جائے۔

پہلی مئی ۱۹۴۳ء کو مالایا زیملیا میں لوگوں کو بڑا شاندار تحفہ ملا۔ جوں ہی صبح ہوئی سب لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے اور پھر ان کے چہروں پر طمانیت کی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ رات کو کئی آدمیوں نے مل کر جگہ جگہ لال لال جھنڈے لگا دیئے تھے۔ صبح ہوئی تو سب نے یہ جھنڈے دیکھے۔ یقیناً جرمنوں نے بھی دیکھے ہوں گے۔ مجھے یاد ہے کہ جس زمانے میں رنگین فلمیں نہیں بنتی تھیں، جنگ جو جہاز، پوتیومکن، نامی فلم میں جب اسکرین پر سُرخ جھنڈا لال رنگ میں نمودار ہوتا تھا تو کس طرح تماشائی متاثر ہوتے تھے۔

مالایا زیملیا میں ساری زمین پر بموں اور گولیوں کی کرچیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ذرّہ ذرّہ خون پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔ چاروں طرف دشمن تھے۔ ایسے میں یوم مئی کے موقع پر سُرخ جھنڈے لہراتے دیکھ کر کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔ سب کے جوش و خروش میں اضافہ ہو گیا کیونکہ یہ جھنڈے سب کو عزیز تھے اور ان کے ساتھ سب کا ذاتی رشتہ تھا۔ پہلے تو لوگوں کو تعجب ہوا پھر پورے کیمپ میں خوشی پھیل گئی۔ یہ جھنڈے اُن کی طاقت کے علمبردار تھے اور جیسے وہ لہرا لہرا کر دشمن سے کہہ رہے تھے: ”دیکھو کم بخت فاشیو! تمھارے پاس ان کا کوئی جواب ہے؟“

۴

مالایاز ملیا میں سب سے زیادہ گھمسان کی جنگ اپریل میں، وہاں اترنے کے فوراً بعد ہوئی۔ جب مجھے سمندر کا تجربہ ہوا تھا۔ اسی زمانے کے بارے میں آپ کو بتا رہا ہوں۔

فاشیوں نے "آپریشن پنچون" کا منصوبہ تیار کیا تھا جس کا مقصد ساحلی پٹی کا صفایا کر دینا تھا۔ اس آپریشن کے لیے "وتینزل" کے تحت ایک حملہ آور فوج بنائی گئی تھی جس میں سنتالیس ہزار فوجی تھے۔ ان کی مدد کے لیے بارہ سو بمبار طیارے اور ہزاروں چھوٹی بڑی توپیں بھی تھیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ سمندر کی جانب سے بھی حملے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا جس کا نام "آپریشن باکس" رکھا گیا تھا۔ جس میں سمندری بیڑا اور آبدوز کشتیاں حصہ لینے والی تھیں۔ اس آپریشن کا مقصد ہماری بحری حمل و نقل کو ختم کر دینا اور سمندر میں دھکیل دیئے جانے کے بعد ہمارے آدمیوں کا بھی صفایا کر ڈالنا تھا۔

مالایاز ملیا میں ۱۷ اپریل کو جو لڑائی شروع ہوئی تھی وہ روز بروز سنگین ہوتی جا رہی تھی۔ صبح کا سپیدہ نمودار ہوتے ہی جرمنی کا بھاری توپ خانہ گولہ باری شروع کر دیتا اور اس کے ساتھ ہی ان کے بمبار طیارے بھی آسمان میں نمودار ہو جاتے تھے۔ یہ طیارے چالیس سے ساٹھ تک کی تعداد میں پرے باندھ کر آتے اور ہمارے قبضے میں جو ساحلی پٹی تھی اس سے بم برساتے ہوئے پیچھے تک چلے جاتے۔ پھر غوطہ مار جہاز آتے۔ جب یہ گزر جاتے تو لڑاکا ہوائی جہاز آ جاتے۔ غرض گھنٹوں یہ سلسلہ جاری رہتا پھر دشمن کے ٹینکوں اور پیدل فوج کی یلغاریں اس کے علاوہ تھیں۔

جب حملہ ہوتا تو مالایاز ملیا کا پورا علاقہ گہرے دھوئیں میں ڈوب جاتا۔ اور دشمن یہ سمجھ کر ہٹتا کہ شاید اب وہاں ایک جان بھی باقی نہیں بچی ہو گی۔ لیکن ہمارے آدمی ہر یلغار کا دنداں شکن جواب دیتے اور دشمنوں کو ہر مرتبہ سینکڑوں لاشیں چھوڑ کر پسپا ہونا پڑتا تھا۔ اس کے بعد پھر بھاری توپ خانے کی بمباری اور بمبار

طیاروں کے حملے شروع ہو جاتے۔ ہر روز کئی مرتبہ یہ واقعات دہرائے جاتے تھے۔

جہاں تک فضائی طاقت کا سوال تھا، دشمن کو ہم پر بہت زیادہ برتری حاصل تھی بمبار طیارے، حملہ آور طیارے اور لڑاکا طیارے کثیر تعداد میں موجود تھے۔ ہم انھیں نقصان تو پہنچاتے تھے لیکن بمباری کا سلسلہ بند نہیں کرا سکتے تھے۔ ہمارے پاس بمبار جہاز نہیں تھے جو دشمن کی فوج کو تتر بتر کر سکتے۔ چنانچہ فاشی ہر پسپائی کے بعد دوبارہ آسانی کے ساتھ اپنی صف بندیاں کر لیتے اور نئی یلغار کے لیے تیار ہو جاتے۔ تین دن یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر ۲۰ اپریل کی تاریخ آگئی۔ جرمن فاشی کمان کے منصوبے کے مطابق اس دن مالا زیملیا میں انھیں آخری کامیابی حاصل ہونی تھی۔

ہمیں سمندر میں دھکیل دینے کی خاطر ہٹلر نے محاذ کے اس سیکٹر میں موجود اپنی ساری فوج طاقت کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ ہمارے لیے صورت حال انتہائی نازک تھی اٹھارویں فوج کی ملٹری کونسل نے میرے ذریعہ مالا زیملیا میں موجود ہمارے سارے آدمیوں کے نام ایک اپیل مرتب کی جسے ساری خندقوں میں گشت کرایا گیا۔ ہمارے جوانوں نے اپنی انگلیاں زخمی کر کے اپنے خون سے اس پر دستخط کیے۔ بعد میں میں نے یہ سارے دستخط استالن کو بھجوا دیئے تھے تاکہ وہ جان جائیں کہ ہمارے آدمیوں کے حوصلے کس قدر بلند ہیں۔ اپیل میں کہا گیا تھا: "ہم نے نوورو سسک کے قریب دشمن سے جو علاقہ چھینا تھا اس کا نام 'مالا زیملیا' رکھا تھا۔ اگرچہ یہ چھوٹا سا علاقہ ہے لیکن یہ ہماری اپنی دھرتی ہے۔ سوویت یونین کی زمین ہے جس کا ذرہ ذرہ ہمارے خون اور پسینے میں نہایا ہوا ہے۔ ہم کسی قیمت پر اسے دشمن کے حوالے نہیں کریں گے۔ ہمیں قسم ہے اپنے امتیازی فوجی جھنڈوں کی، ہمیں قسم ہے اپنے بیوی بچوں کی، ہمیں قسم ہے اپنی عزیز مادرِ وطن کی کہ ہم دشمن کی ساری فوجوں کا خاتمہ کر دیں گے اور تامان کے پانی پر تیرتی ہوئی اس ساری فاشی گندگی کا صفایا کر دیں گے۔ ہم اس چھوٹے سے علاقے

کو ہٹلر کی فوجوں کا بڑا قبرستان بنا دیں گے ۔"

فاشیوں نے جس دن حملہ شروع کیا تھا اسی دن ہمیں اعلیٰ کمان کے جنرل ہیڈ کوارٹر سے صریحی ہدایات وصول ہوئی تھیں کہ ہر قیمت پر ہم اس ساحلی پٹی پر اپنا تسلط برقرار رکھیں۔ جنرل ہیڈ کوارٹر کے خیال میں جزیرہ نمائے تامان کی آزادی کی چابی یہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہیڈ کوارٹر یہاں کے حالات کے بارے میں پل پل کی خبر رکھتا تھا۔

۱۸ اپریل کو مارشل جی۔ کے۔ ژخوف کی رہنمائی میں جنرل ہیڈ کوارٹر کی ایک جماعت طیارے میں شمالی کاکیشیا کے محاذ کے ہیڈ کوارٹر روانہ ہوئی۔ اس محاذ کی کمان کرنل جنرل ا۔ می۔ پیتروف کر رہے تھے۔ اسی دن یہ جماعت بحریہ کے وزیر ن۔ گ۔ کزنتسوف اور فضائیہ کے کمانڈر، ا۔ ا۔ نوویکوف کے ساتھ اٹھارویں فوج کے ہیڈ کوارٹر پہنچی۔ ایک اسٹاف افسر نے جو ایک کرنل تھا اور بالکل نیا مالا یا زیملیا پہنچا تھا مجھے یہ بات بتائی اور کہا کہ:

"مارشل آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"کیا یہ حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

کرنل نے جواب دیا: "نہیں انھوں نے مجھے کوئی حکم تو نہیں دیا لیکن یہ کہا کہ وہ آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

سچ پوچھیے تو میں خود اُن سے ملنا چاہتا تھا۔ دشمن کی زبردست فضائی برتری کے سبب ہم سب پریشان تھے۔ جس دن جرمنی نے حملہ شروع کیا تھا۔ اسی دن میں نے اس سلسلہ میں اپنی رائے اپنے کمانڈر کونستن تین لیزلیدز کو بتادی تھی۔ میں مسلسل اس کا مطالبہ کرتا چلا آیا تھا کہ ہمیں فضائیہ کی مدد فراہم کی جائے۔ میں نے ملٹری کونسل کے ایک رکن، سیمیون کولونن سے بھی، جن کا میں بڑا احترام کرتا تھا، اس بارے میں تبادلہ خیال کیا تھا۔ یہ دونوں باہمت، بااصول اور تجربہ کار لوگ تھے اور دونوں نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ژخوف کو فضائی صورت حال کی رپورٹ ضرور پیش کریں گے۔ چنانچہ میں نے ان نازک لمحات میں ساحلی پٹی چھوڑنا مناسب نہ

سمجھا۔ میں نہیں گیا بلکہ مالایا زملیا میں جنگ کرنے والوں کے ساتھ رہا۔

جارجی ژگوف نے بعد میں اپنی یادداشتوں میں لکھا کہ اس وقت ہم سب اِس سوال سے پریشان رہا کرتے تھے کہ سوویت فوجی ایسے عالم میں تنگ ساحلی پٹی پر اپنا تسلّط برقرار رکھ سکیں گے کہ نہیں جب دشمن کو ہر لحاظ سے برتری حاصل ہے اور اس کی فضائیہ رات دن اس چھوٹے سے علاقے پر بم برساتی رہتی ہے۔ مارشل نے یہ بھی لکھا کہ وہ اس سلسلے میں میری رائے لینا چاہتے تھے کہ ہمارے آدمی آگ اور خون کے اس سمندر میں کم سے کم ایک دو روز ڈٹے رہ سکیں گے کہ نہیں کیوں کہ جنرل ہیڈ کوارٹر پہلے ہی ہماری مدد کے سلسلے میں وزنی اقدامات کر چکا تھا۔

اور دو دن بعد بھی صورت حال میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پھر جنرل ہیڈ کوارٹر کی محفوظ فوج کی تین فضائی ٹکڑیاں ایک ایک کر کے وہاں پہنچیں اور آتے ہی جنگ میں مصروف ہو گئیں۔ سب سے پہلے سرخ ستاروں والے طیاروں نے دشمن کے طیاروں کے لیے مالایا زملیا تک پہنچنے کا راستہ بند کر دیا۔ پھر دشمن کے مورچوں اور ٹھکانوں پر بمباری شروع کر دی۔ اب فضا میں طاقت کا توازن برابر ہو گیا تھا اور بعد میں ہمارے ہوا باز دشمن کے کئی ہوائی اڈے تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر پلڑا ہمارے حق میں جھک گیا۔

اس وقت آسمان میں جو کچھ ہو رہا تھا اُسے بیان کرنا میرے لیے بڑا مشکل ہے۔ ہم اوپر جس طرف بھی نظر ڈالتے ہمیں سوویت اور جرمن ہوائی جہاز نظر آتے جو کبھی ٹکڑیوں کی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ گھمسان کی جنگ میں مصروف نظر آتے تھے۔ گرنے والے طیارے دھواں چھوڑتے ہوئے زمین کی طرف آتے تو دھوئیں کی لکیریں ایک دوسرے کو کاٹتی نظر آتی۔ صرف تین دن کی فضائی جنگ میں ہمارے ہوا بازوں نے مالایا زملیا میں دشمن کے ۱۱۷ طیارے گرا دیئے۔ اے۔ ای۔ پوکرشکین نے جو ان خوفناک جھڑپوں میں شریک تھے، اپنی کتاب میں اس فضائی جنگ کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔

نووورو سسک اور تامان کی قسمت کا فیصلہ ہماری ایک تنگ ساحلی پٹی میں ہو رہا تھا۔ نازی کمان اس محاذ پر مسلسل کمک جھونکتی چلی جا رہی تھی۔ ہمارے آدمی ایک بھیانک خواب کی طرح مسلسل آٹھ دن اور آٹھ راتیں برابر لڑتے رہے حتّٰی کی دشمن کی طاقت جواب دے گئی۔ اور حملہ آور فوجیں اس مقام کی طرف پسپا ہو گئیں جہاں سے وہ آگے بڑھی تھیں۔ اس دوران سب سے زیادہ گھمسان کا رن ۲۰ اپریل ۱۹۴۳ء کو پڑا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس روز سے متعلق مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد ہے۔

بحر یہ کی ۲۲۵ ویں بریگیڈ میں ہمارے سیاسی محکمے کے سربراہ میخائیل ویدوف تھے وہ بڑے جری اور اہل سپاہی تھے اور اپنے آدمیوں پر ان کا بڑا اثر تھا۔ ایک مرتبہ جب ان کے کمانڈر نے انہیں تنبیہہ کی کہ وہ غیر ضروری طور پر اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں تو انھوں نے جواب دیا تھا: " جناب میں اپنے محکمہ کا سربراہ ہوں۔ کوئی بھیگے پروں والی مرغی نہیں جو دبک کر بیٹھ جاؤں۔" ہاں تو ۱۹ اپریل کو ویدوف نے پولیٹیکل افسروں کو جمع کیا۔ جنگ کے نتائج کا تخمینہ لگایا گیا اور پھر یہ سوال آیا کہ دشمن اتنی مجنونانہ جنگ کیوں کر رہا ہے۔ ویدوف نے جواب دیا کہ کل ان کے فیوہرر کی سالگرہ ہے وہ ہمارا خاتمہ کر کے اس فتح کی خبر بطور تحفہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ہم سوچنے لگے کہ کیوں نہ اس تاریخ کو ہم بھی کچھ کریں۔ ابھی ہم اس پر غور کر رہے تھے کہ آرٹسٹ بورس پرورو کوف نے جو اس وقت تک گمنام تھے، ایک رف اسکیچ بنایا اور ہم سب نے اُسے منظور کر لیا۔ اسی وقت ایک بڑا کاغذ تلاش کیا گیا۔ اس پر انھوں نے سور کی شکل کا ایک جانور بنایا جو دُم دبائے کاکیشیا کے پہاڑوں سے بھاگ رہا تھا۔ جانور کے بال اور مونچھیں دیکھ کر صاف پہچانا جا سکتا تھا کہ یہ ہٹلر کا کارٹون ہے۔ اسے ایک فریم میں لگا کر ہم نے ایک بلند جگہ نصب کر دیا۔

۲۰ اپریل کی صبح اطراف کی پہاڑیوں پر مورچے بناتے ہوئے جرمنوں نے یہ کارٹون دیکھا اور پہچان لیا کہ ہٹلر کی تصویر بنائی گئی۔ انھوں نے اس علاقے پر گولہ باری بند کر

دی۔ ظاہر ہے کہ ہٹلر کی تصویر پر وہ کس طرح گولے برساتے۔ انہوں نے سوچنے میں کچھ وقت لیا اور پھر تین طرف سے جرمن سپاہی اس پر قبضہ کرنے کے لیے رینگتے ہوئے آگے بڑھے۔ ہم تو پہلے سے تیار تھے۔ چنانچہ ہم نے انھیں بھون ڈالا۔ آدھے مارے گئے اور باقی آدھے سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس روز تین مرتبہ انھوں نے یہی کوشش کی اور ہر دفعہ بھاری نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے۔ آخر مایوس ہو کر انھوں نے اپنے ہٹلر کے کارٹون پر گولہ باری شروع کر دی۔

ہمارے آدمیوں نے قہقہہ لگا کر کہا: "یہ بات ٹھیک ہے۔ تم خود ہی اسے مارو!"

قہقہہ بذاتِ خود ایک زبردست طاقت ہے۔ یہ بلند حوصلوں اور زندہ اُمنگوں کی نشانی ہے۔ دشمن کے ایک نئے حملے کی پسپائی کے بعد میں دوروفی بیف کے ساتھ ایک خندق کے پاس سے گزر رہا تھا کہ ہمیں اپنے توپ خانے کی ایک چوکی کے پاس سے قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک نوعمر سارجنٹ کچھ فوجیوں سے باتیں کر رہا ہے۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا:

"کامریڈ کرنل! ہم اس لڑائی کے نتائج کا حساب لگا رہے ہیں۔"

"وہ کیا ہیں؟" .... میں نے پوچھا جس پر وہ کچھ شرما گیا۔ مشین گن کے آس پاس کھڑے ہوئے کچھ فوجیوں نے اس کی ہمت بندھائی اور کہا کہ سنا دو نا۔ حرج کیا ہے؟ اس نے کہا:

"ہٹلر نے یہ شیخی بگھاری تھی کہ آج کی تاریخ میں وہ ہمیں سمندر میں دھکیل دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس پر مجھے یوکرائن کی ایک منظوم لوک کہانی یاد آگئی جو ہٹلر پر صادق آتی ہے۔ کہانی یہ ہے کہ گئے تھے شیر کے شکار کو، مارا ریچھ، کھال اتاری لومڑی کی، گھر لائے خرگوش، اماں نے گوشت صاف کیا بطخ کا، پکا یا دلیا اور کھایا تو وہ بھی کڑوا نکلا۔"

اس ہنسوڑ لڑکے کی زبانی یہ کہانی سن کر اور لوگوں کی طرح مجھے بھی بڑا مزہ آیا۔

اس روز کی سنگین جنگ پر اگر انتہائی سنجیدگی سے تبصرہ کیا جاتا تو وہ بھی اتنا موثر نہ ہوتا۔ میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کہ مالایا زمیلیا کی پوری لڑائی میں یہ سخت ترین دن تھا۔ زمین پر ہر طرف شعلے تھے، چٹانوں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ فولاد پگھل گیا تھا۔ اور کنکریٹ کے پرخچے اُڑ گئے تھے۔ لیکن ہمارے آدمی اپنے حلف کے سچے رہے تھے ان کے عزم و استقلال کو بال برابر بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ کمپنیوں نے دشمن کی ٹبالینوں کے مُنہ پھیر دیئے۔ ٹبالینوں نے رجمنٹوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ توپوں نے اتنی آگ اُگلی تھی کہ ان کے دہانے تپ کر سُرخ ہو گئے تھے۔ ہمارے زخمی سپاہی اپنے مددگاروں کو پرے دھکیل کر دشمن کے ٹینکوں پر دستی بم مارتے رہے اور دست بدست جنگ میں بندوق کے کنارے اور چاقو استعمال کرتے رہے۔ یلغاریں اتنی شدید تھیں کہ جیسے ہی زمین دشمن کی لاشوں سے ڈھک جاتی، ایک نئی یلغار شروع ہو جاتی ہم انہیں مار گراتے تو مہندی رنگ کی نئی وردیوں میں نئی پرچھائیاں نمودار ہو جاتیں ہماری آٹھویں رائفل بریگیڈ کے ایک سپاہی نے تبصرہ کیا "سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ زمین سے اُگ آتے ہیں کہ آسمان سے برس پڑتے ہیں۔" اس دن ہٹلری فوجوں کو بے تحاشا افرادی برتری حاصل تھی۔ ظاہر ہے۔ ہمارا بھی بھاری نقصان ہوا تھا اکثر میرے ذہن میں یہ خیال آتا کہ ہمارے کتنے نوجوان میدان میں کھیت رہیں گے کتنے لوٹ کر کبھی گھر نہ جا سکیں گے۔ جنگ کے دنوں میں رحم دلی کے خیالات ضرور آتے ہیں۔ اور ان سے بچنا مشکل ہے۔ جنگ نہایت بے رحم ہوتی ہے جہاں موت ہر وقت سر پر منڈلایا کرتی ہے لیکن وہاں رحم دلی کے مظاہرے کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایک آدمی کو موت کے سائے سے ہٹا کر دوسرے آدمی کو اس کی جگہ بھیج دیا جائے اس صورت حال کا ایک ہی اخلاقی جواز ہے۔ وہ یہ کہ جب سب سے زیادہ گھمسان کا رن پڑ رہا ہو تو اپنے سپاہیوں کے ساتھ رہا جائے۔ انہی خطروں سے گزرا جائے اور ہر ممکن طریقے سے یہ خیال رکھا جائے کہ ہمارے آدمی خواہ مخواہ خطرہ مول نہ لیں اور اُن کا بوجھ ہلکے سے ہلکا کیا جائے۔

زمانۂ جنگ میں جو کاغذات تباہی سے بچ گئے ان میں ایک ہدایت نامہ بھی ہے جو میرے دستخطوں سے جاری ہوا تھا اور سارے سیاسی اداروں اور ہر سیاسی کارکن کو بھیجا گیا تھا۔ یہ ذرا بعد کی یعنی ۱۹۴۳ء کے آخر کی بات ہے جب کیف میں جنگ ہو رہی تھی۔ یہ ہدایات پورے زمانۂ جنگ میں میری ہدایت کرتی رہی تھیں۔ "اس کا خیال رہے کہ سپاہیوں کی جسمانی صحت پر ہمیشہ پوری توجّہ دی جائے۔ انھیں گرم کھانا اور استعمال کے لیے گرم پانی باقاعدگی سے ملتا رہے۔ اس بات کی نہایت سختی سے نگرانی کی جائے کہ وہ ہر شے جو ریاست کی جانب سے سپاہیوں اور افسروں کو جاری کی جائے، ضرور بالضرور اُن تک پہنچ جائے۔ اس سلسلے میں ہر لاپرواہی یا کاہلی سے سختی سے نمٹا جائے۔ طبّی دستوں پر خصوصی توجّہ دی جائے۔ یونٹوں کے سیاسی شعبوں کا کام ہے کہ وہ میدانِ جنگ سے زخمیوں کو اٹھا کر لانے کے لیے خصوصی عملہ مامور کریں اور اس کا خیال رکھیں کہ انھیں بروقت طبّی امداد مل سکے۔" اور آج جبکہ ان جنگوں کو ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں ہمارا فرض ہے کہ خواہ دوسری کتنی ہی مصروفیتیں ہوں، ہم جنگ کے پرانے سپاہیوں کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ وہ اس کے حقدار ہیں کہ ہر طرح ان کا خیال رکھا جائے اور روزمرّہ زندگی میں زیادہ سے زیادہ ان کی مدد کی جائے۔ ہمارے سارے سرکاری اداروں اور شہریوں پر یہ ذمّہ داری اخلاقی طور پر بھی عائد ہوتی ہے۔ یہ ان قوانین میں شامل ہے جو ہماری زندگی کی رہنمائی کرتے ہیں۔

۵

میرے خیال میں قاری مجھ سے یہ توقع کر رہا ہوگا کہ میں پارٹی اور سیاسی کام کے متعلق باتیں کروں گا جب کہ دراصل میں اب تک مسلسل اسی موضوع پر گفتگو کرتا رہا ہوں۔

کیونکہ مالاز یملیا میں ہمارے سپاہیوں نے جس پامردی کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اسی کام کا نتیجہ تھا۔ ساحلی علاقے پر زندگی کا منظم طریقہ۔ سپاہیوں کی طاقت اور صحت کا خیال۔ ہوائی جہازوں کی بروقت آمد اور امداد۔ جنگ کے وقفوں کے دوران سپاہیوں کی خوش طبعی اور حملے کے دوران ان کی بے لوث شجاعت اور یہ حقیقت کہ آخر تک لوگوں نے اپنی انسانیت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ یہ سب کچھ پارٹی اور سیاسی کام کا ثمر تھا۔ اس لئے میری سرگزشت میں ان باتوں کا علیحدہ ذکر مشکل اور غیر ضروری ہے۔

ایک سیاسی کارکن کی کوششوں کا اندازہ محاذِ جنگ پر کس طرح کیا جاسکتا ہے ایک نشانہ باز دس نازیوں کا صفایا کر دیتا ہے۔ اس کی بہت زیادہ تعریف ہوتی ہے ایک کمپنی دشمن کا حملہ پسپا کر دیتی ہے اور اپنے مورچوں پر ڈٹی رہتی ہے۔ کمپنی کمانڈر اور اس کی سپاہیوں کی حد سے زیادہ تعریف ہوتی ہے۔ ایک ڈویژن دشمن کی صفوں کو چیر کر ایک آبادی کو آزاد کرالیتا ہے۔ ڈویژن کمانڈر کی تعریف سپریم کمانڈر انچیف کے حکم ناموں میں کی جاتی ہے۔ لیکن ایک سیاسی کارکن بھی عظیم کارنامے سرانجام دیتا ہے۔ وہ سپاہیوں کو نظریاتی ہتھیار مہیا کرتا ہے۔ ان کے دلوں میں حُبّ الوطنی کے عظیم جذبات ابھارتا ہے۔ ان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے۔ اور ان کو شجاعانہ کارنامے سرانجام دینے کے لئے تیار کرتا ہے۔

فوج میں ایک حقیقی سیاسی کارکن ایک ایسا شخص ہوتا ہے۔ جس کے گرد تمام دوسرے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو سپاہیوں کی طبیعت، ان کی ضرورتوں، امیدوں اور خیالوں کا گہرا علم رکھتا ہے۔ وہ ان میں جان قربان کر دینے اور شجاعانہ کارنامے

سرانجام دینے کے لئے جوش پیدا کرتا ہے۔ اگر ہم ذہن میں یہ بات رکھیں کہ سپاہیوں کے اندر جنگ کرنے کا حوصلہ ہمیشہ ان کی شجاعت کا بہت زیادہ اہم عنصر ہوتا ہے تو پھر جنگ کا موثر ترین ہتھیار سیاسی کارکنوں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ وہی تھے جنہوں نے سپاہیوں کے دلوں اور دماغوں کو فولاد صفت بنا دیا تھا اور اس کے بغیر نہ ٹینک، نہ توپیں نہ طیارے کوئی چیز بھی ہمارے لئے فتح حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

ہر جگہ یہی صورتِ حال تھی۔ اور محاذ کے انتہائی مشکل مقام جیسا کہ مالا زیملیا (چھوٹا علاقہ) میں تو ان کے کام کی اہمیت میں مبالغے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ایسے لمحے بھی آئے جب سپاہی یہ محسوس کرتے تھے۔ کہ وہ اپنی سرزمین سے کٹ کے رہ گئے ہیں ان کو یہ باور کرانا ضروری تھا کہ کٹ کے رہ جانے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو رد کر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ الگ ہو جانے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو بھلا دیا گیا ہے۔ ان کو یہ دکھانا ضروری تھا کہ فاشزم کے خلاف جنگ تمام محاذوں پر لڑی جا رہی تھی اور یہ کہ سارے کا سارا ملک انکی پشت پر تھا۔ جو حملہ انہوں نے ابھی ابھی پسپا کیا تھا اس کا تعلق اس عظیم جنگ کے ساتھ پیدا کرنا ضروری تھا جو سوویت عوام لڑ رہے تھے۔

وہاں کسی قسم کی پرجوش تقریروں کی ضرورت نہیں تھی (اور پھر وہاں ایسی تقریریں کرنے کے لئے ہال بھی نہیں تھے) بلکہ بے تکلف اور بالمشافہ اور میں کہوں گا کہ جی کھول کر گفتگو کرنے کی ضرورت تھی۔ میں نے سپاہیوں کی ٹکڑیوں اور یونٹوں میں منعقد ہونے والے اجلاسوں میں شرکت کی ہے اور اکثر ان کے درمیان ہوتا تھا۔ میں اکثر ان کے ساتھ سیدھی سادی زبان میں گفتگو کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا ہر چند کہ مجھے اس کے لئے کوئی خاص طریقے اختیار نہیں کرنے پڑتے تھے۔ چاہے وہ کوئی سنجیدہ بات ہوتی یا محض ہنسی مذاق، میں ہمیشہ فطری اور تصنّع سے پاک طرزِ عمل اختیار کرنے کی کوشش کرتا۔ بات چاہے کتنی بھی کڑوی کسیلی ہوتی میں ہمیشہ سچائی سے کام لیتا۔ میں یہ کہنا پسند کروں گا کہ بعض اوقات ایسے افسروں سے بھی ملاقات کا موقعہ ملا جو اپنے آپ کو عام سپاہیوں

کی طرح ثابت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن سپاہی ان کی اس مصنوعی بے تکلفی کو فوراً بھانپ جاتے تھے اور ان سے بے تکلف نہیں ہوتے تھے۔

ہمارے سیاسی شعبے کے اکثر آدمی، سیاسی معلّم، کومسومول کے منتظم اور پروپیگنڈہ کرنے والے صحیح بات کرنے میں کامیاب ہوجاتے تھے سپاہی ان پر اعتماد کرتے تھے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ سپاہی جانتے تھے کہ جب صورت حال سنگین ہوجاتی ہے تو وہ لوگ جو ان کو اپنی جگہ پر جمے رہنے کی تلقین کرتے ہیں وہ خود بھی ان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے اور ان کے ساتھ مل کر رائفل ہاتھ میں لیے ان کی رہنمائی کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے اس طرح پارٹی کا لفظ جو گہرے جذبات کے ساتھ زبان پر آتا تھا اور جسے ہم نے اپنے کارناموں اور ذاتی مثالوں سے عین جنگ میں طاقتور بنایا تھا ہمارا سب سے بڑا ہتھیار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی کارکن مسلح افواج کی روح رواں بن گئے تھے۔

قدرتی طور پر وہ حملے اور مدافعت کی کارروائیوں کی تیاری میں معاونت کرتے تھے اور ان کے بغیر کسی فوجی کارروائی کا منصوبہ تیار نہیں کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر مجھے ایک بھی ایسا واقعہ یاد نہیں ہے جب جنرل میز رلدز یا کسی اور فوجی کمانڈر جن کے ساتھ میں نے کام کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی میرے نقطہ نظر یا میری کسی ترمیم کو در خور اعتنا نہ سمجھا ہو جو کبھی کبھی خاص مفید ثابت ہوتی تھی۔ لیکن جنگ میں صرف کمانڈر ہی حکم دے سکتا ہے یہ اس کا حق ہوتا ہے اور ہر چند کہ سیاسی کارکن بھی حکم جاری کر سکتا ہے میرے خیال میں اسے اپنا یہ حق غیر معمولی حالات ہی میں استعمال کرنا چاہیئے۔

میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ پارٹی کے فعال کارکنوں کے ایک اجلاس کے دوران جس کی صدارت کا موقع مجھے ملا تھا لوگ قطاروں میں زمین پر بیٹھے تھے۔ میں اپنی روداد کے وسط میں پہنچا تھا کہ دشمن کا ایک گولہ کہیں نزدیک ہی آکر پھٹا۔ ہم نے اس کی سنسناہٹ سن لی تھی۔ ہم اس قسم کی باتوں کے عادی ہوچکے تھے اور میں نے اپنا بیان

جاری رکھا۔ پھر ایک دو لمحوں کے بعد ایک اور گولہ پھٹا اس بار ہمارے آگے ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا ہر چند کہ وہ سب کے سب جنگ آزمودہ تھے اور جانتے تھے کہ دشمن کی توپوں نے ہمیں اپنے نشانے کی زد میں لے لیا ہے۔ تیسرا گولہ جیسا کہ محاذ پر کہا جاتا ہے۔ " ہمارے لئے ہوگا" اس لیے میں نے فوراً حکم دیا۔

اٹھو! نشیب تین سو میٹر بائیں طرف ہے۔ دوڑو۔!

ہم نے اپنی بحث وہاں جاکر ختم کی اور تیسرا گولہ بالکل اسی جگہ پر آکر پھٹا جہاں کچھ دیر پہلے ہم بیٹھے تھے۔ اجلاس سے واپسی پر راستے میں سیاسی معلم تیجو میروف اور میں خاموش تھے۔ اس نے صرف اتنا کہا۔ "کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔" اس قسم کے ہیں یہ لوگ!" میرے دل میں بھی یہی خیال آرہا تھا۔

اس قسم کے ہنگامی حالات میں جنگ یا وقفے کے دوران سیاسی کارکن کو یہ حق حاصل ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ حکم جاری کرے۔ لیکن اپنے روزمرّہ کے کاموں میں اسے احکام جاری نہیں کرنے چاہیئں اسے صرف وضاحت کرنی چاہیئے اور جوانوں کو قائل کرنا چاہیئے۔ اور یہ کام بھی ذہانت اور سلیقے سے کرنا چاہیئے۔ چاہے کوئی شخص غلطی پر ہی کیوں نہ ہو کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ چیخ چیخ کر اس کی توہین کرے مجھے اس عادت سے نفرت ہے جو ہر چند عام تو نہیں پھر بھی کچھ لوگ ابھی تک دوسرے ل پر چیختے ہیں۔ نہ تو کسی کاروباری ادارے کے سربراہ اور نہ ہی پارٹی کے کسی افسر کو یہ بات کبھی نظرانداز کرنی چاہیئے کہ ماتحت صرف دفتری کاموں میں ان کے ماتحت ہیں اور مزید یہ کہ وہ کسی ڈائریکٹر یا منیجر کے نوکر نہیں ہیں بلکہ پارٹی اور ریاست کے مفادات کے لئے کام کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ سب برابر ہیں۔ کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو ہمارے معاشرے کے اس مستحکم اصول سے انحراف کرنے کی اجازت دیتا ہے وہ قطعی طور پر خود کو مشتبہ بناتا ہے اور دوسروں کی نظروں میں اپنا وقار ختم کر لیتا ہے۔ یقیناً جس کسی سے بھی کوئی جرم سرزد ہوتا ہے اسے اس کی ذمہ داری اٹھانی چاہیئے۔ پارٹی۔ تنظیمی یہاں تک کہ قانونی ذمہ داری۔ ہر قسم کی۔ لیکن آپ کسی بھی طرح کسی کو ذلیل،

نہیں کر سکتے یا اس کی عزتِ نفس کو مجروح نہیں کر سکتے۔

آج میرا نقطہ نظر یہ ہے اور یہی وہ اصول ہے جس پر میں جنگ کے دوران عمل کرتا رہا ہوں۔ اور یہی وہ طرزِ عمل ہے جسے میں نے اس سیاسی شعبے کے عملے میں پیدا کرنے کی کوشش کی جس کا میں سربراہ تھا۔ میں یہ کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ وہ شعبہ پارٹی کے کاموں میں ماہر افسروں کی ایک انتہائی منظم جماعت تھی۔ تجربے اور علم کے مالک۔ اپنی پیش رفت اور ذاتی شجاعت کے لئے مشہور لوگ۔ ایسے لوگ جنہوں نے وقت پڑنے پر جنگ میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ان میں سے سب کو فتح کا دن دیکھنا نصیب نہیں ہوا لیکن ان میں سے ہر ایک نے اپنا فرض پورے وقار کے ساتھ ادا کیا۔ میں ان کو محبت سے یاد کرتا ہوں۔ جنگ کے دوران میں نے ان میں سے اکثر کا شکریہ سرکاری طور پر ادا کیا۔ میں نے ان کی مثالی کارکردگی کے حوالوں پر دستخط کئے، اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ایک بار بھی ان میں سے کسی کو سرزنش نہیں کی اور یہ کسی طرح بھی اس لئے نہیں ہوا کہ میں ان سے نرمی سے کام لیتا تھا۔ اس کے بالکل برعکس چاہے ہمیں چوبیس گھنٹے کام کرنا ہوتا میرا رویہ انتہائی سخت ہوتا تھا۔ یہ صرف اس لئے رہا کہ مجھے علم تھا کہ میں ان میں سے ہر ایک پر پورا بھروسہ کر سکتا ہوں اور انہوں نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا۔ قارئین کو اپنے لوگوں کا ہلکا سا تصور پیش کرنے کے لئے میں چند ایک کا ذکر کروں گا۔

میرا ایک ڈپٹی ایس پا خوموف تھا جو کہ سیاسی تعلیم کے شعبے کا سربراہ تھا۔ ہر قسم کی صورت حال میں مطمئن۔ اور دیکھنے میں کسی حد تک سست۔ لیکن ضرورت پڑنے پر وہ طاقت کا مجسمہ بن جاتا اور بے مثال عزم کا مظاہرہ کرتا۔ اُسے وہ ایک خاص لفظ تلاش کرنے کا خاص ملکہ حاصل تھا جس کی کسی خاص موقع پر سپاہیوں کو سخت ضرورت ہوتی تھی۔ اسی لئے فوجی کونسل کی اپیلیں اور دوسری اہم دستاویزات مرتب کرنے کے لئے دوسروں کی بجائے میں اکثر اوقات اُس کی مدد حاصل کرتا تھا۔

میجر اے۔ آرزومینان ایک انتہائی پیارا شخص تھا۔ جس کے سپرد تقریریں

کرنے اور پروپیگنڈے کا کام تھا۔ نہ صرف یہ کہ اس کا علم بہت وسیع تھا بلکہ اس کی حسِ مزاح بھی بہت تیز تھی اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہمیشہ کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ اس وقت بھی وہ بلاشبہ نمایاں قابلیت کا مالک تھا۔ جنگ کے بعد مجھے یہ سن کر بالکل حیرت نہیں ہوئی بلکہ خوشی ہوئی کہ آرزو میناں کو اکادمی میں شرکت کا اہل قرار دیا گیا ہے۔ اب وہ اور سوویت یونین کی اکادمی کی مجلسِ صدارت کا رکن بن گیا ہے۔

آئی شنکیر بیک۔ ایک تاریخ داں جس کے پاس جنگ سے پہلے ہی کینڈیڈیٹ آف سائنس کی ڈگری تھی آرزو میناں کی طرح پروپیگنڈا کا ماہر تھا۔ جی۔ یوزرکن بھی وسیع علم کا مالک تھا۔ آپ کو سیاسی شعبے کے عملے کی شجاعت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ نوورودسک پر حملے کے دوران بحرِ اسود کی بحریہ کے کمانڈر نے عین میدانِ جنگ میں اُسے سُرخ پرچم کا اعزاز عطا کیا۔ اب جب کہ میں اپنی سرگزشت میں اس قدر آگے نکل آیا ہوں مجھے اس بات کا اضافہ کر دینا چاہیے کہ اٹھارھویں فوج کے سیاسی شعبے کے تمام کارکنوں نے اس فوجی کارروائی میں جو اسے حد سے زیادہ دادِ تحسین دی گئی ہے۔

"زنامیا رودینی" (سرزمین وطن کا پرچم) ہمارا اپنا فوجی اخبار تھا جس میں ملایا زمیلیا (چھوٹے علاقے) کی تمام خبریں بڑی سرعت سے چھپ جاتی تھیں۔ خندقوں میں مقیم سپاہی بڑی بیتابی سے اس کا انتظار کرتے تھے اور یہ ہاتھوں ہاتھ ان تک پہنچتا تھا۔ میں اکثر اوقات ان کے مختصر ادارتی اجلاسوں میں شریک ہوتا اور مدیر وی۔ ورخوفسکی مجلسِ ادارت کے دوسرے ارکان سے گفتگو کرتا تھا۔ میں اخبار نویسوں کا احترام کرتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ جنگ میں ہمیشہ سپاہیوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ ساحل پر حملے کے دوران ان کے ساتھ تھے۔ وہ تخریب کاروں کے گروہوں میں شامل تھے اور معلومات حاصل کرنے کے لیے دشمن کے سپاہیوں کو پکڑ لینے میں حصہ لیتے تھے۔ اخبار کا عملہ اور اس میں لکھنے والے اعلیٰ قسم کے لوگ تھے۔ ہمہ وقتی کارکنوں کے

علاوہ جیسے کہ پراودا کا نامہ نگار سرجی بورزنکو جس کو بعد میں سوویت یونین کے ہیرو کا اعزاز ملا مُصنّف بورس گورباتوف اور شاعر پاویل کوگان ہمارے لیے لکھتے تھے دوسرے مشہور ادیب بھی ہماری فوج میں آتے تھے۔ آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ ہمارے سپاہی فوج میں پیدا ہونے والے ہمارے اپنے شاعر کے کسی برجستہ مصرع یا محاذ جنگ کے بیدھے سادے اخبار میں چھپنے والی کسی تصویر کی داد جی کھول کر دیتے تھے۔ کیونکہ وہ مصرعہ اور وہ تصویر ان سے براہ راست مخاطب ہوتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار صبح کے وقت اگلے مورچوں سے واپس آتے ہوئے میں نے دو عورتوں کو سمندر کی طرف سے آتا ہوا دیکھا۔ ان میں سے ایک چست وردی میں ملبوس چھوٹے قد کی سُرخ بالوں والی لڑکی تھی۔ ہم نے سلیوٹ کیا اور میری گاڑی آگے بڑھ گئی۔ میں نے اپنے کوسومول کے معاملات کے نائب سے وعدہ کر رکھا تھا کہ صبح پانچ بجے میں بہت سے نوجوان لوگوں سے ملوں گا تاکہ جنگ میں کام آنے والے اپنے کامریڈوں کی جگہ کوسومول منتظمین کا انتخاب کر سکوں۔ وہ سُرخ بالوں والی لڑکی بھی کاغذ کے کئی تختے لیے ہوئے آئی۔

"تم کہاں سے آئی ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"بحریہ کے سپاہیوں کی بٹالین سے۔"

"ان سے تمہارا نباہ کیسے ہوتا ہے؟"

"بہت اچھی طرح۔"

"وہ تمہیں تنگ تو نہیں کرتے؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

ظاہر ہوتا تھا کہ اسے تصویر کشی کا شوق تھا۔ اسی وقت موقعہ پر ہی اس نے اپنے اخباری ورق مجھے کھول کر دکھائے۔ ایک تصویر کا عنوان مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اتنی بھی کیا نرم۔ دلیا؟

اس نوجوان عورت ماریا پیڈنکو نے مالا زیملیا کے لیے اپنی خدمات پیش کی تھیں اور وہ ساحل پر اترنے کے دنوں ہی سے مہم جو دستوں کے ساتھ تھی۔ وہ برستی

گولیوں میں میدان جنگ سے زخمیوں کو اٹھا کر لاتی جب جنگ ذرا تھمتی تو وہ خندقوں کا دورہ کرتی۔ خط لکھنے کے کاغذ، لفافے اور تصویریں سپاہیوں میں تقسیم کرتی۔ تقریریں کرتی اور نظمیں سناتی۔ سب سپاہی اس سے محبت کرتے تھے اور اس کا شمار سب سے بہتر پروپیگنڈہ کرنے والوں میں ہوتا تھا۔ ہاتھ سے لکھا ہوا اخبار "پولندرا" بھی اسی کی ایجاد تھی۔ وہ اس کے کئی نسخے "چھاپنے" کا انتظام بھی کرتی اور سپاہی اسے انتہائی شوق سے پڑھتے یہاں تک کہ پرزے پرزے ہو جاتا۔ جہاں کہیں بھی اس اخبار کے ورق پہنچے اور پڑھے جاتے وہاں قہقہے بکھر جاتے۔

ماریا بعد میں نوودروسسک کی جنگ میں زخمی ہوگئی مگر جلد ہی صحت یاب ہو کر واپس محاذ کے اگلے دستوں میں پہنچ گئی۔ اس کے شجاعانہ کارناموں کی وجہ سے اُسے تین جنگی اعزاز عطا کئے گئے۔ جب کیف میں سخت جنگ ہو رہی تھی اس نے وہاں جانے کی درخواست کی تھی۔

مجھے ایک بار ایک اخبار معلوم نہیں "پراودا" یا "ازوستیا" میں اس کا ایک مضمون بعنوان "محبت" پڑھنے کا موقعہ ملا۔ عنوان سے میں سمجھا کہ شاید کوئی جذباتی سا مضمون ہوگا۔ مگر ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ مضمون وطن اور وطن کی محبت کے متعلق تھا۔

اپنے وطن کے لئے ماریا پیڈنکو نے اپنی جوانی اور زندگی کا خیال نہیں کیا۔ اس کے روزنامچے میں جو بعد میں شائع ہوا۔ مالا زیملیا کے متعلق بھی کچھ تحریریں تھیں۔

"زمین کے نیچے سے گھسٹ گھسٹ کر باہر کی دنیا کو ایک نظر دیکھنے کے لئے اوپر آئیں تو دل خوشی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ زندگی سے محبت کا کیسا احساس پیدا ہوتا ہے۔"

"لیکن ہر طرف کھیتوں میں جنگ کی ظالم مشین نے ہل چلا دیا ہے۔"

"ہر طرف شکستہ عمارتوں کا ملبہ اور کچلی ہوئی قیمہ بنی ہوئی زمین پر بھورے سُرخ خون کے لوتھڑے نظر آتے ہیں۔"

"ابھی دھوپ سے جی بھر کے لطف اندوز بھی نہیں ہو پاتے کہ ہوائی حملے کا الارم ہو جاتا ہے۔"

"پھر غار میں جانا پڑتا ہے۔"

"جہاں سیلن چہرے سے ٹکراتی ہے اور بموں کے خولوں سے بنائے لیمپوں کے دھوئیں میں اپنے دوستوں کے چہرے مشکل سے پہچانے جاتے ہیں۔"

ہمارے بے شمار بہادروں کی طرح ہماری ماریا آج زندہ نہیں ہے۔ اس شاندار عورت کو یاد کرتے ہوئے مجھے اپنے وطن کی دوسری بہت سی بیٹیوں کا خیال آتا ہے جنہوں نے ہمارے سپاہیوں کے ساتھ جنگ کی صعوبتیں برداشت کیں۔ میں ان میں سوویت عورت کی عظمت کو مجسم ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

۶

حملہ —— اپریل کی جنگوں کے بعد ادنےٰ سپاہی سے کمانڈر تک تمام فوج کو صرف اسی کا انتظار تھا۔ ہم سب کو اپنے گاؤں اور شہر دشمن کے قبضے میں چلے جانے کا سخت رنج تھا۔ محاصرے کے طویل مہینوں نے ہمارے دلوں میں حملہ آوروں کے خلاف غیض و غضب پیدا کر دیا تھا۔ اور انتقام کی پیاس ناقابل برداشت ہو چکی تھی۔

یہ کب ہوگا؟ کب؟ سپاہی۔ افسر اور سیاسی کارکن حملے کا لفظ زبان پر لائے بغیر پوچھتے پھرتے تھے کیونکہ ہر کوئی جانتا تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ ہم جواب میں صرف ایک ہی لفظ کہہ سکتے تھے "جلد" حملے کا وقت اور منصوبہ سخت راز میں رکھا گیا تھا۔ لیکن اس کی تیاریوں کو مخفی رکھنا بہت مشکل تھا اور حقیقت میں اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

دشمن پر کاری ضرب لگانے کا موقع پیدا ہو رہا تھا۔ اب سرخ فوج ہر محاذ پر پیش قدمی کر رہی تھی۔ فاشی کمانڈر نے اچانک حملے اور ہتھیاروں کی برتری کی وجہ سے جو فائدے حاصل کیے تھے وہ اب ضائع ہو چکے تھے۔

۱۹۴۳ء میں محاذِ جنگ کے پیچھے کام کرنے والے بہادر سوویت مزدوروں نے ۲۴۰۰۰ ٹینک اور خودکار توپیں۔ ۳۵۰۰۰ ہوائی جہاز اور ۱۳۰٫۰۰۰ توپیں محاذ پر بھیج دی تھیں۔ اس وقت دشمن کے مقابلے میں ہم کو زیادہ بہتر ہتھیار زیادہ تعداد میں مہیا تھے۔ ان سب باتوں کا یہ نتیجہ تھا کہ ۱۹۴۳ء کے موسم گرما میں بڑی بڑی جنگوں کا ایک سلسلہ جیتنے کے بعد سوویت فوج مغرب میں وسطی محاذ پر ۳۰۰ کلومیٹر اور یہاں سے جنوب میں ۶۰۰ کلومیٹر آگے بڑھ چکی تھی۔

جب نوودروسسک پر حملہ کرنے کا خیال پیدا ہوا تو اس وقت کیا صورتِ حال تھی؟

سٹالن گراڈ کی جنگ کے بعد ہٹلر نے محسوس کیا کہ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ تباہ کن گھیرے میں آجائے گا اس لیے اس نے جنوبی محاذ پر انتہائی سختی سے اپنے قدم جما رکھے تھے۔ وہ جان گیا تھا کہ جزیرہ نمائے تامان کے ہاتھ سے نکل جانے کا مطلب کریمیا سے ہاتھ دھونا ہوگا۔ اور اس کے نتیجے میں یوکرین میں اس کی فوجوں کے لیے سخت خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ تامان پر قبضہ جمائے رکھنے کے لیے فاشیوں نے انتہائی مضبوط دفاعی موروچوں کا ایک سلسلہ تعمیر کر لیا تھا۔ یہ سلسلہ بحیرہ اسود سے بحیرہ آزوف تک چلا گیا تھا اس کے دو منطقے تھے جو بارودی سرنگوں۔ ٹینک شکن رکاوٹوں۔ چوبی قلعوں۔ مشین گنوں کے پختہ اڈوں اور بکتر بند توپوں کے مورچوں سے پٹے پڑے تھے۔

اے گریچکو کی فوج ہمارے ساتھ مل کر جنگ میں مصروف تھی اور اس کو سب سے پہلے فاشیوں کی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ ایک پہاڑی پر قبضہ کرتا اور پھر ٹھہر جاتا مجھے یاد ہے کہ لیزلدز، کولونن، کرنل زیریلوا اور میں کاکیشی چوغے پر لیٹے ہوئے ایک بار فوجی صورت حال پر بحث کر رہے تھے اور لیزلدز نے کہا تھا۔ تمہیں کیا معلوم۔ تامان اور کریمیا کی کنجی ان پہاڑوں میں نہیں ہے بلکہ نوودروسسک پر دھاوا بول کر قبضہ کر لینے میں ہے۔ ہمیں سپریم کمانڈر سے مزید ۲۰٫۰۰۰-۱۷ ہزار تک سپاہیوں کی کمک طلب کرنی چاہیے۔ ہم فوج کشی کریں گے اور شہر پر دھاوا بول کر

اس پر قبضہ کرلیں گے۔

ہم نے بالکل یہی کیا۔ لیبزلدز نے ماسکو سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کیا اور سپریم کمانڈ نے پیش قدمی کے ہمارے اس منصوبے کی منظوری دے دی۔ اور گلیڈکوف کا ڈویژن ہمارے حوالے کر دیا اور اس طرح اس کا آغاز ہوا۔

نوودروسسک جرمن مزاحمت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اگلے محاذ کے ساتھ ساتھ طاقتور قلعہ بندیوں کے علاوہ انہوں نے شہر میں بھی بہت سے مضبوط مورچے تعمیر کر رکھے تھے۔ بڑی بڑی عمارتوں، صنعتی مرکزوں۔ اناج گھر اور ریلوے اسٹیشن کی حفاظت کے سخت انتظامات کیے گئے تھے۔ مختلف اضلاع اور رہائشی عمارتوں کے لیے آڑی ترچھی مواصلاتی خندقوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ اور گلیوں کو حفاظتی رکاوٹوں سے بند کر دیا گیا تھا۔ بندرگاہ کے حفاظتی اقدامات خاص طور پر سخت کر دیے گئے تھے۔ نازی کمانڈ کا خیال تھا کہ وہ سوویت فوج کی چالوں کو خوب سمجھتی ہے۔ ہم مزاحمت کے بڑے بڑے مرکزوں پر براہ راست حملہ نہیں کریں گے۔ بلکہ ان کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں گے۔ اس طرح جب انہوں نے نوودروسسک کی قلعہ بندی کی تھی تو ان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ اس پر دھاوا بول دیا جائے گا۔ یہاں ان کا اندازہ غلط تھا۔ ہماری چالوں کا ایک خاص انداز ان کی لچک تھی۔ نوودروسسک میں خاص طور پر دشمن کے دفاعی مورچوں کو توڑنے کے لئے ہم جس وجہ سے آمادہ ہوئے تھے وہ اچانک حملے کا عنصر تھا۔

اٹھارویں فوج اب تک ساحل پر اترنے کا بہت زیادہ تجربہ حاصل کر چکی تھی۔ اور ہم سمجھتے تھے کہ شہر پر بیک وقت نہ صرف دو طرف سے جیسا کہ پہلے خیال تھا بلکہ تین طرف سے حملہ کیا جا سکتا ہے۔ زمیسکایا خلیج یعنی کہ مالا زمیلیا کی طرف سے۔ سیمنٹ کے کارخانوں کی طرف سے اور سمندر کی طرف سے بھی ساحل پر اترنے والی فوج کے ساتھ جو دشمن کو بالکل اچانک جا لے گی۔ اس منصوبے پر عمل کیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ ایک اور حیران کن منصوبہ تیار کیا جا رہا تھا۔ ساحل پر بڑی تعداد

میں فوج اتارنے کے لئے قدرتی طور پر بڑے بڑے جہاز استعمال کئے جاتے ہیں اور جرمن ان پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے اپنے سپاہیوں کو ساحل پر اتارنے کے لئے چھوٹی کشتیاں استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ ساحلی قلعہ بندیوں پر تارپیڈو حملے کا منصوبہ بھی بنایا گیا تھا۔ اس سے پہلے ساحلی ٹھکانوں پر حملہ کرنے کے لیے تارپیڈو استعمال میں نہیں لائے گئے تھے وہ بحری جنگوں میں جہازوں کو نشانہ بنانے میں استعمال ہوتے تھے۔ تارپیڈو کشتیوں کے عملے کو منصوبے کے مطابق تارپیڈو حملے کو کامیاب بنانے کے لیے سخت محنت کرنا پڑی۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ جس منصوبے کا علم دشمن کو ہو جائے وہ اپنے آغاز ہی میں نصف ناکام ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمارے سامنے سب سے بڑا کام یہ تھا کہ مکمل رازداری برتی جائے۔ ہم نے آنے والے حملے کے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت پر پابندی لگا دی۔ اس کی منصوبہ بندی میں کم سے کم لوگوں کو شامل کیا گیا۔ محاذ کے بڑے حصے پر دیکھ بھال کا کام اتنے بڑے پیمانے پر اس غرض سے عمل میں لایا گیا تھا کہ دشمن کو الجھن میں ڈال دیا جائے۔ جرمنوں کو غلط اطلاعات پہنچانے کے اقدامات بھی کئے گئے۔ بڑی مہارت سے عمل میں لائی گئی چالوں سے دشمن کو یہ یقین دلایا گیا کہ یوژنایا اوزریکا کے قریب ایک بار پھر ساحل پر اترنے کے لیے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

اس آپریشن کے لئے پارٹی کی سیاسی حمایت کو اتنا ہی ضروری سمجھا گیا جتنا کہ س کے لئے کئے جانے والی فوجی تیاری۔ اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ جب تک حملہ شروع ہو ہر فوجی دستے میں پارٹی کی مکمل تنظیم موجود رہے۔ اس کے لیے کمیونسٹوں کو ملے کے اہم سیکٹروں پر تعینات کیا گیا تھا۔ مہم جو دستوں کے لئے سپاہیوں کے انتخاب میں ص احتیاط سے کام لیا گیا تھا۔ ان میں سے ۶۰ سے ۷۰ فی صد تک کمیونسٹ اور کومسومول کے کن تھے۔

یاسی شعبے کے اراکین کو نہایت ہوشیاری سے تعینات کرنے کے کام کا بھی بانے خاص خیال رکھا ان میں سے ہر ایک کسی خاص یونٹ کے ساتھ حملے کی ساری

مدت کے لئے وابستہ کیا گیا تھا۔ بعد میں ان کے ڈویژنوں اور رجمنٹوں میں ان سے ملاقات ہوئی، تو میں نے دیکھا کہ وہ بڑی تندہی کے ساتھ مصروفِ پیکار تھے اور دوسروں کے دلوں میں اپنے جنگجویانہ جذبے سے عزم و حوصلہ پیدا کر رہے تھے ہم نے سیاسی کارکنوں کی ایک بڑی تعداد فاضل دستوں سے بھی حاصل کر لی تھی اس طرح جو کارکن جنگ میں کام آتے تھے ان کی جگہ فوراً پُر کر دی جاتی تھی۔ پارٹی کے ہر منتظم کے ساتھ دو اور ہر کومسومول منتظم کے ساتھ تین نائب ہوتے تھے۔ اس طرح ہم ہر وقت ہر یونٹ میں پارٹی اور کومسومول رہنما شامل رکھنے میں کامیاب ہو سکے۔

نوورو سسک کی آزادی کے بعد جیسا کہ ظاہر ہوا "ساحل پر اترنے والی فوج کا کتابچہ" جو کہ ہم نے مرتب کیا تھا بہت کار آمد ثابت ہوا۔ شروع کے چند پیروں میں ہر محاذ پر سرخ فوج کی کامیابیوں اور نازیوں کے ظلم و ستم کی داستانیں درج تھیں اس میں کہا گیا تھا کہ آخر کار دشمن پر کاری ضرب لگانے اور اس کے تمام ظلموں کا بدلہ چکانے کے لئے ہمارا وقت بھی آ پہنچا ہے۔ اس کے بعد عملی ہدایات درج تھیں۔ فوج کے ہر رکن کو مختصر الفاظ میں یہ بات یاد دلائی گئی تھی کہ اس نے ساحل پہ فوج اتارنے والی کشتی پر سوار ہونے۔ ساحل پر اُترنے اور آخر جنگ میں شریک ہونے کے لئے کیا طرزِ عمل اختیار کرنا ہے۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو پہلے ہی سے یہ تربیت دی جائے کہ غیر متوقع حالات میں انہوں نے کیا کرنا ہے۔ یہ کتابچہ ہر جوان کو دیا گیا تھا۔

میں نے کتابچے کا یہ خیال خانہ جنگی کے دوران جنوبی محاذ پر نبرد آزما سپاہیوں سے مستعار لیا تھا۔ جب لینن نے اس قسم کے کتابچے میں بہت زیادہ دلچسپی ظاہر کی تھی اور اس کے خاص خاص اہم حصوں پر نشان لگائے تھے۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنی پارٹی اور اپنے تمام سیاسی کام کے لئے ان کئی نکات کو اختیار کیا جن کی طرف لینن نے خاص طور پر اشارہ کیا تھا۔ یہاں مثال کے طور پر اس کتابچے میں سے چند سطریں

درج کی جاتی ہیں :۔

"کامریڈ کمیونسٹ! جنگ کے دوران تم کو سب سے اگلی صفوں میں ہونا چاہیے اور سب سے آخر میں میدان جنگ سے واپس آنا چاہیے۔ تمہیں محاذ پر سرخ فوج کی تربیت کے لئے بھیجا جا رہا ہے لیکن تم کو کسی وقت بھی رائفل سنبھالنے اور اپنے ذاتی مثال سے یہ بات ثابت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے کہ ایک کمیونسٹ نہ صرف وقار کے ساتھ زندہ رہنا جانتا ہے۔ بلکہ اسے بہادری کے ساتھ مرنا بھی آتا ہے۔"

حملے کی تیاری کے شب و روز مجھے انتہائی شدید مصروفیت اور بے پناہ ذمہ داری کے ایک زمانے کی طرح یاد ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ مالا یا زیملیا پر محاصرے کے شب و روز سے کس قدر مختلف تھا۔ کام سخت نہیں تھا۔ ذمہ داری خوشگوار تھی اور لوگوں کے ساتھ ہر ملاقات حوصلہ افزا تھی۔ بحریہ کی ایک علیحدہ بٹالین نے جس کی رہنمائی مالا زیملیا پر سب سے پہلے اترنے والے بہادروں وی بوتیلایوف اور سیاسی معاملات میں اس کے نائب این۔ ستارشینوف کر رہے تھے اپنے آپ کو ساحل پر سب سے پہلے اتر کر حملہ کرنے کے لئے پیش کیا۔ یہی وہ بٹالین تھی جس کو نوورو سسک میں دشمن کے قبضے سے واپس چھینی ہوئی سب سے پہلی عمارت پر لہرانے کے لئے جھنڈا دیا گیا تھا پیٹی افسر درجہ دوم ولادیمیر سموروزیوسکی کمیونسٹ پارٹی کے ایک نوجوان رکن نے یہ جھنڈا ایک عظیم اعزاز کے طور پر قبول کر لیا۔ اس قسم کے اعتماد سے شدید طور پر متاثر ہو کر اس بہادر نگران سپاہی اور مالا یا زیملیا پر پہلے حملے کے لئے اترنے والے جنگی ہیرو نے اپنے ساتھیوں سے یہ عہد کیا کہ "میں بحریہ کا وقار بلند رکھوں گا۔"

آخر کار فوجی کمانڈر کے۔ لیسنری لدز نے ان تمام کمانڈروں کو طلب کیا جن کو حملہ اور فوجوں کی کمان سونپی گئی تھی۔ اور حملے کے وقت کا اعلان کیا۔ ۹ ستمبر کی رات کو حملے کا وہ خاص گھنٹہ اور منٹ۔ یہاں ہر افسر کے کام کی آخری جزئیات کا فیصلہ کیا گیا اور پھر حملے سے ۱۲ گھنٹے پہلے شمالی کاکیشیائی محاذ کے کمانڈر انچیف آئی۔

پیرطوف نے فوج اور بحریہ کے کمانڈروں کا ایک طویل اجلاس طلب کیا جہاں ہر ایک نے اپنی تیاری کی صورت حال کی رپورٹ پیش کی۔

حملے سے ایک گھنٹہ پہلے تمام رائفل یونٹوں اور مہم جو دستوں میں اور جہازوں پر اجلاس منعقد کیے گئے۔ سپاہیوں کو بہت سی معلومات بہم پہنچائی گئیں اور یہ کام اس سے پہلے نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اب وہ وقت آ پہنچا تھا جب ہر ایک کو ان الفاظ کا انتخاب کرنا تھا جو انتہائی ضروری تھے۔ میں نے بہت سے اجلاسوں میں شرکت کی اور بذاتِ خود دیکھا کہ سپاہیوں نے حملے کے حکم کا انتہائی اطمینان بلکہ میں کہوں گا کہ انتہائی مسرت سے خیر مقدم کیا۔

وہ لمحہ جس کا انتظار ہم کو ۲۲۵ دنوں اور راتوں سے تھا آخر آ پہنچا تھا۔ کمانڈر کی دیکھ بھال کی چوکی مار کو تخسکی پہاڑی پر قائم کی گئی تھی۔ جہاں سے زمیسکا یا خلیج۔ بندرگاہ۔ اور شہر کے ایک بڑے حصے کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔

رات ہو گئی۔ حملہ شروع ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا۔ لیکن بہت سے لوگ پہلے ہی سے جمع ہو گئے تھے۔ فوجی کمانڈر۔ چیف آف سٹاف جنرل این پاولو فسکی سٹاف افسروں کے ایک گروہ کے ساتھ۔ توپ خانے کا کمانڈر جنرل جی کار یوفلی اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ اور دوسری فوجوں کے کمانڈر۔ گہرا سکوت ٹیلیفون کی گھنٹی سے ٹوٹتا تھا۔ نگران اطلاعات بہم پہنچا رہے تھے کہ دشمن کے مورچوں پر کوئی نقل و حرکت نظر نہیں آتی۔ کبھی کبھی کسی توپ کے گولے کی...... اکا دکا آواز سنائی دے جاتی تھی۔ کہیں کوئی راکٹ پھٹتا اور پھر ہر طرف خاموشی چھا جاتی۔ کسی وجہ سے ہر کوئی آہستہ سے بلکہ سرگوشی کے انداز میں بات کرتا تھا۔ افسر اور جنرل بار بار اپنی گھڑیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

آخر کار وہ خاص وقت صبح ۲ بج کر ۴۴ منٹ پر آ پہنچا۔ مجھے علم تھا۔ کہ اس لمحے ۸۰۰ توپیں اور ۲۰۰۰ کیتوشا ہیں آگ اگلنے لگیں گی اور یہ کہ ۱۵۰ بمبار طیارے فضا میں پرواز کرنے لگیں گے۔ قدرتی طور پر مجھے اس ضرب کی شدت کا کچھ اندازہ

ضرور تھا لیکن جو کچھ میں نے سنا اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ساری زمین دہل رہی ہے۔

توپوں کی گولہ باری پندرہ منٹ تک جاری رہی اور اس دوران پہلے سے دیکھے ہوئے ٹھکانوں پر ۲۵ ہزار گولے برسائے گئے۔ بحری اور رائفل یونٹ مالایا زمیلیا چپمو سے حملے میں کود پڑے۔ ہم نے ساحل کی اس قیمتی پٹی پر اتنے طویل عرصے تک بے کار قبضہ نہیں کر رکھا تھا۔ دوسری طرف سیمنٹ کے کارخانوں کے قریب سے ایک حملہ کیا گیا۔ سمندر کی طرف سے ساحل پر اترنے والی ایک فوج نے منصوبے کے مطابق دشمن کو اُلجھا لیا۔

شہر میں مختلف جگہوں پر لگی ہوئی آگ کی روشنی نے زمیسکایا خلیج کو روشن کر دیا تھا۔ میں اندھیرے میں گلیندزک کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا لیکن صرف بندرگاہ کے نزدیک ہی مجھے "حصار شکن" کشتیوں کا پہلا گروہ انتہائی تیز رفتار سے گزرتا اور رکاوٹوں کو تباہ کرتا ہوا نظر آیا۔ بر واقعہ توپ خانے کی گولہ باری شروع ہونے کے چھ منٹ بعد پیش آیا۔ ایک پہلے سے متفقہ اشارہ ظاہر ہوا۔ "راستہ صاف ہے" چند لمحے بعد تارپیڈو کشتیاں انتہائی تیز رفتار سے خلیج میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے مشرقی اور مغربی مال گودیوں پر بھاری تارپیڈو برسانے شروع کر دیئے یہ ایک تباہ کن ضرب تھی جس نے ساحلی قلعہ بندیوں میں تباہی مچا دی۔ دھوئیں اور سیمنٹ کے غبار نے ساحل کو ڈھانپ لیا۔ اس نے ہماری فوج اتارنے والی کشتیوں کو دشمن کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ اور ٹھیک پندرہ منٹ میں یعنی عین اس لمحے جب توپ خانے سے گولے برسنے بند ہوئے بوتیلیوف کی بٹالین گھاٹ پر مصروف پیکار تھی۔ آدھ گھنٹے کی مدت میں ۸۰۰ سپاہی بھاری مشین گنوں مارٹروں اور ٹینک شکن رائفلوں سمیت دشمن کی شدید گولہ باری کے باوجود ساحل پر اتر چکے تھے۔

خلیج زمیسکایا میں مکمل افراتفری کا عالم تھا۔ کشتیاں ہر طرف دوڑ رہی تھیں۔ اور جیسے ہی وہ مڑتیں پانی چادریں اڑتی نظر آتیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ

کسی لمحے بھی آپس میں ٹکرا جائیں گی مگر ہر چیز سختی سے ایک اوقات نامے کیمطابق عمل کر رہی تھی۔ تارپیڈو کشتیوں کے پیچھے توپ بردار کشتیاں، گشتی کشتیاں اور ماہی گیری کی کشتیاں سب اپنے اپنے راستوں پر آ رہی تھیں۔ لیسا نایا (ممبر) الیبویرٹ نایا (ایلیوبرٹ) نیفتنا لونایا (آئل ٹینکر) اور امپورٹنایا (امپورٹ) مال گودیوں پر یکے بعد دیگرے حملے ہو رہے تھے۔ گولوں اور آگ کے شعلوں نے بندرگاہ کے چاروں طرف خلیج کو روشن کر دیا تھا۔ پانی حقیقت میں کھول رہا تھا۔

تقریباً ٹھیک اسی وقت جب بوتیلیوف کی بٹالین نے لسنایا مال گودی پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کیا ۱۳۳۹ ویں رائفل رجمنٹ کا دائچک کی سربراہی میں سیمنتیا (سیمنٹ) کی مال گودی پر اتر گئی۔ اور اگرچہ ساری رجمنٹ نہیں اتر سکی پھر بھی جو سپاہی ساحل پر قدم جمانے میں کامیاب ہوگئے انہوں نے دشمن کی قلعہ بندیوں پر بھرپور حملہ کر دیا۔ صبح تک انہوں نے ایک اور اہم اور مضبوط مقام "پرولتاری"، سیمنٹ کے کارخانے پر قبضہ کر لیا تھا۔ باقی ماندہ رجمنٹ دوسری رات ان کے ساتھ آ ملی۔

نگران چوکی پر ٹیلیفون کی گھنٹی مسلسل بجتی رہتی تھی۔ تمام یونٹوں کے ساتھ قابلِ اعتماد رابطہ قائم رکھا گیا تھا۔ آزمودہ کار فوجی کمانڈر جنگ کی ہدایات بڑے اطمینان اور اعتماد کے ساتھ دے رہا تھا جیسے ہی جنگ تیز ہوتی جاتی تھی وہ تیزی سے یونٹوں کو مجتمع کرتا۔ فاضل دستوں کو آگے بڑھاتا اور جہاں کہیں خطرناک صورت حال پیدا ہوتی کمک بھیجتا تھا۔

پہلے چند لمحوں کی حیرانی کے بعد دشمن نے اپنے ہوش و حواس پھر سے بجا کر لئے۔ ہر عمارت اور عمارتوں کے ہر سلسلے میں گولیوں کی بوچھاریں آ رہی تھیں۔ ساحل کے جس قطعہ زمین پر ہم نے قبضہ کر لیا تھا اس کا اندازہ کرتے ہوئے نازیوں نے اس پر گولہ باری شروع کر دی لیکن ہمارا توپ خانہ بھی ہمارے آگے بڑھتے ہوئے یونٹوں کی مدد کر رہا تھا۔ ہمارے ہوا بازوں نے اپنے حملوں کا منصوبہ اس طرح تیار کیا تھا کہ وہ

دشمن کے مقبوضہ علاقے پر مسلسل بمباری کر سکتے تھے ہمارے ہوائی جہاز ہر وقت آسمان پر اڑتے نظر آتے تھے اور دن میں چھ یا سات حملے کرتے تھے۔

دوسری رات کو، ۱۳۳ ویں رجمنٹ بجلی گھر کے قریب ساحل پر اتر ی۔ کرنل وی۔ ورو تسکی جو کہ ۳۱۸ ویں رائفل ڈویژن کی کمان کر رہا تھا، رجمنٹ کے ساتھ ہی ساحل پر اترا مگر اس کے ساتھ رابطہ قائم نہ رہ سکا۔ میں نے دیکھا کہ فوجی کمانڈر پریشان ہو گیا ہے۔ نہ صرف ایک کمپنی یا ایک بٹالین بلکہ بڑے حملے کے مقام کی طرف بھیجا جانے والا پورا ڈویژن لا پتہ ہو گیا تھا۔

لیزلدز نے ایک اعلیٰ افسر کو بجلی گھر کے علاقے کی طرف ورو تسکی کا کھوج لگانے کے لیے بھیجنے کا فیصلہ کیا تا کہ صورت حال کا جائزہ لے اور فوراً واپس آکر اطلاع دے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے یہ تجویز پیش کی کہ کمانڈر یہ کام میرے نائب پاخوموف کے سپرد کر دے۔ کمانڈر۔ اے جو اسے بخوبی جانتا تھا۔ فوراً رضامند ہو گیا لیکن آپریشن کے سربراہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے شعبے کے ایک افسر کپتان پوشتسکی کو بھی پاخوموف کے ہمراہ کر دے۔

"میری جیپ لے جاؤ" کمانڈر نے مزید کہا۔

ان کو اگلے مورچوں میں سے ہو کر شہر میں داخل ہونے کا راستہ بنانا پڑا۔ ایک منطقے میں سے گزرتے ہوئے ان پر دشمن بھاری گولہ باری کرتا رہا۔ پھر ان کو ورو تسکی کو تلاش کرنا تھا۔ ایک ماہر کی نظر سے صورت حال کا مشاہدہ کرنا تھا نقشے پر اس کا نشان لگانا تھا اور جتنی جلدی ہو سکے واپس آنا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ دونوں صحیح سلامت واپس آ گئے۔ ہر چند کہ کمانڈر کی جیپ جو انہوں نے "ر اکتوبر" کارخانے کے قریب کھڑی کی تھی گولہ باری سے ریزہ ریزہ ہو کر اڑ گئی۔ بے شمار رکاوٹوں پر قابو پاتے اور ایک گندے پانی کے پائپ کے ساتھ ساتھ اپنا راستہ بناتے ہوئے جو کہ ساحل پر بچھایا گیا تھا وہ بجلی گھر کے سامنے کھلی زمین کے ایک چھوٹے سے قطعے پر پہنچے۔ دائیں طرف ایک لمبی عمارت تھی جس میں سے فاشسٹ برابر گولیاں برسا رہے

تھے بجلی گھر تک پہنچنے کے لیے تقریباً ۶۰ میٹر کا فاصلہ طے کرنا ضروری تھا لیکن اس کے لئے راستہ یا تو صرف کھلی جگہ میں سے یا پھر عمارت کے ساتھ ساتھ کوئلے کے چند ڈھیروں کے پیچھے سے ہو کر گزرتا تھا۔ انھوں نے ایک فوری فیصلہ کیا۔ پوشتسکی نے کوئلے کے ڈھیروں کے پیچھے رینگنا شروع کر دیا جبکہ پاخوموف اس خطرناک کھلی جگہ پر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دوڑ پڑا۔ بعد میں اس نے پوری سنجیدگی سے ہمیں یقین دلایا کہ تیز دوڑ کا کوئی عالمی چیمپئن بھی اسے نہیں پکڑ سکتا تھا۔ خطرے کے باوجود وہ دونوں اس طرح واپس آ گئے اور صرف ایک نہیں دو نقشے اور رپورٹیں اس یقین کے ساتھ ہمراہ لائے کہ اس کی اطلاع فوجی کونسل کو دی جائے گی۔ وہ ایک افسوسناک خبر بھی لائے۔ کرنل وروتسکی کو سخت دماغی چوٹ آئی تھی۔ اس کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی اور اس کا بازو زخمی ہو گیا تھا۔ ڈویژن کے یونٹوں کی مدد کے لیے فوری اقدامات کئے گئے، جو کہ آہستہ آہستہ مگر یقیناً آگے بڑھ رہے تھے۔ ڈویژنل کمانڈر کے فرائض عارضی طور پر ڈویژنل چیف آف سٹاف کو سونپ دیئے گئے۔

گلی کوچوں میں جنگ جاری تھی۔ رپورٹیں مسلسل چلی آ رہی تھیں۔ ریلوے سٹیشن پر قبضہ ہو گیا تھا اور بحریہ کا جھنڈا وہاں لہرا دیا گیا تھا۔ "گرے مینشن" پر قبضہ ہو چکا تھا۔ "ریڈ ہاؤس" قبضے میں آ چکا تھا۔ ہمارے سپاہی لڑتے لڑتے سکول میں داخل ہو چکے تھے۔ ۱۰۳ نمبر کا ضلع آزاد کرا لیا گیا تھا۔ ہر رپورٹ کے ساتھ ایک نہ ایک افسوسناک خبر بھی آ رہی تھی۔ ۳۱۸ ویں ڈویژن کے سیاسی شعبے کا سربراہ لفٹنٹ کرنل خوستوپ مارا گیا تھا۔ فوج کے سیاسی شعبے کا انسپکٹر میجر پی۔ الیاییف مارا گیا تھا فوج کے سیاسی شعبے کا انسپکٹر میجر اے۔ سدرک مارا گیا تھا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے ایم۔ ویدوف مارا گیا تھا۔ اور اس کے بعد اناپا کے قریب ۸۳ ویں بحری بریگیڈ کے سیاسی شعبے کا سربراہ کے۔ بیوکن بھی مارا گیا تھا۔ مجھے اس کے ساتھ ایک پناہ گاہ میں جانا یاد ہے جو کہ ٹھیک ساحل پر تیار کی گئی تھی۔ اس وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی اور لیسزلدز زار ملیوا۔ بیوکن اور میں کسی سایہ دار جگہ کی تلاش میں تھے۔ لیکن پناہ گاہ کے اندر ہم نے

ایک قسم کی سرسراہٹ ایک مسلسل دھیمی گھر گھر کی آواز سنی اس لئے میں نے کہا یہ تو کسی موقّت آلے کی آواز معلوم ہوتی ہے غالباً انھوں نے یہاں اس کے ساتھ بم لگا کر رکھا ہوا ہے۔ چلو باہر نکل چلیں۔

ہم باہر کھلی جگہ میں آگئے اور پناہ گاہ سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا کا کیشی، جو غنہ زمین پر بچھا کر لیٹ گئے لیوکن بھی قریب ہی لیٹ گیا۔ اِکا دُکا گولہ قریب سے آواز کے ساتھ گزر جاتا تھا۔ سارے ساحل پر ریت کے تودے قطار اندر قطار نظر آرہے تھے۔ جب بم کا دھماکہ ختم ہوگیا تو ہم اُٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے اپنے دوست کو پکارا۔ لیوکن! لیوکن!

کوئی آواز نہیں آئی۔ ہم اس کے قریب گئے۔ وہ مر چکا تھا۔ اسے کوئی خراش تک نہیں آئی تھی۔ وہ دھماکے کی آواز سے مر گیا تھا۔

"اوہ! تمہارا کامریڈ کبھی نہیں مرے گا۔ اب وہ
صرف تمہارے نزدیک نہیں رہا اور جو صراحی اب
تم اُسے پیش کرو گے وہ اسے قبول نہیں کرے گا اور
نہ ہی وہ شام کو اب تمہارا مہمان ہوگا"

شاعر نے یہ بات بڑے مناسب انداز میں کہی ہے۔ میں ذہنی طور پر جانتا تھا کہ جنگ لڑی جارہی تھی اور قربانیاں ضروری تھیں مگر میرے دل نے یہ بات ماننے سے انکار کردیا کیونکہ اس میں شدید درد پیدا ہوگیا تھا۔ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بیواؤں کو خط لکھے ہیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے کامریڈوں کی قبروں پر مٹی ڈالی ہے اور میں نے کئی بار "ماتمی سلام" کے طور پر اپنی رائفل سے گولیاں چلائی ہیں۔ پارٹی کے وفادار بیٹوں نے پارٹی کے نام پر ہلاکت خیز جنگ میں لوگوں کی رہنمائی کی۔ ان کو اپنے وطن کی خاطر آخری دم تک لڑنے کے لیے پکارا۔ جنگ میں سپاہیوں کی رہنمائی کرتے ہوئے انھوں نے وہ کام پہلے خود کر دکھایا جس کی توقع وہ دوسروں سے رکھتے تھے۔ انہوں نے آخری وقت تک لینن کی خواہش کو پورا کیا۔ انھوں نے اپنی

مثال سے یہ ظاہر کر دیا کہ ایک کمیونسٹ نہ صرف وقار کے ساتھ زندہ رہنا جانتا ہے بلکہ وہ بہادری کے ساتھ مر بھی سکتا ہے۔

۷

نوو روسسک میں چھ دنوں اور چھ راتوں تک مسلسل جنگ ہوتی رہی۔ میں یہاں اس وقت کے یونٹوں اور دستوں کا ذکر نہیں کروں گا اور نہ ہی اعداد و شمار پیش کروں گا۔ شہر پر دھاوے اور قبضے کے واقعات کا تذکرہ جنگ کے متعلق تاریخ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ میں کسی اور ہی چیز کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ حملے کے دوران سپاہیوں کا جوش و خروش اور سچا غیض و غضب ایسا تھا کہ اس وقت کوئی بھی چیز ان کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی تھی۔ ہر روز اور ہر گھڑی ہمیں شجاعانہ فوجی کارنامے دیکھنے کو ملتے تھے۔ میں کم از کم ان میں سے ایک کا تذکرہ آپ کے سامنے ضرور کروں گا۔

بحریہ کی ایک کمپنی نے لگاتار تین بار کسی کامیابی کے بغیر فاشی قلعہ بندیوں پر حملہ کیا تھا۔ کمپنی کمانڈر آیوانوف نے مورچوں میں شگاف ڈالنے کے لئے ایک حملہ آور رضاکار دستہ ترتیب دینے کا فیصلہ کیا۔ اس گیارہ رکنی رضاکار دستے کے رہنما پارٹی کا منتظم ولیولین اور چار دوسرے کمیونسٹ تھے۔ انہوں نے ایک زوردار حملہ کر کے دشمن کے مورچوں میں شگاف ڈال دیا اور دوسرے ان کے پیچھے دشمن پر ٹوٹ پڑے لیکن گلی کے آخری سرے پر ایک طرف سے آنے والی گولیوں نے ان کی یلغار روک دی۔ ولیولین نے اس وقت سارجنٹ میجر دیاچنکو سے کہا۔ جب مشین گن چلنی بند ہو جائے تو اپنے دستے کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دینا اور پھر وہ رینگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ٹھیک تہ خانے کی کھڑکی کے پاس جہاں سے مشین گن کی گولیاں آ رہی تھیں وہ زخمی ہو گیا۔ خون میں غرق اس نے کھڑکی کو بند کرنے کے لئے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا اور دشمن کا مورچہ فتح ہو گیا۔

میں صلاح الدین ولیوولین کو مالایاڈ زیملیا کے زمانے سے جانتا تھا۔ وہ ہمارا ایک بہترین پارٹی منتظم تھا۔ جب میں نے اس کے لئے فوجی اعزاز کے حکمنامے پر دستخط کئے تو میں اس قسم کے کارناموں کی نوعیت کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے علم تھا کہ وہ یقیناً موت کے منہ میں جا رہا ہے لیکن یہ بات بالکل غیر ممکن ہے کہ اس وقت اس نے اپنے آپ سے کہا ہوگا کہ "اب میں ایک شجاعانہ کارنامہ سرانجام دینے جا رہا ہوں۔" ہرگز نہیں! اس کی شجاعت میں ہیروازم کی نمائش کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔ یہ خاموش بے تصنع بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ بالکل عام شجاعت تھی۔ اس قسم کی شجاعت جو لیو ٹالسٹائی کو اس کے ناول "جنگ اور امن" کے حوالے سے خاص طور پر پسند تھی اس کا یہ کارنامہ ایسا کارنامہ تھا جو ٹالسٹائی کے الفاظ میں "ایک آدمی ہر چیز کے باوجود وہی کرتا ہے جو اُسے کرنا ہوتا ہے۔"

موت کے سامنے خوف زدہ ہو جانا ایک قدرتی امر ہے مگر وہ فیصلہ جو کوئی شخص اس نازک لمحے میں کرتا ہے: از خود وقوع پذیر ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ وہ اس کی تمام گزشتہ زندگی کے دوران پروان چڑھتا رہا ہو۔ اس طرح ایک محبّ وطن سپاہی کی زندگی میں یہ ایک مقام ہے ایک لمحہ ہے جب اپنے وطن کی خاطر ادائے فرض کا جذبہ خوف اور درد کے احساس اور موت کے خیال پر غالب آجاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شجاعت کا کوئی عمل بے جواز کارنامہ نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس مقصد کی صلابت اور عظمت کے یقین محکم سے پیدا ہوتا ہے جس کے لئے کوئی شخص شعوری طور پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔

لینن نے خانہ جنگی کے دنوں میں لکھا تھا۔ "یہ یقین کہ جنگ ایک سچے مقصد کے لئے لڑی جا رہی ہے اور یہ احساس کہ اپنے بھائیوں کی بہبود کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دینی ہوگی سپاہیوں کے حوصلے بلند کرتا ہے اور ان کو ناقابل یقین سختیاں برداشت کرنے کے قابل بناتا ہے۔ فوج میں بھرتی ہونے والا ہر مزدور اور کسان یہ جانتا ہے کہ وہ کس کی خاطر جنگ کر رہا ہے اور اس طرح وہ انصاف اور سوشلزم

کی فتح کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے پر تیار ہوتا ہے۔"

لینن کے یہ حیرت انگیز الفاظ جامع اور صحیح طور پر عوام کے حوصلے کے ماخذ کو ظاہر کرتے ہیں جو ان غیر فانی کارناموں کا ماخذ ہے جو ہمارے عوام نے حب الوطنی کی عظیم جنگ میں اس لئے سرانجام دیئے کہ سوشلزم اور انصاف کا بول بالا ہو۔

۱۶ ستمبر کو شمالی کاکیشیائی محاذ اور بحیرہ اسود کے بحری بیڑے کے بہادر سپاہیوں کے اعزاز میں ماسکو میں ۲۰ سلامی کی توپیں داغی گئیں۔ عظیم جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ستانیچکا کی چھوٹی سی بستی کے ایک ویران قطعۂ زمین پر ہمارے بہادر سپاہی سات مہینے محاصرے کی سختیاں برداشت کرتے رہے اور آخر کار فتح یاب ہوئے۔ نازیوں نے ایک بڑے شہر پر قبضہ کر کے اسے ناقابلِ تسخیر قلعے میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور ہم نے ان کو چھ دنوں کے اندر باہر اکھاڑ پھینکا تھا۔

شہر کو آزاد کرانے والوں کی بے مثال ہمت اور شجاعت کو سارے ملک نے خراج تحسین پیش کیا۔ ۱۹ دستوں اور یونٹوں کو "نوورو سسک کے یونٹ" کا اعزاز دیا گیا۔ ہزاروں سپاہیوں اور افسروں کو فوجی اعزاز اور سوویت یونین کے تمغے عطا کئے گئے۔ بیسیوں سپاہیوں کو جنہوں نے شجاعت کے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے تھے "سوویت یونین کا ہیرو" کے سب سے معزز اعزاز سے نوازا گیا۔

نوورو سسک پر فوجیں اتارنے کا آپریشن جس میں فوج کے ہر شعبے نے حصّہ لیا تھا حب الوطنی کی عظیم جنگ میں سب سے بڑا کارنامہ تھا۔

نوورو سسک کی جنگ دوسری جنگ عظیم کی تاریخ میں سوویت عوام کے فتح حاصل کرنے کے غیر متزلزل عزم، ان کی شجاعت جنگ میں ان کی بے خوفی اور لینن کی پارٹی اور اپنے سوشلسٹ وطن سے ان کی بے کراں محبت کی ایک مثال کے طور پر درج ہے۔

میں نے سپریم کمانڈر کا اعلان ریڈیو پر اس نیم شکستہ عمارت میں سنا

جس میں شہری پارٹی کمیٹی نے اپنے دفاتر قائم کر رکھے تھے۔ ہم نے شہریوں کا کوئی اجلاس نہیں بلایا کیونکہ شہر میں لوگ باقی نہیں بچے تھے۔ ہم باہر گلیوں میں گئے مگر وہاں گلیوں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ صرف ملبے کے ڈھیر تھے۔ سارا شہر جلتے ہوئے ملبے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ایک تہ خانے میں ایک بڑھیا اور ایک بلّی کے سوا کوئی جاندار نہیں تھا۔

مجھے یاد ہے کہ وہاں نزدیک ہی ایک اناج گھر اور ملّاحوں کا کلب تھا۔ گذشتہ روز نازیوں نے ہمارے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر یہاں جمع کیا۔ ان پر مٹی کا تیل چھڑکا اور ان کو زندہ جلا دیا۔ یہ ایک ننگِ انسانیت منظر تھا۔

سفر مینا کے سپاہی سخت محنت سے ہزاروں سرنگوں، زمینی سرنگوں اور ان پھٹے بموں اور گولوں کو صاف کر رہے تھے اور ناکارہ بنا رہے تھے وہ اس قسم کے اشتہار بھی صاف کر رہے تھے "کوئی شہری اگر شہر میں پایا گیا تو اسے دیکھتے ہی گولی مار دی جائے گی۔" فاشی ہمارے لوگوں سے خوف زدہ تھے۔ ملاحوں کے کلب کے سامنے آلو کا ایک کھیت تھا اور میں دوسروں سے کچھ آگے نکل کر چل رہا تھا۔ کونون نے پوچھا:-

"تم نے اپنی گردن کیوں آگے نکال رکھی ہے۔ تم فوجی کونسل کے ایک رکن ہو۔"

میں نے جواب دیا:- "میں سیاسی شعبے کا سربراہ ہوں مجھے تم سے دو قدم آگے ہونا چاہیئے۔"

اگر ہمیں نو دو روسسک کو آزاد کرانے کے بعد دم لینے کی کچھ مہلت مل جاتی تو یہ بڑی اچھی بات ہوتی۔ مگر ہم ایک گھنٹے کے لیے بھی وہاں نہ ٹھہر سکے۔ نو دو روسک پر کامیاب حملے نے سارے محاذ پر ہماری پیش قدمی کو ممکن بنا دیا تھا۔ ہماری فوج کے سخت دباؤ کے آگے جرمن واقعی بھاگ رہے تھے۔ ہم نے چورتودی (شیطانی درواز) پر قبضہ کر لیا اور اناپا کو جانے والی سڑک ہمارے سامنے کھلی پڑی تھی۔ نازی کمانڈ کو اپنا کرامٹ ہلڈ آپریشن (تامان کے جزیرہ نما سے فوجوں کے ہوائی جہازوں کے ذریعے انخلا کا منصوبہ) ترک کر کے اب اس کی جگہ برون ہلڈ آپریشن (فوری انخلا) کا آغاز

کرنا پڑا۔ لیکن یہ دیو مالائی خاتون بھی ان کو کچھ مدد نہ کر سکی۔

ہم دن چڑھے سڑک پر تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے جب ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے ہوائی جہاز ہم سے آگے جرمن دستوں پر بمباری کر رہے ہیں۔ کار میں ہم چار آدمی سوار تھے۔ کوبونن، ریلوا۔ ایڈجوٹنٹ کرافچک اور میں۔ شاید یہ طویل عرصے تک لوگوں کی زد میں آنے والوں کی چھٹی حس تھی جس نے مجھے چلا کر یہ کہنے پر مجبور کر دیا۔ "نیچے اتر جاؤ وہ ہم پر بمباری کرنے والے ہیں"

ہم نے گاڑی کھڑی کر دی اور باہر کود کر سڑک کے کنارے لیٹ گئے۔ لیکن پھر بھی ہمارے اپنے طیاروں نے ہی ہم کو تقریباً اپنے بموں کا نشانہ بنا دیا تھا۔ اس میں ہوا بازوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ ہمارا حملہ کرنے کا جوش اور آگے بڑھنے کا جذبہ اتنا شدید تھا کہ ہم اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۴۳ء کو ہماری فوج کے ٹینکوں اور پیادہ سپاہیوں کے دستوں نے کاری ضرب لگائی اور اناپا کا شہر اور بندرگاہ آزاد کرا لی جو کہ کریمیا کو جانے والے راستے پر دشمن کی مزاحمت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہ حملہ اس قدر تیز تھا، کہ جرمن اپنا تمام ساز و یراق اور لوگوں کا لوٹا ہوا سامان چھوڑ کر بھاگ گئے اور وہ ۱۶ جہاز بھی جن پر تیل لدا ہوا تھا اور جو روانگی کے لیے بالکل تیار کھڑے تھے۔

حملہ کرنے کے لیے ہمارے سپاہیوں کا جوش و خروش روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور یہ جوش و خروش ان کے جنگی تجربے کے ساتھ مل کر ایک ناقابلِ مزاحمت طاقت ثابت ہوا لیکن کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایک آسان کام تھا۔ ہم کو بپھرے ہوئے سم طاقتور اور ہتھیاروں سے لیس نازی دستوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مہلت حاصل کرنے کی غرض سے انہوں نے کریمیا تک جانے والے راستوں پر سخت محنت سے اپنے آخری مورچوں کو زیادہ مضبوط بنا لیا تھا۔ وہ ہر آبادی اور ہر پہاڑی کی مدافعت انتہائی غیض و غضب کے ساتھ کر رہے تھے۔ یہ صرف شمالی کاکیشیائی محاذ کی فوجوں اور بحیرہ اسود کے بیڑے کے جہازوں، ملاحوں اور ہوائی جہازوں

اور بحیرہ آزوف کے بحری بیڑے کے مسلسل دباؤ کا نتیجہ تھا کہ ۹ ۱ / اکتوبر ۱۹۴۳ء کو تامان کا سارا جزیرہ نما آخر کار آزاد کرا لیا گیا۔

آبنائے کرچ کے ساحلوں سے ہم نے نازیوں کی ستم شعاری کا ایک دلدوز منظر دیکھا۔ کمانڈروں کے ایک گروہ کے ساتھ میں دشمن کے جہازوں کو دور سمندر میں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دوربین کی مدد سے بھی مشکل سے پہچانے جاتے تھے ہم اپنے بمبار اور لڑاکا ہوائی جہازوں کو ان کا راستہ روکتے ہوئے صاف دیکھ سکتے تھے۔ لیکن وہ اپنے نشانوں پر پہنچ کر مڑے اور دوسری طرف پرواز کر گئے ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہوں نے حملہ کیوں نہیں کیا۔ ہوا بازوں نے ہمیں بعد میں بتایا کہ جہازوں کے عرشے عورتوں اور بچوں سے پٹے پڑے تھے۔ اس لئے وہ اپنے بم نہیں گرا سکتے تھے۔ شہریوں کو گولی سے اڑا دینے کی دھمکی دے کر جہازوں کے عرشوں پر بٹھا دیا گیا تھا اور وہ جہازوں کے گوداموں میں چھپے ہوئے نازیوں کے لئے ڈھال کا کام دے رہے تھے۔

کریمیا ہمارے سامنے پڑا تھا۔ شمالی کاکیشیائی محاذ کے کمانڈر کا ۹ ۱ / اکتوبر ۱۹۴۳ء کا حکم نمبر ۱۵ فوجوں کو پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں کہا گیا تھا۔ اٹھارویں فوج نے جو کارنامے سر انجام دیئے ہیں وہ شاندار اور مشہور ہیں۔ مالایا زیملیا، مسخاکو، نووو روسسک کے قریب پہاڑوں پر لڑے جانے والے شجاعانہ معرکے اور نووو روسسک شہر اور بندرگاہ پر دلیرانہ اور بے باک حملے اٹھارویں فوج کی عظمت کے نشان ہیں اناپا اور تامان کے شہروں پر قبضہ کر کے اٹھارویں فوج کے سپاہیوں نے سب سے پہلے دشمن کو جزیرہ نمائے تامان سے باہر نکال پھینکنے کا اپنا فوجی مشن پورا کر دکھایا ہے۔"

یکم نومبر ۱۹۴۳ء کو علی الصبح فوجیں اتارنے والی کشتیاں ۳۱۸ ویں پیادہ ڈویژن (اب نووو روسسک ڈویژن) کے سپاہیوں کو لے کر آبنائے کرچ کے پانیوں میں داخل ہو گئیں۔ طوفانی سمندر کا مقابلہ کرتے ہوئے ۳۰ کلومیٹر تک پھیلائی

گئی سرنگوں کو عبور کر کے دشمن کی گولہ باری میں وہ کامیابی کے ساتھ کریمیا کے ساحل پر کرنچ کے نزدیک التیجن نامی ماہی گیروں کے ایک گاؤں کے پاس اُتر گئے۔

ساحل پر اترنے سے پہلے مارشل ٹموشنکو سپریم کمانڈ کے نمائندے نے کہا۔ ۳۱۸ ویں ڈویژن کامیابی کے ساتھ ساحل پر اُتر جانے سے کریمیا کی آزادی یقینی ہو جائے گی۔" اس کا یہ کہنا بالکل صحیح ثابت ہوا۔

سچ تو یہ ہے کہ یہی وہ سب باتیں ہیں جو مالایا زمیلیا کے متعلق میری یادوں سے وابستہ ہیں۔ حب الوطنی کی عظیم جنگ کی تاریخ کا ایک ورق۔ صرف ایک ورق مگر کبھی فراموش نہ ہونے والا ایک ورق۔

سپریم کمانڈر انچیف کے حکم پر ہم ریل گاڑی میں سوار ہو کر تیسرے یوکرینی محاذ پر خدمات سرانجام دینے کے لئے پہنچ گئے۔ مالایا زمیلیا پر جنگ میں حصّہ لینے اور نووو روسسک پر قبضہ کرنے کے بعد یہ ہمارے لئے ایک طرح کی تعطیل تھی۔ لیکن جنگ کے دنوں میں زندگی میں تیزی سے تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور قسمت نے ہمارے لئے کچھ اور ہی سامان کر رکھا تھا۔

۶ نومبر ۱۹۴۳ء کو کیف کو آزاد کرانے کے بعد ہمارے سپاہی دس روز میں مغرب کی طرف ۱۵۰ کلومیٹر آگے بڑھ گئے اور دشمن کو آبادی کے بہت سے مرکزوں سے نکال دیا گیا۔ جن میں زرتومیر اور فاستوف بھی شامل تھے اور دشمن کی جنوبی اور مرکزی فوجوں کے درمیان مواصلاتی سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ یہ نازیوں کے لئے یقیناً خطرناک صورت حال تھی۔ فرانس سے تازہ دم فوجیں منگا کر نازی کمانڈ نے زتومیر اور فاستوف کے جنوب میں ۱۵ بکتر بند، موٹر سوار اور پیادہ ڈویژن لا کھڑے کئے۔ جنوب مغرب کی طرف سے حملہ کر کے دنیپر کے دائیں کنارے پر ہمارے مورچے تباہ کرنے اور کیف پر دوبارہ قبضہ کر لینے کا نازی منصوبہ بالکل واضح تھا۔ فاشسٹ ہمارے مورچوں میں شگاف ڈال کر زتومیر پر دوبارہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہماری ۱۸ ویں فوج، کاتوکوف کی ٹینک فوج اور کئی دوسرے یونٹوں کو شگاف بند کرنے اور دشمن کی پیش قدمی روکنے کا حکم ملا۔ اس لئے ہم راستے ہی میں جنرل این واتوانن کے زیر کمان پہلے یوکرینی محاذ کی طرف مڑ گئے۔ اس وقت تک دشمن ژتومیر شاہراہ پر ۴۰ کلومیٹر تک پیش قدمی کر چکا تھا اور یوکرین کے دارالخلافے کیف کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وہ ریل گاڑی جس میں فوجی کونسل، فوجی ہیڈکوارٹر اور سیاسی شعبے کا عملہ سوار تھا سب سے پہلے روانہ ہوئی۔ اس کے بعد دوسری فوجی ریل گاڑیاں فوجی دستوں اور یونٹوں کو لے کر روانہ ہوئیں۔ ہم تیزی سے سفر کر رہے تھے۔ اور صرف انجن بدلنے کے لئے رکتے تھے۔ رات کے دوران ہم دنیپروزرزنسک سے صرف چھ کلومیٹر دور بریگلیائی کی ریلوے سٹیشن سے گزرے۔ ہم ایک اور سٹیشن پر بھی ٹھہرے۔ اس طرح میں اپنے آبائی علاقوں میں واپس آگیا تھا۔ میں گاڑی کے ڈبے سے نیچے اترا اور اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔ رات سخت تاریک اور سرد تھی۔ یکایک میں نے محسوس کیا کہ میں اپنے "زرزنکا" کا دھواں سونگھ رہا ہوں۔ وہ کارخانہ جہاں میرے والد کام کرتے تھے اور جہاں میں نے اپنی محنت کشی کی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ جہاں میں پہلے سٹوکر کے طور پر اور بعد میں بجلی گھر کے انجینیر کے طور پر کام کرتا تھا۔ میرے دل میں سخت خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے گھر جاؤں وہ چاہے ایک دن ایک گھنٹے یا صرف چند لمحوں کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ ابھی ایک دن پہلے مجھے اپنی ماں کا خط ملا تھا وہ انخلا کے علاقے سے واپس آ چکی تھی اور اس کے خط سے پہلے مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اس نے بڑی مصیبت اٹھائی ہے۔

لیکن انجن نے ایک چھوٹی سی سیٹی بجائی اور مجھے دوڑ کر ڈبے میں سوار ہونا پڑا اور ایک طویل مدت کے بعد جنگ کے خاتمے پر ہی میں آخر اس قابل ہوا کہ اپنے گھر واپس آؤں اور اپنے عزیز و اقارب سے ملوں۔

۸

گوسٹومل سٹیشن پر ہم ریل گاڑی سے اتر پڑے۔ اور کولوشیپچینا گاؤں میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔ قریبی سٹیشنوں پر فوجیوں اور خاص طور پر توپ خانے کو گاڑیوں سے اتارنے کے لیے جو زتومیر کیف شاہراہ کے ساتھ ساتھ واقع جنگل کی پٹیوں میں نصب کیا جانا تھا مجھے برابر سفر کرنا پڑتا تھا اس لیے میں وہاں مشکل ہی سے ٹھہر پاتا تھا۔

۱۲ دسمبر کو دن کے تقریباً ایک بجے فوجی ہیڈ کوارٹر کے آپریشن کے شعبے کے، ڈپٹی ہیڈ لفٹنٹ کرنل این۔ سولووئیکن کی طرف سے ٹیلیفون پر مجھے پیغام موصول ہوا کہ ستادنیچے گاؤں کے نزدیک دشمن نے ہمارے مورچوں میں شگاف ڈال دیا ہے یہ گاؤں ہم سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

میں نے لیبزلدز اور کولونن سے رابطہ قائم کیا۔ فوجی کمانڈر پہلے ہی ایک رائفل رجمنٹ کو حرکت میں آنے کا حکم دے چکا تھا اور ٹینک بھی اس طرف بڑھ رہے تھے لیکن جہاں دشمن نے شگاف ڈالا تھا ان کو وہاں پہنچنے میں تقریباً ایک گھنٹے کا وقت درکار تھا۔ ان کے وہاں پہنچنے تک ہم نے فیصلہ کیا کہ ہیڈ کوارٹر کے تقریباً تمام افسر خطرے کے مقام پر پہنچ جائیں۔ یہ انتہائی اقدام اس لیے کرنا پڑا تاکہ دشمن کو کسی صورت میں بھی یہ اجازت نہ دی جائے۔ کہ وہ کیف شاہراہ پر قبضہ کر لے۔

سولووئیکن کے ٹیلیفون کے فوراً بعد میں نے اپنے ایڈجوٹنٹ کے ذریعے سیاسی شعبے کے تمام افسروں کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ میں نے کمانڈر سے تقریباً تین منٹ تک گفتگو کی ہوگی اور جب میں نے ریسیور نیچے رکھا تو مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تقریباً تیس ۳۰ جوان چھوٹی مشین گنوں اور دستی بموں کے ساتھ تیار کھڑے تھے، ہم نے اسی وقت اور اسی جگہ یہ فیصلہ کر لیا کہ کس کو کہاں جانا ہے۔

ایڈجوٹنٹ آئی۔ کرافچک اور ایک چھوٹی مشین والے کو میرے ساتھ چلنا تھا۔

ہمارے ہوشیار ڈرائیور نے پہلے ہی تین درجن دستی بم کار میں رکھ لئے تھے۔ ساری گلی میں کاریں سٹارٹ ہو رہی تھیں۔ ہم نے سب سے قریبی رجمنٹ کمانڈ کی چوکی کا رخ کیا جہاں ہمیں مطلوبہ اطلاع مل گئی اور ہم تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ اگلے مورچوں سے تقریباً ۱½ کلومیٹر کے فاصلے پر ہمیں کار چھوڑ دینی پڑی۔ کیونکہ دشمن بھاری تعداد میں مارٹر سے گولے برسا رہا تھا۔ ہم تیزی سے اس طرف بڑھے جہاں سے گولے آ رہے تھے اور جلد ہی ایک خندق تک پہنچ گئے۔ زخمی سپاہی کراہ رہے تھے اور ایک جوان سا لفٹننٹ چلا چلا کر کچھ کہہ رہا تھا۔ حفاظتی دیوار پر جھکے ہوئے تقریباً دو درجن چھوٹی مشین گنوں والے دشمن پر گولیاں برسا رہے تھے۔ ایک بھاری مشین گن چھوٹے چھوٹے برسٹ مار رہی تھی۔ یکایک اندھیرے میں ایک خوفزدہ آواز سنائی دی۔ "ہمیں پیچھے ہٹنا پڑے گا!" جس پر لفٹنٹ چلایا۔ خاموش بزدل!

مجھے اس وقت تک معلوم نہیں تھا کہ اصل صورت حال کیا تھی؟ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ فاشسٹی حملے کے بعد خندقوں کا یہ دوسرا مورچہ اب اگلا مورچہ بن چکا ہے۔ مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ دشمن نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ ہمیں مزید خندقیں کھودنے کی مہلت نہیں دے گا اور اس لئے وہ دوبارہ حملہ کر رہا ہے۔ مجھے اس کا علم صرف اس وقت ہوا جب میں نے اپنے پیادہ سپاہیوں کی بے ترتیبی سے چلتی ہوئی گولیوں کے سامنے مشین گنوں سے گولیاں چلاتے ہوئے فاشیوں کو دوڑ دوڑ کر تھوڑا تھوڑا فاصلہ طے کر کے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب کبھی ہماری مشین گن چلتی وہ فوراً زمین پر گر پڑتے تھے۔

لفٹنٹ کو تسلی دیتے ہوئے میں نے اسے کہا کہ وہ سارے مورچے پر یہ خبر پہنچا دے کہ انہیں صرف چند منٹ اور ڈٹے رہنا ہے کیونکہ ایک رائفل رجمنٹ لاریوں میں سوار پہنچنے ہی والی ہے اور ٹینک بھی پوری رفتار کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ اس کا چہرہ چمک اٹھا اور دوڑتا ہوا اپنے جوانوں کے پاس چلا گیا۔ ادھر کرانچک

بھی یہی خبر لے کر دوسری طرف پہنچا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ وہ کس طرح بار بار یہی کہے جا رہا تھا وہ کمیسار ہے۔ سیاسی شعبے کا سربراہ!

ہماری فوج میں عرصہ دراز سے کمیساروں کا شعبہ ختم ہو چکا ہے اور مدّت سے کمیسار کا لفظ بھی ہماری فوج میں نہیں سنا گیا۔ مگر کرافچک کے پاس اس وقت استعمال کرنے کے لئے یہ انتہائی موزوں لفظ تھا۔

میرے لئے دشمن کو اس قدر قریب سے دیکھنے کا یہ پہلا یا آخری موقع نہیں تھا لیکن اس رات کے معرکے کی یادیں خاص طور سے میرے حافظے میں صاف صاف محفوظ ہیں۔ اس قطعۂ زمین کے نشیب و فراز میں چھپتے چھپاتے نازی تیزی سے شعلوں کی روشنی میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک پہنچ رہے تھے۔ وہ قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے اور یہ صرف ہماری مشین گن تھی جو ان کو روکے ہوئے تھی۔ جوں ہی جرمنوں نے ایک اور زقند لگائی مشین گن کا منہ پھر کھل گیا اور پھر یکایک خاموشی چھا گئی۔ اب صرف سپاہیوں کی ایک پتلی سی قطار ہی گولی چلا رہی تھی اب جرمن زمین پر نہیں گرتے تھے بلکہ شور مچاتے ہوئے چھوٹی مشین گنوں سے لگاتار گولیاں چلاتے ہوئے اپنے آپ کو آگے بڑھا رہے تھے۔ وہ جھکے بغیر ہی ہماری خندقوں کی طرف بھاگتے ہوئے آ رہے تھے۔ ہماری مشین گن خاموش تھی میں نے دیکھا کہ ایک سپاہی مردہ مشین گن والے کو ایک طرف ہٹا رہا ہے۔ قیمتی لمحے کھوئے بغیر میں سیدھا مشین گن کی طرف دوڑ پڑا۔

اس لمحے میرے لئے ساری دنیا زمین کی اس پٹی میں سمٹ آئی تھی جس پر فاشی دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ کب تک ایسا ہوتا رہا۔ میرے سارے وجود پر ایک ہی خیال چھایا ہوا تھا۔ ان کو ہر حالت میں روکنا چاہیئے۔ مجھے یہ یاد نہیں ہے کہ میں اس وقت جنگ کا شور یا اپنے گرد و پیش میں دیئے جانے والا احکامات کی آواز بھی سن رہا تھا کہ نہیں لیکن لمحہ ایسا آیا جب میں نے یکایک دیکھا کہ دشمن کے وہ سپاہی جن کو میں نشانہ بھی نہیں بنا رہا تھا زمین پر گرتے جا رہے ہیں۔ وہ ان سپاہیوں کی

گولیوں کا نشانہ بن رہے تھے جو ہماری مدد کو آ پہنچے تھے۔ ان میں سے ایک نے میرا بازو چھو کر کہا "کامریڈ کرنل اب ایک مشین گن والے کو یہ پوزیشن سنبھالنے دو۔" میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو خندق سپاہیوں سے بھری پڑی تھی وہ اپنے روز مرہ کے عملی اور مستعد انداز میں اپنی پوزیشیں سنبھال رہے تھے اور ہر چند کہ میں ان سپاہیوں کو پہلی بار دیکھ رہا تھا مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ میرے عزیز و اقارب ہیں۔ ہم نے نازیوں کو یقیناً روک دیا تھا اور تھوڑے ہی عرصے میں ان پر پوری طاقت سے حملہ کر کے سوویت سپاہیوں نے زتومیر آزاد کرا لیا اور اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔

میں مختصر طور پر اخوت اور دوستی کے اس جذبے کا ذکر کروں گا جو ہمارے سپاہیوں میں پایا جاتا تھا اور اس وابستگی کی بات کروں گا جو ہمارے سپاہیوں کو اپنے اپنے یونٹوں کے ساتھ تھی۔

ہر جنگ اور ہر لڑائی چاہے وہ کہیں بھی لڑی جائے اس کا مطلب آگ۔ خون اور موت ہوتا ہے پھر بھی جب میں دنیپر و بیرڈووسک کے علاقے سے پراگ تک کئی مقامات پر ہونے والی جنگوں کو یاد کرتا ہوں تو میرے ذہن میں بالکل مختلف قسم کے منظر ابھرتے ہیں۔ بارونیکوود۔ سوزو وایا کی جنگ۔ اور یہاں میری آنکھوں کے سامنے کمر تک برف میں دھنسے ہوئے سپاہیوں کو برفیلی ہوا کے جھکڑ زمین پر گرا رہے ہیں۔ مالایا زمیلیا کی جنگ۔ سپاہیوں سے بھری ہوئی چھوٹی کشتیاں خلیج زمیسکایا میں ادھر ادھر ہچکولے کھا رہی ہیں جس کے پانیوں میں مسلسل گولہ باری نے طوفان برپا کر دیا ہے۔ شاہراہ سخومی۔ ساحل تک سارا راستہ گرد سے اٹا ہوا تھا۔ گرد ہوا میں معلق تھی اس نے مکانوں۔ توپوں اور سڑکوں کو ڈھانپ لیا تھا اور پودوں اور درختوں پر اس کی موٹی تہ جمی ہوئی تھی جس سے ان کی شاخیں جھکی جا رہی تھیں۔ وہ بوٹوں میں ہوتی ہوئی پاؤں کی انگلیوں تک اور کپڑوں میں سے بدن تک پہنچ جاتی تھی۔ ہم اسے اپنے خوراک اور پانی کے ساتھ خالص حالت میں بغیر کسی ملاوٹ کے حلق سے نیچے اتارتے تھے۔

اسی طرح کی ایک گرد آلود جھلستی ہوئی سڑک پر جبکہ گولے سروں پر سے ایک سنسناہٹ کے ساتھ گزر رہے تھے میں اپنی کار میں ایک جنگ ہر جانے کے لئے

تیار ڈویژن کی طرف جا رہا تھا کہ ہم ٹریفک کے ہجوم میں پھنس کر رہ گئے میں کسی اور راستے کی تلاش کے لئے باہر نکلا تو ایک سارجنٹ اور سپاہی کو سڑک پر زور زور سے گفتگو کرتے دیکھا اور جو کچھ میں نے دریافت کیا وہ یہ ہے۔

اس سپاہی کو ہسپتال سے فارغ ہونے پر ایک فاضل یونٹ میں بھیج دیا گیا تھا۔ راستے میں وہ جان بوجھ کر دوسروں سے پیچھے رہ گیا اور بھاگ گیا جس سارجنٹ کو اُسے ڈھونڈ نکالنے کا حکم ملا اُس نے سپاہی کو ایک دوسرے یونٹ میں جا لیا۔ یہ وہی یونٹ تھا جس میں وہ سپاہی زخمی ہونے سے پہلا فرائض سر انجام دے رہا تھا۔ یہ سمجھ لینے کے بعد کہ بحث کس بات پر ہو رہی تھی کمپنی کمانڈر نے سپاہی سے کہا تھا اس کا کچھ نہیں ہو سکتا تم کو سارجنٹ کے ساتھ جانا پڑے گا اور وہ دونوں وہاں سے چلے گئے تھے۔ لیکن راستے میں سپاہی نے انکار کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا۔ "میں نہیں جاؤں گا اور بس۔" "میں واپس اپنے یونٹ میں جا رہا ہوں۔"

"اسے ہماری رجمنٹ میں تعینات کیا گیا تھا۔" سارجنٹ نے میرے سوال کے جواب میں کہا۔ "اس نے حکم عدولی کی ہے اور حلف توڑا ہے اس کا کورٹ مارشل ہونا چاہیئے اور یہ یہاں اکڑ رہا ہے۔"

"میں نے حلف نہیں توڑا۔ کامریڈ کمانڈر!" سپاہی نے کہا۔

"میں محاذ جنگ سے بھاگ کر پیچھے نہیں گیا۔" "میں تو اپنے یونٹ میں شامل ہو گیا تھا"

"اور وہ ہے کہاں ؟"

"وہ اگلے مورچوں پر کسی وقت بھی نازی حملے کا انتظار کر رہا ہے۔" جب کہ یہ اس نے سارجنٹ کی طرف غصّے سے دیکھتے ہوئے کہا "محض اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

ایک لمحے کے لئے اس پر غور کیجیے۔

اس سپاہی کو حق حاصل تھا کہ وہ فوری طور پر جنگ میں شریک نہ ہو۔ اور پھر

اسے آرام کے لئے وقت بھی دیا گیا تھا۔ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسے پھر کب محاذ پر جانا ہوگا۔ مگر اسے یہ بات پسند نہ تھی وہ محاذ پر جانے کے لئے بیتاب تھا۔ اس ایک واقع سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں؟ اس سپاہی کو اپنے کمانڈنگ افسروں اور سیاسی لیڈروں پر اعتماد تھا۔ اسے اپنے ساتھی سپاہیوں پر بھی بھروسہ تھا جن کے ساتھ وہ دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی کرنے یا جنگ کے لئے جاتا تھا۔ ورنہ وہ اپنے یونٹ میں شامل ہونے کی کوشش کیوں کرتا؟ اس کے علاوہ ہو سکتا ہے کہ وہ جنگ میں بہت اچھا ثابت ہوا ہو۔ ایک بزدل یقیناً کسی دوسرے یونٹ میں خوشی سے شامل ہونے پسند کرے گا جہاں اس کی بزدلی کا کسی کو علم نہ ہو۔ اگر وہ بزدل سپاہی ہے اور اس کے ساتھی اس کی عزت نہیں کرتے تو کیا وہ اپنے ساتھیوں میں دوبارہ شامل ہونا پسند کرے گا؟

شاید وہ ایک خاص کمپنی تھی اور اسی وجہ سے وہ اس کے لئے اتنی کوشش کا باعث تھی؟ نہیں ایسی کوئی بات نہ تھی! سارے سوویت جرمن پر سوویت فوج کے تمام جنگی ہسپتالوں میں ہمیں ایک ہی پکار سنائی دیتی تھی " میں اپنے یونٹ میں واپس جانا چاہتا ہوں!" سب سپاہی اپنی کمپنی، رجمنٹ یا اپنے ڈویژن کو خاص چیز، سب سے بہتر اور ہر لحاظ سے اپنا سمجھتے تھے اس لئے لوگوں کا خیال تھا کہ ہماری ساری فوج خاص یونٹوں پر مشتمل ہے۔

مجھے ایک اور اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ یاد آتا ہے۔ یہ بھی ہماری پیش قدمی کے وقت پیش آیا۔ سپاہی ریل پر سوار ہو رہے تھے اور میں نے ایک قریبی ہسپتال میں جانے کا فیصلہ کیا۔ پہلے وارڈ میں تقریباً ۳۰ جوان تھے ان میں سے اکثر ایسے مریض تھے جو چلنے پھرنے کے قابل تھے۔ میں نے ان کو الوداع کہا اور بتایا کہ ہم فاشیوں کو اور بھی دور پیچھے دھکیلنے کے لئے اور بھی آگے کی طرف جا رہے تھے اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ وہ جلد ہی اچھے ہو جائیں گے اور ہم سے آملیں گے انہوں نے بیک آواز کہا کہ وہ یقیناً ہم سے آملیں گے۔ دوسرا وارڈ نازک حالت والے مریضوں سے بھرا پڑا تھا۔

ڈاکٹر نے مجھے خبردار کیا کہ دائیں طرف کے پہلے مریض ایک لفٹنٹ کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ گیس کے اثر سے اس کا جسم گل رہا تھا اور اس کا کوئی علاج ممکن نہیں تھا میں اس کے پاس گیا۔ خوبصورت گھنگریالے کالے بال سیاہ بھنویں اور جلتے ہوئے چہرے سے دیکھتی ہوئی نیلی آنکھیں میں نے اس سے پوچھا کہ کیا میں اس کے لئے کچھ کر سکتا ہوں۔

"ہاں کامریڈ کرنل۔ تم ضرور کر سکتے ہو۔ براہِ کرم میرے لئے یہ لکھ دو کہ اگر مر نہ گیا تو اپنے یونٹ میں واپس جانا چاہوں گا۔"

میں نے فوراً اس کا جواب نہیں دیا۔ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے میں نے پختہ وعدہ کیا کہ میں اس کے لئے لکھوں گا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ فکر نہ کرے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون سے یونٹ میں شامل ہو کر لڑا تھا اور کس طرح زخمی ہوا تھا۔ میں نے اس سے اجازت چاہی اور جب میں جا رہا تھا تو اسے کہتے ہوئے سُنا۔

"تو پھر تم نہیں لکھو گے کامریڈ کرنل؟"

"کیا میں نے وعدہ نہیں کیا کہ میں ضرور لکھوں گا۔"

"ہاں۔ مگر تم نے میرا نام تو پوچھا ہی نہیں ہے۔"

جواب کے لئے مجھ پھر لفظ نہیں مل رہے تھے مگر نرس نے صورت حال کو سنبھال لیا۔

"میں نے لکھ لیا ہے۔" اس نے اپنے پیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارا نام اور عہدہ اور تمہارے یونٹ کا نمبر۔ دیکھو یہ رہا۔"

میں نے کاغذ کا پرزہ لے لیا۔ اس پر لکھا تھا۔ "اب رخصت ہونا چاہیے۔" اسے اپنے نقشے کے غلاف میں رکھتے ہوئے میں نے پھر لفٹنٹ کی طرف دیکھا اس کے سارے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میرے حلق میں پھندا پڑ گیا۔ جنگ کے دوران کئی بار میں نے لوگوں کو کہتا سنا ہے کہ میں اپنے یونٹ میں واپس جانا چاہتا ہوں لیکن اس لفٹنٹ کو اس کے زمانہ امن کے جملے "میرے لئے لکھنا" کے ساتھ اور شاہراہ سخوجی پر اس

ضدی سپاہی کو میں کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔

حوصلے کی یہ بلندی! تصنع سے پاک اپنے وطن سے یہ بے کراں محبت! اپنی جان کی پروا کیے بغیر اس کے دفاع کا یہ شوق! میں اس سپاہی کی درخواست سے نہیں بلکہ اس کے پیش کرنے کے انداز سے متاثر ہوا تھا۔ وہ اپنی شجاعت کی نمائش نہیں کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ معذرت کر رہا ہے۔ کسی انتہائی ذاتی یا انتہائی پوشیدہ کرم فرمائی کے لیے درخواست کر رہا ہے جس کی صرف اسی کو ضرورت تھی۔

میں گرد میں اٹے ہوئے راستے کے کنارے اس سپاہی سے کیا کہہ سکتا تھا۔ فوجی ڈسپلن کے ہر اصول اور ضابطے کی رُو سے وہ غلطی پر تھا۔ جنگ کے دنوں میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خدمات سرانجام دینے کے لیے جگہ کا انتخاب خود کرے۔ کوئی "اپنی مرضی" سے نوکری نہیں چھوڑ سکتا یا کسی اور جگہ تبادلہ نہیں کرا سکتا۔ زیرِ عمل ہر اصول اور ضابطے کے پیشِ نظر میرا فرض تھا کہ میں اُسے اسی یونٹ میں جانے کا حکم دیتا جہاں اسے ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد بھیجا گیا تھا۔ مگر میں رُک گیا۔

"تو پھر میں تمہارا کیا کروں؟" میں نے سپاہی سے پوچھا کیونکہ مجھے خود کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔

"مجھے میرے اپنے یونٹ میں واپس بھیج دو۔ کامریڈ کمانڈر۔ میں پارٹی کا رکن بننے والا ہوں۔ مجھے اس سے پہلے ہی ایک بار ناکامی ہو چکی ہے کیونکہ مجھے ہسپتال میں داخل ہونا پڑ گیا تھا۔ اور اس بار ابھی میں نے عرضی بھیجی ہی تھی کہ ان بدبخت فاشیوں نے مجھے پھر زخمی کر دیا۔" جہاں تک ان کا تعلق ہے اس نے سارجنٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہاں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا۔"

ان آخری الفاظ نے میرے تمام شکوک رفع کر دیئے۔ میں نے اپنے ایڈجوٹنٹ سے سپاہی کا نام اور دونوں فوجی یونٹوں کا نمبر لکھ لینے کو کہا۔ میں نے سپاہی سے وعدہ کیا کہ زیادہ سے زیادہ دوسرے دن تک اسے اس کے اپنے یونٹ میں واپس بھیجنے کا حکم جاری ہو جائے گا لیکن اس دوران اسے سارجنٹ کے ساتھ جانا ہوگا کیونکہ کسی کو

حکم عدولی کی اجازت نہیں وہ حکم ہی کے ذریعہ اپنے دوستوں کے پاس واپس جائے گا۔ سپاہی نے اپنی خوشی کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی اور نہ ہی وہ ایسا کر سکتا تھا۔ وہ مستعدی سے تن کر کھڑا ہو گیا اور تیزی سے سلیوٹ کیا۔

کیا میں جا سکتا ہوں ؟

ہم پر لینن کے اس قول کی سچائی کا انکشاف بار بار ہوتا ہے جس میں انہوں نے عوام سے قریبی رابطہ رکھنے۔ مزدوروں۔ کسانوں اور سپاہیوں سے گھل مل جانے کی سخت اہمیت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ مارچ کرتے ہوئے سپاہیوں سے وقفے کے دوران، آرام کے وقت اور جنگی سٹیشنوں پر گفتگو کرنے سے بہت سے سنجیدہ اور اہم نتائج اخذ کئے گئے ہسپتال کی اس ملاقات اور شاہراہ سخومی پر اس سپاہی سے اتفاقیہ گفتگو کے بعد بھی ایسا ہی ہوا۔ بہر حال میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا لیکن ایک سرکاری فیصلہ بھی کیا گیا کہ جب کبھی اور جہاں کہیں ممکن ہو سپاہی ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ہی یونٹوں کو واپس جایا کریں گے۔

۱۱ر فروری ۱۹۴۴ء میرے لئے ایک تلخ دن تھا۔ میں اپنے سخت بیمار کمانڈر کو ماسکو جانے کے لئے الوداع کہہ رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ دس دن کے بعد کونسٹنٹائن لیزلدز کا انتقال ہو گیا۔

محاذِ جنگ پر ہم بہت جلد لوگوں کو جان جاتے ہیں۔ وہاں کسی شخص کی اصل حقیقت براہ راست ہم پر آشکار ہو جاتی ہے۔ لیزلدز ایک ماہر فوجی رہنما تھا جس میں ہمارے سوویت عوام کی بہترین خوبیاں مجسّم ہو گئی تھیں۔ دشمنوں کے لئے سخت گیر اور بے رحم دوستوں کے لئے مہربان اور رحم دل، نیک نام، سچا تیز ادراک کا مالک، زندگی سے محبت کرنے والا اور بہادر میرا یہ دوست اور فوج کا ساتھی میری یادوں میں اس طرح زندہ ہے۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ ایک پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے کیونکہ ابھی جنگ کے کئی ہزار کلومیٹر اور طویل مہینے ہمارے سامنے

پڑے تھے۔ لیکن آج میں پھر ایک چیز پر زور دینا چاہوں گا۔

مالایا زیملیا کی یاد۔ چھوٹی زمین کی تربیت اور تجربے نے جنگ کی آخری گولی چلنے تک میری اور میرے فوج کے ساتھیوں کی مدد کی۔ ہمارے سپاہیوں کی حب الوطنی، ان کے جوش و خروش اور بے کراں شجاعت میں اضافہ ہوا۔ ان کی حاضر دماغی، پختگی، ہوشمندی اور مہارت اور ان سب کے مجموعے نے ہمیں آخری فتح سے ہمکنار کر دیا۔

سخت بے جگری سے لڑتے ہوئے شہر اور گاؤں آزاد کراتے ہوئے ہم کیف وینیٹسا، خملنٹسکی، چرنوورتسی، لووف اور یوکرین کے دوسرے علاقوں میں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور کارپیتھیا کے پہاڑوں تک جا پہنچے۔ وہاں کی زمین کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فاشیوں نے طاقتور "آرپیڈ" دفاعی مورچے تعمیر کر لیے تھے لیکن اب ایسی کوئی رکاوٹ میں نہیں تھیں۔ جن پر سوویٹ فوج غلبہ حاصل نہ کر لے۔ اپنے کاکیشیا کے تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے کارپیتھیا کے پہاڑی دروں پر دھاوا بول دیا اور دشمن کے بظاہر ناقابلِ تسخیر دفاعی مورچوں کو پاش پاش کر دیا۔

اب سیاسی کارکنوں کے لیے دن یا رات میں آرام کرنے کا یقیناً کوئی وقت نہیں تھا۔ جنگ برابر جاری تھی اور فوج میں پارٹی کا سیاسی کام ایک لمحے کے لیے بھی بند نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں ان مقامی کامریڈوں اور کمیونسٹوں کو جنہوں نے اب تک خفیہ رہ کر کام کیا تھا نئے سرے سے زندگی کو منظم کرنے میں مدد دینا تھا۔ بڑی بڑی سیاسی تقریبیں، پارٹی کانفرنس ٹریڈ یونین کانگرس یوتھ کانفرنس اور عورتوں کی کانفرنس یکے بعد دیگرے منعقد کی گییں۔ آزادی کے نئے ماحول نے سارے ٹرانس کارپیتھائی یوکرین میں سیاسی زندگی کی لہر دوڑا دی۔ ہمارا استقبال نجات دہندہ ساتھیوں کی طرح کیا جاتا تھا۔ ہر کہیں عوامی کمیٹیاں قائم ہو گئی تھیں اور وہ اپنی پہلی کانگرس منعقد کرنے کی تیاریاں کر رہی تھیں بعد میں اس کانگرس میں شرکت کرتے ہوئے میں نے وہ حد سے زیادہ جوش و خروش دیکھا جس کے ساتھ کانگرس میں شریک ہونے

والوں نے ٹرانس کار پیتھیا کا الحاق اس کے اپنے عوام کے ساتھ کرنے کی قرار داد، منظور کی۔

جس مسرت کے ساتھ رومانیہ، ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلوویکیا کے عوام نے ہماری فوجوں کی آمد کا خیر مقدم کیا اس کو بھلا دینا مشکل ہے۔ اٹھارویں بہادر حملہ آور فوج نے ان ملکوں کو آزاد کرانے میں بھی مدد دی۔ یہی وہ وقت تھا جب سیاسی کام کو خاص اہمیت حاصل ہوئی تھی۔ سامراجیوں نے ہماری پارٹی کو کئی برسوں تک بدنام کیا تھا۔ کئی برسوں تک وہ سوویت زندگی اور عوام کے متعلق ہر قسم کے ننگ انسانیت جھوٹ کا ڈھول اپنے عوام کے سروں پر بجا رہے تھے۔ اب سوویت عوام یورپ میں نجات دہندوں کی صورت میں ظاہر ہوئے اور یہ بہت ضروری تھا کہ ان کے اس نیک عمل کی اہمیت کو کسی طرح بھی کم نہ کیا جائے۔ ہمارے لڑنے والے اس پر پورے اترے۔ انہوں نے ہر کہیں اپنے آپ کو رحمدل۔ نیک۔ سچے اور جنگ آزمودہ سپاہی ثابت کر دکھایا۔

۱۹۴۱ء میں جو کہ جنگ کے سخت ترین سال تھا ہمیں یقین تھا کہ فتح ہمارے قدم چومے گی اب ہم کو علم ہو چکا تھا کہ وہ بہت قریب آ گئی ہے۔ واقعات کے سارے سلسلے نے ہمیں اس کے لئے تیار کر دیا تھا پھر بھی جب آخر کار ہم کو فتح نصیب ہوئی تو ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ میرے خیال میں ابھی تک بھی مناسب طور پر اس خوشی کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکا اور نہ ہی میرے پاس یہ بتانے کے لئے الفاظ ہیں کہ ۹ مئی ۱۹۴۵ء کو ہمارے دل کس چیز سے لبریز تھے میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ میری زندگی کا سب سے زیادہ مسرت انگیز دن تھا۔

ہماری اٹھارھویں حملہ آور فوج کے لئے جنگ کا آخری دن کچھ دیر بعد ۱۲ مئی کو طلوع ہوا۔ فاشی جرمنی کی طرف سے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دینے کے ایکٹ پر دستخط ہو چکے تھے مگر ہم دشمن کی بچی کھچی فوج کا صفایا کرنے میں مصروف تھے جو چیکوسلوویکیا کی سرزمین پر ابھی تک مزاحمت کر رہی تھی۔

نہ ہی میں کبھی کامرانی کے اس شاندار عمل در سرخ چوک میں فتح کی پریڈ کو بھلا

سکوں گا۔ مسرت اور فخر کے ساتھ میں نے یہ حکم پڑھا کہ چوتھے یوکرینی محاذ کے بیاسی شعبے کے سربراہ جنرل برزنیف کو پریڈ کے لئے محاذ کی مشترکہ رجمنٹ کا کمیسار مقرر کیا گیا ہے۔ مجھے آج تک وہ شمشیر عزیز ہے۔ جس کے ساتھ میں نے اپنے اعلیٰ افسروں کے ہمراہ اس پریڈ میں اپنی مشترکہ رجمنٹ کے سربراہ کی حیثیت سے مارچ کیا۔

اس طرح فتح کو دیکھنے کا میرا خواب پورا ہوا۔ یہ ان لاکھوں سوویت سپاہیوں کا خواب تھا جو آخری دم تک نہ صرف اپنے ملک کے دفاع کے لئے لڑتے رہے بلکہ وقار کے ساتھ فتح کا پرچم لے کر جنگ کی تمام سختیوں میں سے گزرے اور انسے برلن میں ریشتاغ پر لہرا دیا۔

ہماری فتح نوع انسانی کی تاریخ میں ایک بہت بڑا سنگِ میل تھا۔ اس سے ہمارے سوشلسٹ وطن کی عظمت اور کمیونسٹ تصورات کی طاقت آشکار ہوئی۔ اس نے بے لوثی اور شجاعت کی حیرت ناک مثالیں پیش کیں اور یہ سب کچھ یقیناً صحیح ہے۔

لیکن امن ضروری ضروری ہے کیونکہ سوویت عوام اور ساری دنیا کے عوام کو امن کی اشد ضرورت ہے۔

جنگ کے آخری دن تک ہم اپنے وفادار ساتھیوں کو دفن کر رہے تھے۔ ہم نے جنگ کی شاہراہوں پر ہر کہیں فاشسٹی ظلم وستم کے نشان دیکھے۔ ہم نے روتی ہوئی مائیں تڑپتی ہوئی بیوائیں اور بھوک سے نڈھال یتیم بچے دیکھے۔ اگر آج مجھ سے یہ پوچھا جائے کہ میں جس جنگ میں شروع سے آخر تک شامل رہا ہوں اس سے میں نے سب سے بڑا سبق کیا حاصل کیا ہے۔ تو میں کہوں گا۔ اب اور جنگ نہیں ہونی چاہیئے۔ اب دوبارہ کبھی کوئی جنگ نہیں ہونی چاہیئے۔

مبارک ہے وہ ریاست داں مبارک ہے وہ مدبر کہ جو کچھ سوچتا ہے۔ اسے زبان پر بھی لا سکتا ہے۔ وہی کچھ کر بھی سکتا ہے جسے وہ ضروری سمجھتا ہے اور جس چیز کا اس کو یقین ہوتا ہے اس کے لئے کام بھی کر سکتا ہے۔ جب سوویت یونین نے آگے بڑھ کر امن کا پروگرام

پیش کیا اور جب متعدد بین الاقوامی اجلاسوں میں ہمارے ملک نے جنگ کا خطرہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرنے کی بات کی تو ایک کمیونسٹ کی طرح میں نے صدق دل سے وہی کچھ کیا اسی کے لئے کام کیا اور وہی کچھ کہا جس کا مجھے یقین تھا۔

میرے خیال میں یہ ہے وہ سب سے اہم نتیجہ جو میں نے جنگ کے تجربے سے اخذ کیا ہے۔

نیا جنم

نیا جنم

۱

ٹیڑھے میڑھے گرڈروں اور ملبے میں سے گھاس کی پتیاں پھوٹ رہی تھیں دور سے آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہر طرف ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ جنگ میں جھلسے ہوئے درختوں کی بچی کھچی شاخوں سے لٹکتے ہوئے کوّوں کے سیاہ گھونسلوں کے سوا زندگی کا کوئی نشان باقی نہیں تھا میں نے خانہ جنگی کے بعد کسی حد تک اس قسم کی ویرانی دیکھی تھی۔ جب بند کارخانوں کا گہرا سکوت ہمیں افسردہ کرتا تھا لیکن اب تو ہر چیز ملبے میں تبدیل ہو چکی تھی۔

۱۹۴۶ء کے حبس زدہ موسم گرما میں جب پارٹی نے مجھے شہر زپوروزائی میں کام کرنے کے لئے بھیجا تو مجھے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ میں تعمیراتی کاموں اور زراعت پر خاص توجہ کے ساتھ وہاں کی صورتِ حالات سے آگاہی حاصل کروں۔ اس سلسلے میں مرکزی کمیٹی نے مجھے مناسب اختیار سونپا تھا چنانچہ میں فوراً زپوروزائی کے لئے روانہ ہو گیا۔

میں فوجی وردی میں وہاں پہنچا کیونکہ تب حب الوطنی کی عظیم جنگ کے بعد میں ابھی فوج سے سبکدوش نہیں ہوا تھا۔ میں صبح سویرے حالات کا جائزہ لینے کے لئے نکل پڑا لیکن کوک اور کیمیکلز کے کارخانے یا اس کی عظیم الشان عمارت کا جو حصّہ سلامت رہ گیا تھا صرف اسی تک میری رسائی ہو سکی۔ سڑک وہاں ختم ہو جاتی تھی۔ اس لئے باقی راستہ میں نے پیدل

ہی طے کیا۔ میں کارخانے کے گردِ گھومتا رہا۔ یہاں تک کہ اندھیرا چھا گیا وہاں مجھے ہر طرف کنکریٹ کے ٹکڑوں۔ شکستہ اینٹوں۔ ملبے کے ڈھیروں اور ٹیڑھے اور میڑھے گرڈروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اس منظر نے مجھے سخت افسردہ کر دیا۔

صفائی کا کام پورے زور شور سے جاری تھا۔ ہزاروں تعمیراتی مزدور یونٹوں پر لگے ہوئے تھے اور وہ تقریباً تمام یونٹوں پر بیک وقت کام کر رہے تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ کام کبھی ختم نہیں ہوگا کیونکہ مشینری نہ ہونے کے برابر تھی اور سارا کام ہاتھوں سے ہو رہا تھا۔ راستے میں متعدد لوگوں سے میرا تعارف کرایا گیا بعد میں جن سے میری جان پہچان ہوئی اور جن کو میں نے یاد رکھا۔ تاہم اس وقت تو میں صرف ان کی وضاحتیں سنتا رہا۔ لیکن دراصل صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ کیونکہ کچھ کہے سنے بغیر ہی سب کچھ ظاہر تھا۔ لوہے اور فولاد کے مزدوروں اور بجلی گھر میں کام کرنے والوں کے خوبصورت شہر کا اب نام ونشان باقی نہیں رہا تھا۔ ہر چیز تباہ کر دی گئی تھی آگ سے جھلس گئی تھی اور جنگ میں غارت ہو چکی تھی۔

میں قبل از جنگ کے زاپورو زائی سے خوب واقف تھا جو کہ گاڑی سے دنیپر دیبرژوو سک سے جہاں میں ان دنوں کام کرتا تھا۔ نوے منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔ مجھے زاپورو زائی جانے کا اتفاق کئی بار ہوا تھا جس کے ساتھ ہمارا شہر دوستانہ مسابقت میں مصروف تھا۔ مجھے اس کے سایہ دار باغ۔ شہر کے دلکش فواروں والے چوک۔ خوبصورت مکان جن پر وہاں کے شہری اس قدر نازاں تھے خورتتسا جزیرے کی تفریح گاہیں اور دو رویہ درختوں والا شارع لینن جو شہر میں سے گزرتا ہوا دنیپر دریا تک پہنچتا تھا سب اچھی طرح یاد تھے۔ جب میں شام کو گھر واپس آتا تھا تو لوہے کی اور فولاد کی بھٹیوں سے نکلتا ہوا سرخ نارنجی رنگ سر پر پھیلے ہوئے سیاہ آسمان کو روشن کرتا تھا جب کہ میرے

سامنے سینکڑوں روشنیوں کا عکس پانی میں پڑتا تھا جو مشہور بجلی گھر کے ڈیم کی محراب کے نشیب و فراز کو نمایاں کرتا تھا۔

دنیپر کا پن بجلی گھر سوویت عہد حکومت میں تعمیر ہونے والے سینکڑوں بجلی گھروں میں سے صرف ایک بجلی گھر نہیں ہے۔ آج دنیپر کے بجلی گھر سے بھی زیادہ طاقتور جدید ترین بجلی گھر موجود ہیں لیکن ہمارے لئے دنیپر کا بجلی گھر سوویت عوام کے وطن کی صنعتی طاقت کی علامت بن گیا ہے۔ بہت سے لوگ اخباری تصویروں اور روزانہ خبروں کی فلموں کے ذریعے اس ڈیم کے خاص حسن سے آشنا ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک نوجوان طالبہ نے اپنے حالیہ تفریحی سفر کے دوران مہمانوں کی کتاب میں مندرجہ ذیل عبارت تحریر کی ہے "ہماری سرزمین پر دنیپر کے بجلی گھر کا وہی مرتبہ ہے جو ادب میں پشکن یا موسیقی میں چیکوفسکی کا ہے۔ وولگا۔ انگارا اور ینیسی سیائی پر چاہے کتنے عظیم الشان بجلی گھر تعمیر ہو جائیں وہ سوویت بجلی کی صنعت کے سرخیل کی عظمت کو کم نہیں کر سکتے۔" کیا خوب کہا ہے!

اس عدیم المثال عمارت کو جس طرح نقصان پہنچایا گیا تھا جنگ کے بعد اسے دیکھ کر میرا دل غم و اندوہ کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔ ہٹلر کے سپاہیوں نے اس ڈیم کی عمارت میں جگہ جگہ سوراخ کر کے ان میں نصف ٹن وزنی ایک سو ہوائی بم رکھ دیئے تھے لیکن ہمارے سیپیروں اور فوجی جوانوں نے صرف اپنی بہادری سے اس عمارت کو مکمل تباہی سے بچا لیا تھا۔ جب سوویت سپاہی نے دنیپر پر دوبارہ قبضہ کیا تو ڈیم کے زیریں حصے میں رکھا ہوا بارود تک پہنچنے والا ایک کٹا ہوا تار ملا اور نزدیک ہی ایک سپاہی کی لاش پڑی تھی اس کی شناخت کبھی نہیں ہو سکی لیکن اس وقت سے ڈیم کے قریب اس کے بے نام ہیرو کی یادگار قائم ہے۔

ہر چند کہ فاشسٹ اپنے خطرناک منصوبے پر پوری طرح عمل نہ کر سکے لیکن وہ تمام

ڑبائنوں ۔ جنریٹروں اور کربنوں کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ فالتو پانی کے نکاس کے ۹۴ نلوں میں سے صرف ۹۳ باقی بچے تھے ۔ دنیپر کے "ذخیرۂ آب" کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔ وہ قدیم چٹانیں جو پہلے پانی میں ڈوبی رہتی تھیں پانی کی سطح سے باہر نکل آئی تھیں۔ وہ دریا جسے ہم اس قدر خاموش دیکھنے کے عادی ہو چکے تھے اب پھر پہلے کی طرح ڈھلوان پر سے تلاطم خیز موجوں کے ساتھ جھاگ اڑاتا ہوا اپنا راستہ طے کر رہا تھا۔ ان دنوں ایک معمار کے مندرجہ ذیل اشعار بہت مشہور ہوئے تھے۔

"دنیپر کی بل کھاتی موجیں بھوری چٹانوں سے ٹکراتی ہیں ۔ اور پھواروں کے بادل اڑاتی ہیں۔

اس کے کنارے صدیوں تک یاد رکھیں گے۔

ان لوگوں کی کہانی۔

جن کے کارناموں نے ان کو عظمت بخشی ہے۔"

یوکرینی زبان میں ایک نہایت معنی خیز لفظ "پیری موگا" ہے جس کے عام معنی فتح اور لغت میں قابو پانے کے ہیں۔ سوویت عوام تمام مشکلوں پر قابو پانے تمام مصیبتوں کو برداشت کرنے اور انتہائی تباہ کن جنگ لڑنے اور فتح حاصل کرنے میں یقیناً کامیاب ہوئے تھے۔ اب ان کے سامنے تباہی پر قابو پانے اور پرامن محنت کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کا کام تھا۔

سب سے پہلے کس کام سے نپٹا جائے ؟ جب میں صورت حالات کے متعلق اپنا تاثر قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو یہی ایک خیال اس جلس زدہ دن میں مجھے بار بار آتا رہا۔ میں یہ بھی کہہ دوں کہ مجموعی تاثر خاصا مایوس کن تھا۔ فاشیوں نے شہر کی تمام فیکٹریاں تباہ کر دی تھیں۔ جب آہنی چادریں تیار کرنے والے لوہے اور فولاد کے کارخانے کی تعمیر نو ہو رہی تھی تو ہم نے دیکھا کہ درمیانی قطار کے ستونوں پر سرخ رنگ سے لفظ "F" (جرمن زبان میں فیوہرطہ آگ)

لکھا ہوا تھا اور سرخ تیروں کے نشان بتا رہے تھے کہ بارود کہاں کہاں رکھا جاتا تھا۔

سارا شہر ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔ ریاستی کمیشن کے اعداد و شمار کے مطابق زاپوروزائی میں ایک ہزار سے بھی زائد بڑے مکان، چھبیس ہسپتال، چوہتر سکول، دو انسٹی ٹیوٹ، پانچ سینما گھر اور دو سو انتالیس دکانیں تباہ کر دی گئی تھیں۔ پانی، حرارت اور بجلی کا نظام ختم ہو چکا تھا۔ شہر کے گرد و نواح کے علاقے کی زراعت کو سخت نقصان پہنچا تھا۔

پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے مجھے بڑی مشکل وقت میں زاپوروزائی کے علاقے میں کام کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ میرے وہاں پہنچنے سے تقریباً ایک ماہ قبل ۲۷ جولائی ۱۹۴۶ء کے پراودا میں "زاپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کی بحالی کا کام کیوں بند پڑا ہے" کے عنوان سے ایک مضمون چھپا تھا اور اس کے جواب میں یہ لکھا گیا تھا۔ "اس کی سب سے بڑی وجہ عدم انتظام ہے۔ کام کو منظم طریقے سے مشینوں کے ذریعے کام کرنے کا کوئی منصوبہ تیار نہیں کیا گیا۔ اصل میں کام کرنے کے کسی شیڈول کا وجود تک نہیں ہے۔ منصوبے پر عمل درآمد کو افرادی قوت کی بجائے روبلوں سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں فریب کاری کو فروغ ہوتا ہے۔" اس کے بعد پراودا نے ایک اور مضمون "تین پارٹی کمیٹیاں اور ایک جائے تعمیر" کے عنوان سے شائع کیا۔ جس میں پارٹی کی ضلع کمیٹی اور شہری اور علاقائی کمیٹیوں کو معماروں کے کاموں میں متواتر دخل اندازی کرنے کے لئے سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ آخرکار سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی (بالشویک) کی طرف سے ایک فیصلے کا اعلان جاری کیا گیا۔ جس کے بعد اسی قسم کے فیصلے کا اعلان یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی (بالشویک) نے بھی کیا جس کا عنوان تھا۔ "یوکرین کی پارٹی کی تنظیم میں پارٹی اور حکومت کے اعلیٰ عملے کی تربیت، انتخاب اور تقسیم۔"

یہ وہ انتظام تھا جس پر یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی کی زپوروزائی شاخ کی علاقائی کمیٹی کے گیارھویں عام اجلاس میں کھلم کھلا سخت بحث ہوئی۔ اس میں تعمیراتی مقامات کے معائنے کے بعد میں نے بھی شرکت کی تھی۔ عام اجلاس کے آغاز میں پارٹی کو مرکزی کمیٹی کی طرف سے مجھے زپوروزائی میں ٹیلیفون پر مندرجہ ذیل اطلاع دی گئی۔

"فیصلہ کیا گیا ہے کہ آپ کو علاقائی کمیٹی کا اول سیکریٹری بنایا جائے آپ عام اجلاس منعقد کریں۔"

سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کے ایک محکمے کا سربراہ زپوروزائی پہنچ گیا۔ ایجنڈے کی دوسری شق تنظیم کے متعلق تھی۔ مجھے پارٹی کی زپوروزائی شاخ کی علاقائی کمیٹی کا اول سیکریٹری منتخب کیا گیا۔ یہ ۳۰ اگست ۱۹۴۶ء کی بات ہے۔ پورے علاقے کی صورت حالات کے پیش نظر پارٹی اور عوام کے لئے اس قدر شدید اور اہم ذمہ داری کا احساس مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ مجھ سے جو توقعات وابستہ کی گئی تھیں وہ صرف یہی نہیں تھیں کہ میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاؤں گا بلکہ یہ کہ میں نمایاں اور مکمل تبدیلیاں کروں گا۔ مجھ سے جس کام کی امید وابستہ کی گئی تھی وہ یہ تھا کہ میں پوری علاقائی پارٹی کے کام میں نیا اسلوب پیدا کروں گا یعنی متعدد کارخانوں کے تعمیراتی کام کی رفتار میں نمایاں تیزی پیدا ہوگی اور اس سلسلے میں سب سے اہم اور اشد ضروری زپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کا کام تھا۔ مجھے اس بات کا پورا علم تھا کہ یہ کام نہ صرف اقتصادی بلکہ سیاسی طور پر بھی ملک کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

اس مسئلے کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ چوتھے پنجسالہ منصوبے میں (۱۹۴۶ - ۵۰ء) جو مارچ ۱۹۴۶ء میں منظور کیا گیا تھا زپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کی بحالی شامل تھی۔ "ملک کے جنوب میں اعلیٰ کوالٹی۔ رولڈ فولادی چادروں کی پیداوار کا آغاز دوبارہ کیا جائے۔" یہ ایک سطر ان لوگوں کے لئے بہت بڑا



شگون تھا جو اس کا مطلب سمجھتے تھے۔ لیکن اپنی پیچیدگی کی وجہ سے اس خاص کام کو اولین اہمیت حاصل نہ ہو سکی۔ اس سلسلے میں یہ کہا جا رہا تھا کہ صرف ملبہ ہٹانے کے لئے کئی برس کی مدت درکار ہوگی۔ اس خیال کا اظہار بھی کیا جا رہا تھا کہ کسی اور جگہ پر نیا کارخانہ تعمیر کرنا زیادہ آسان ہوگا۔ مثال کے طور پر اس رائے کا اظہار فاشسٹ حملے سے نقصان اٹھانے والے ملکوں کی امداد کے لئے قائم کی گئی بین الاقوامی تنظیم۔ یو۔ این۔ این۔ آر۔ اے کے ماہرین کی طرف سے کیا جا رہا تھا۔ جنہوں نے زپوروژائی کا جائزہ لینے کے بعد لکھا تھا کہ اس کارخانے کی مرمت اور بحالی کا منصوبہ ناقابل عمل ہے اور اس کی جگہ نیا کارخانہ قائم کرنے پر بہت کم لاگت آئے گی۔

میرے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ان ماہرین میں قابلیت یا فرض شناسی کی کمی تھی۔ انہوں نے تباہی کی حد، ہمارے تکنیکی معیار ہمارے بجلی کے وسائل چیزوں کو بلندی پر پہنچانے کی مشینیں۔ افرادی قوت وغیرہ ہر چیز کو انتہائی غور سے دیکھا۔ پرکھا اور اس کا اندازہ لگایا تھا۔ صرف ایک چیز جس کا انہوں نے خیال نہیں کیا وہ ہمارے عوام کی طاقت۔ ہماری حب الوطنی اور ہماری پارٹی کی مضبوط قیادت تھی۔

سمندر پار کے سیاستدانوں نے بھی اس کو پیش نظر نہیں رکھا وہ فاشسٹ جرنیل سٹلپ نیگل کی بات پر یقین کرنے کے سخت خواہاں نظر آتے تھے جس نے دنیپر کے علاقے سے نکال باہر کئے جانے پر ہٹلر کو جا کر یہ اطلاع دی تھی "کہ جو کچھ ہم نے تباہ کیا ہے اس کو پھر سے تعمیر کرنے کے لئے روس کو ۲۵ برس کا عرصہ درکار ہوگا"

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سامراجی انتہائی حوصلہ شکن پیش گوئیوں پر یقین کرنا پسند کرتے تھے جنہوں نے ہٹلر مخالف اشتراک میں اپنے اتحادی سوویت یونین کے متعلق اپنے رویے میں سخت تبدیلی پیدا کر لی تھی۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سیاست دانوں سے معاملہ کرنا سخت مشکل ہو گیا تھا۔ صدر روزویلٹ کا انتقال ہو چکا تھا اور جب نئی انتظامیہ وائٹ ہاؤس میں داخل ہوئی تو اس نے اپنے سابقہ "پکے وعدے" اور "پائیدار معاہدے" فوراً فراموش کر دیئے۔ مثال کے طور پر امریکیوں نے دینیپر کے بجلی گھر کے لئے بجلی کے سامان کا مکمل سیٹ تیار کرنے کا ذمہ لیا تھا مگر ہمارے ہاتھ صرف تین مشینیں فروخت کرنے کے بعد انہوں نے اچانک اس سامان کی ترسیل روک دی۔ انہوں نے فولادی چادروں کو جنگی سامان کی فہرست میں شامل کر لیا اور اس طرح ہمیں ان کی فروخت غیر متوقع طور پر بند کر دی۔ موٹر اور ٹریکٹر سازی کے لئے فولاد بہت ضروری ہوتا ہے ہماری پرانی نسل کے لوگوں نے جنگ کے بعد کے برسوں میں اپنی سڑکوں پر ایسی لاریوں کو چلتے دیکھا ہو گا جن کی باڈیاں اور مڈگارڈ پلائی وڈ کے ہوتے تھے۔

اب سرد جنگ کا آغاز ہوا اور یہ کئی برسوں بلکہ دو دہائیوں تک جاری رہی یہ پہلا یا بدقسمتی سے آخری موقعہ نہیں تھا کہ سرمایہ دار طاقتوں نے ہماری مشکلات سے فائدہ اٹھانے، ہم سے اپنی بات منوانے اور ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کی کوشش کی۔ ان کا اندازہ بالکل آسان تھا۔ اس معاملے میں، حسب مرضی کچھ نہ کر سکنے اور کسی دوسرے ملک سے حاصل نہ کر سکنے پر سوویت یونین فولادی چادروں کے لئے ان سے درخواست کرنے پر مجبور ہو جائے گا ——— کمیونسٹ ہار مان لیں گے اور گھٹنے ٹیک دیں گے ——— تو پھر کیا ہم تباہ ہو گئے یا پیچھے ہٹ گئے؟ کیا ہماری پیش قدمی رک گئی؟ نہیں! سمندر پار کے بزرجمہروں نے اپنی حکمت عملی کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ ساری دنیا نے سوشلسٹ معیشت کے لامحدود وسائل، ہماری منصوبہ بند معیشت کے پیدا کردہ امکانات اور اس ملک کی عظیم طاقت ایک بار پھر دیکھ لی جو وقت پڑنے پر اپنی طاقتوں کو مجتمع کر سکتا ہے اور ان کو بڑے بڑے مقاصد کی تکمیل کے لئے وقف کر سکتا ہے۔

اس کے نتیجے میں ان جگہوں پر جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں کام بند ہو جانے کے بالکل برعکس اور بھی زیادہ تیز رفتار سے ہونے لگا جو رڈ بابین اور جنرل یرٹا، امریکیوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا وہ لینن گراڈ اور نوو کراماتورسک کے مزدوروں۔ انجنیروں اور نمونہ سازوں نے تیار کر لیے ہر چند کہ مہلت بہت کم تھی اس کے باوجود جو مشینری انہوں نے تیار کی وہ امریکہ کے مقابلے میں زیادہ پائیدار اور طاقتور تھی۔

دنیپر کے دوبارہ کام شروع کرنے والے بجلی گھر نے ۱۹۴۷ء کے موسم بہار کے آغاز میں پہلی بار اپنی بجلی پیدا کرنی شروع کر دی۔ جہاں تک فولادی چادروں کا تعلق ہے سوویت عوام نے صنعت کے اس انتہائی پیچیدہ شعبے کو صرف ایک سال کی مدت میں بحال کر کے اس ناممکن کام کو ممکن بنا دیا۔ زاپوروزائی میں اور زونیکدز لوہے اور فولاد کے کارخانے کے پہلے حصے نے (پانچ شعبے جن میں سے ہر ایک مکمل کارخانہ ہے) اسی سال کے موسم خزاں میں دوبارہ کام کرنا شروع کر دیا۔

اس ہمیشہ یاد رہنے والے سال میں ان عظیم کارناموں کو دیکھنے ان میں شریک ہونے کے بعد از جنگ بحالیات کا ایک اہم شعبہ تفویض ہونے اور زاپوروزائی کے عوام کے ساتھ مل کر کام کرنے کی مجھے بے حد خوشی ہے۔ ان دنوں میرے پاس سوچنے، سمجھنے اور سیکھنے کے لیے بھی بہت کچھ تھا۔ یہ یقیناً سخت مشکل سکول تھا۔

۲

ان یادداشتوں پر کام کرتے ہوئے میں نے پارٹی اور تاریخی دستاویزات کے دفتر کو ان برسوں کے متعلق کچھ مواد مہیا کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں اس موقع پر ان کی امداد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ میں کسی ایک دستاویزات کو بالکل بھول چکا

تھا اور کئی ایسی تھیں جن کو میں نے پہلی بار دیکھا۔

اس کی ایک مثال علاقائی کمیٹی کے بیورو کے پہلے اجلاس کی روداد ہے (ستمبر ۱۹۴۶ء) جیسا کہ مجھے یاد ہے کہ ایک طویل اجلاس تھا اور بہت سے فوری طور پر فیصلہ طلب امور کا انبار لگا تھا۔ ان کی ایک نامکمل فہرست یہ ہے۔ کہ پارٹی کی نوووڈ اسیو کا ضلع کمیٹی کی ایک رپورٹ :۔

★ —— اناج کے حصول کی وزارت کا اناج گھروں اور اداروں میں اناج کو محفوظ کرنا۔

★ —— علاقے میں اناج کی کٹائی اور حصول کے لئے تیل کی مصنوعات کی تقسیم۔

★ —— سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی مرکزی کمیٹی کا فیصلہ۔ اجتماعی فارموں کے ضابطوں کی خلاف ورزیوں کو ختم کرنے کے لئے اقدامات۔

★ —— جرمن فاشی حملہ آوروں کے پنجے سے زپوروزائی کی آزادی کی تیسری سالگرہ کی تقریبات کی تیاری۔

فوری طور پر فیصلہ طلب امور کا انبار کسی کو بھی آسانی سے سخت پریشان کر سکتا تھا۔ میں اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جہاں حالیہ معاملات کو نپٹانا ضروری ہے کیونکہ ان کو ٹالنا مشکل ہے۔ وہاں پارٹی کے سیاسی اور انتظامی امور کی مکمل اصلاح کی طرف اولین توجہ دی جانی چاہیئے۔

میرے پہلے تاثرات غلط نہیں تھے۔ لوہے اور فولاد کے کارخانے پہ بہت سے لوگ کام کر رہے تھے (جب تعمیر کا کام زوروں پر تھا تو ان کی تعداد ستائیس ہزار ۰۰۰،۲۷ تھی۔ محنت کا کوئی اجتماعی ادارہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا۔ اس کام پہ تقریباً چالیس تعمیراتی ادارے اور ذیلی اجارہ دار تنظیمیں متعدد وزارتوں کے مختلف محکموں کے ماتحت تھے۔ مجھے فوراً ہی ان تمام دفتروں کے مابین عدم

اشتراک، ان کی مسلسل بحثوں اور باہمی الزام تراشیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ عملی طور پر ہر جگہ کام کرنا شروع کر دیتے تھے اور کوئی چیز بھی مکمل نہیں کر پاتے تھے۔ نظم و ضبط ڈھیلا پڑ چکا تھا اور کسی قسم کا باہمہ گر عمل اور باہمی اشتراک باقی نہیں تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہر اس چیز کا فقدان تھا جو لوگوں کے ہجوم کو آسانی سے کام کرنے والے اجتماعی ادارے میں تبدیل کر دیتی ہے۔

میری پہلی مصروفیت کام کا تعین کرنا اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے صلاحیت اور پارٹی کا سخت گیر ماحول پیدا کرنا تھا۔ آج کوئی شخص تعمیراتی مقام پر کسی معین شیڈول کے بغیر کام شروع نہیں کر سکتا لیکن اس وقت بعض، منتظمین نے یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی کہ کوئی معین شیڈول ہمارے حالات پر منطبق نہیں ہوتا۔ ان کے خیال میں تعمیر عام قسم کی نہیں تھی۔ ملبے کے ڈھیر صاف کئے جا رہے تھے اور پائپ۔ گرڈر۔ شہتیر۔ ریل اور مشینوں کے پرزے ہٹائے جا رہے تھے یہ ایک ایسا کام تھا۔ جسے اصولوں کے مطابق سرانجام دینا غیر ممکن تھا۔

یہ ایک دستور بن چکا تھا۔ کام کے کوئی اصول نہیں تھے۔ اور محنت کی قوت پیداوار فوری حساب کے ذریعے ناپی جاتی تھی۔ دوسرے لفظوں میں منصوبے رکاوٹوں کے مطابق تیار کئے جاتے تھے اور پیداوار کی رفتار ان کے تابع ہوتی تھی۔ وہ کام کا آغاز اس بات سے طے کرتے تھے کہ ایک شفٹ یا ایک مہینے میں کتنا کام کرنا ممکن ہے اور یہ نہیں دیکھتے تھے کہ کیا کچھ کرنا زیادہ اہم اور انتہائی ضروری ہے۔

اس قسم کے احساسات کو ختم کرنا ضروری تھا اور مجھے پارٹی کی شہری کمیٹی کے ایک عام اجلاس میں (اس وقت کی صورتِ حال کے مطابق میں شہری کمیٹی کا اوّل سیکرٹری بھی تھا) اس بات کا ذکر خاص طور سے کرنا پڑا۔ اس اجلاس کی روداد کے مطابق میں نے تعمیراتی مزدوروں کی ملامت ان الفاظ میں کی تھی "زراعت

کے انتظام کی طرف ایک نظر دیکھو۔ جب بوائی کا کام زوروں پر ہوتا ہے تو مجھے ہر شام دن بھر کے کام کی رپورٹ موصول ہوتی ہے۔ میں دخل اندازی کر سکتا ہوں۔ مدد کر سکتا ہوں اور کسی پس ماندہ ضلع کو ایندھن اور فالتو پرزے مہیا کر سکتا ہوں۔ کیا ہم اسی قسم کا واضح انتظام تعمیراتی مقام پر قائم نہیں کر سکتے؟" اگر ابھی تک اس وسیع اور پیچیدہ کام کے لئے کوئی شیڈول تیار کرنا مشکل ہے پھر بھی یہ ان کلیدی اداروں کے لئے تو انتہائی ضروری ہے جو کام شروع کرنے کے لئے بالکل تیار ہو چکے ہیں۔ میں نے مزید کہا کہ اگر کام کرنے کا کوئی شیڈول نہیں ہے اور ہمارے پاس تصدیق کرنے، طلب کرنے، حوصلہ افزائی کرنے اور اگر ضرورت پڑے تو سزا دینے کے ذرائع نہیں ہیں تو پھر کسی کام کا تیزی سے ترقی کرنا غیر ممکن ہے۔"

علاقائی کمیٹی نے جو تجویز پیش کی ہے اس کی تائید زیوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کے منتظم اے این کزمن جو وہاں جنگ سے پہلے کام کرتا تھا اور زیوروزائی کے نئے منتظم وی۔ ای ڈائمشٹز نے بھی کی جو میرے پہنچنے کے کچھ دن بعد وہاں آیا تھا۔ یہ دونوں شخص ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف تھے لیکن حیرت انگیز طریقے سے ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے تھے۔

اناطولائی نکولائیے وچ کزمن ایک درمیانے قد اور کسی حد تک گٹھیلے جسم کا آدمی تھا جو بغیر کمانی کی عینک پہنتا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ وہ کبھی بلند آواز سے بات نہیں کرتا تھا۔ دیکھنے میں وہ انجینئرنگ کے پیشے کا مخصوص دانشور نظر آتا تھا اور مجھے بہت بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ پیرٹوگراد کے ایک مزدور گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ قدرت نے اسے بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وہ تبحر علمی، ادراک اور سخت محنت کرنے کی انتہائی صلاحیت کا مالک تھا۔ پیداواری کاموں میں اس کا وقار مسلمہ تھا لیکن اس کی جو بات مجھے سب سے زیادہ یاد ہے وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی اس کا پرسکون رہنا تھا۔ یہاں تک کہ جب کبھی شیڈول کو خطرہ لاحق

ہوتا تھا وہ ٹھنڈے دل و دماغ سے کام لیتا تھا۔ پھر جب کامیابیوں کے دن آئے اور بڑے بڑے جلسے ہونے لگے تو اس وقت بھی وہ ایک مطمئن، مستقل مزاج اور معاملہ فہم عملی منتظم ثابت ہوا۔

جب ۱۹۴۱ء میں فاشی فوجوں نے دینیپر کے دائیں کنارے پر پہنچ کر شہر پر گولہ باری شروع کر دی تھی تو اسے کارخانے میں سخت مشکل حالات سے گزرنا پڑا تھا ہماری فوج مسلسل ۴۵ دن تک بہادری کے ساتھ بائیں کنارے پر جمی رہی اور اس دوران لوہے اور فولاد کے کارخانے سے قیمتی ساز و سامان سے لدی ہوئی ۹۶۰۰ موٹر گاڑیوں کا انخلا عمل میں آیا۔ یہ یقیناً ایک اہم کارنامہ تھا۔ توپ خانہ کی گولہ باری اور ہوائی جہازوں کی بمباری کے باوجود لوگوں نے بھاری بلنگ مشینوں کے پرزے الگ الگ کیے ان کو بکسوں میں بند کیا ریلوے کی مسطح کاروں میں رکھا ان پر مناسب نشان لگائے اور ان کی دوبارہ تنصیب کے نقشے تیار کیے۔ یہ سارا کام اے این کزمن کی نگرانی میں ہوا جو ہٹلری فوجوں کے کارخانے میں داخل ہونے سے ٹھیک تیس ۳۰ منٹ پہلے سب سے آخر میں فیکٹری سے اسی طرح باہر آیا جس طرح کوئی بحری کپتان اپنا دیدبان چھوڑتا ہے۔

صرف چھ ماہ بعد زپوروزائی رولنگ مل کے مزدوروں کا ایک گروہ نوووسائبرسک میں اپنی مل میں لوہے کی چادریں تیار کر رہا تھا۔ بجلی کا جو تار زیر زمین سرنگوں سے نکالا گیا تھا (۹۰۰ کلومیٹر سے زیادہ) وہ ملک کے مغرب میں کئی درجن بارود کی فیکٹریوں میں لگانے کے کام آیا زپوروزائی لوہے اور فولاد کے کارخانے کا بہت سا ساز و سامان میگنیٹوگورسک کارخانے میں دوبارہ نصب کر دیا گیا۔ جہاں ایک نئے ورکشاپ نے جلد ہی کام شروع کر دیا جس میں اعلےٰ معدنی آمیزش کی بکتر چادریں ملک کے لئے تیار ہونے لگیں۔

مزاج کے اعتبار سے ڈائمشٹر، کزمن سے بالکل مختلف تھا بعض اوقات وہ اپنے اندازوں کو حتمی سمجھتا تھا لیکن اسے بھی صنعتی حکمت عملی پر پورا عبور حاصل تھا۔ اور

یہ کہنا چاہیئے کہ وہ مدبرانہ رہنمائی کا ماہر تھا۔ وہ انجینیرنگ کی مشکلات کا حل تلاش کرنے میں جرات کو پسند کرتا تھا اور جدت پیدا کرنے والوں کی مدد کرتا تھا۔ لیکن فضول باتوں کو آسانی کے ساتھ بند کر دیتا تھا۔ تعمیراتی مزدور خاص قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور اپنی صبح کی ہدایات کے وقت جو زبان وہ استعمال کرتے ہیں، ہمیشہ اتنی شائستہ نہیں ہوتی لیکن میں یہ کہوں گا کہ اس قسم کی ہدایات کے وقت نرم خو اور نیک طبع کزمن اپنے کسی اقدام کا دفاع سخت اور با اصول طریقے سے کرنے پر قادر تھا۔

معماروں اور کاریگروں کی اکثر آپس میں نہیں بنتی لیکن کزمن اور ڈائمشٹز اشتراک عمل کی راہیں تلاش کر لیا کرتے تھے مجھے ان کی باہمی چپقلش کا ایک بھی واقعہ یاد نہیں۔ علاقائی پارٹی کمیٹی اکثر ان دونوں کے تعلقات پر مسلسل طور پر اثر انداز ہوتی رہتی تھی۔ شیڈولوں کے معاملے میں وہ شروع ہی سے مجھ سے متفق تھے اور یہ بات بعد ازاں حقیقت میں تبدیل ہو گئی۔ مختلف شعبوں میں ہونے والے سارے کام کو ۲۴ گھنٹے کے ایک سخت شیڈول کے ذریعے آپس میں منسلک کر دیا گیا تھا اور یہ اس بات کی ضمانت تھی کہ تمام چیزیں وقت پر تیار ہوتی تھیں یہ ہماری مشترکہ فتح تھی۔

بڑی احتیاط سے تیار کیے گئے یہ شیڈول بعد میں کتابچوں کی صورت میں شائع کیے جاتے تھے جو نہ صرف انتظامی عملے کو بلکہ کام کے نگرانوں، فورمینوں پارٹی، ٹریڈ یونین، ینگ کمیونسٹ لیگ کے اہلکاروں اور اخباروں کے نامہ نگاروں کو بھی مہیا کیے جاتے تھے۔ ان کتابچوں سے شیڈولوں کی وسیع نشرواشاعت کا کام بھی لیا جاتا تھا اور یہ بات کسی اجتماعی ادارے کے وجود میں آنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ کسی شخص کے لئے اپنے گردوپیش کے حالات سے بے خبر ہو کر اپنے مقررہ کام میں منہمک رہنا ایک بات ہے لیکن جب وہ تعمیراتی مقام پر رونما ہونے والے تمام واقعات سے باخبر ہوتا ہے اور اس سارے منصوبے میں اپنا مقام پہچانتا

ہے تو بات اور ہو جاتی ہے۔

شیڈول رائج کرنے سے صرف آدھا معاملہ طے ہوا تھا۔ اس پر روز بروز عمل کرنا اور اس کے مکمل اور عام احتساب کو یقینی بنانا ضروری تھا۔ یوکرین میں بھاری صنعت کے اداروں کی تعمیر کے موجودہ وزیر گریگوری لیو منٹز کی سربراہی نے معماروں نے ترسیل کا ایک شعبہ قائم کر کے یہ کام بھی مکمل کر دیا (عام طور پر ہماری فیکٹریوں اور تعمیراتی مقامات نے اعلیٰ درجے کے پارٹی اور اقتصادی رہنما پیدا کیے ہیں) لیوب منٹز اس وقت ایک صحت مند نوجوان تھا اور اپنے گرد و پیش میں لگے ہوئے بے شمار ٹیلیفونوں کی مدد سے کام کرتا تھا وہ ہر چیز کو پرکھتا تھا اس کی یادداشت بہت اچھی تھی اور وہ کام میں کبھی پیچھے نہیں رہتا تھا یہاں تک کہ پانچ بجے شام جب روزمرہ کی رپورٹ تیار کی جاتی تھی تو وہ ہر سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوتا تھا۔ اس طرح ہر قسم کے بے کار جھگڑوں اور قلت کی شکایتوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس کے اعداد و شمار ہمیشہ بالکل درست ہوتے تھے۔

میں معماروں کی طرف سے منعقد کی جانے والی کانفرنسوں میں شرکت کرنا پسند کرتا تھا۔ ان کی ہدایات ہمیشہ مختصر، جامع اور درست ہوتی تھیں اور ان میں کبھی مبالغہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے لئے ہمیں یقیناً کچھ کام کرنا پڑا۔ ہم نے کاہلی کو ختم کیا اور تیز تکے سے کام چلانے کی نفسیات کے خلاف جہاد کیا اور اس طرح آہستہ آہستہ سلیقہ اور قرینہ دستور بن کر گیا تعمیراتی کام ایک مناسب انداز میں ہونے لگا اور جہاں کہیں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی تھی اس سے فوراً نپٹا جاتا تھا۔

مئی ۱۹۴۷ء کے آغاز میں علاقائی کمیٹی کی عمارت کے "چھوٹے ہال" میں پارٹی اور زیپوروزائی کی انتظامی ایکٹو کا ایک اجلاس مجھے یاد ہے۔ ڈائمشز نے کام کی ترقی کے متعلق رپورٹ پیش کی جبکہ کرمن نے معماروں سے کیے جانے والے تقاضوں کا شمار ایک محتاط تفصیل کے ساتھ کیا۔ بعض مزدوروں نے بھی تقریریں کیں۔ میں نے اجلاس کے اختتام پر اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ ہماری

کوششیں ان پراجیکٹوں پر مرکوز ہونی چاہییں جو پایۂ تکمیل تک پہنچ کر کام شروع کرنے والے ہیں۔ اس وقت یہ حرارت اور برقی توانائی کے سٹیشن اور کلدار بھٹی ہیں۔

میں نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ "ایک انتہائی غیر معمولی صورت حال پیدا ہو رہی ہے آپ کو اپنے وسیع تجربے کے باوجود یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کو پہلی بار اس قدر زیادہ اور اتنے بڑے پیمانے کے تعمیراتی کام کرنے پڑے ہیں۔ کارخانوں کی تعمیر کا کام مقررہ وقت پر مکمل کرنا ہم سب کے لئے لازمی ہے جن اداروں کو کام شروع کرنے کے قابل بنانا ضروری ہے۔ ان پر اپنی تمام توجہ مرکوز کئے بغیر، ایک فعال تنظیم قائم کئے بغیر بلکہ کہنا چاہیے کہ بند مٹھی کے بغیر یہ کام مقررہ وقت میں ختم نہیں کر سکیں گے۔ ہم اب تک بعض اہم حصوں پر جیسا کہ کلدار بھٹی ہے بند مٹھی کی بجائے کھلی ہتھیلی سے کام کرتے رہے ہیں۔ یہ طریقہ بہت موثر نہیں ہوتا۔

اس سال کے دوران ہم سب نے اس تدبیر یعنی اپنی تمام طاقتوں کو ایک بند مٹھی کی طرح یکجا کر کے کام کرنا سیکھ لیا اور اسے اپنے اسلحہ خانے کا انتہائی کارگر ہتھیار بنا لیا۔ اس کو تمام ملک نے اپنایا اور پسند کیا۔ زلپو روزالی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے اور دبنیپر کے پن بجلی کی گھر کی بحالی کی قومی سطح پر تعمیراتی مہم کے فیصلہ کن حصوں پر طاقتوں اور ذرائع کو مرکوز کرنے کا بہترین نمونہ قرار دیا گیا اس نمونے کو بعد میں ہمارے بیشتر بڑے بڑے تعمیراتی منصوبوں کے لئے اختیار کیا گیا۔ اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے دیوہیکر نمبر ۹ کلدار بھٹی کریوائیروگ کے مقام پر تیار کی گئی۔ زیداف کے مقام پر مل "۳۶۰۰" تعمیر کی گئی اور اسی طرح وولزسکی اور کاما کے موٹر کے کارخانے تعمیر ہوئے۔ آج کل اسی تجربے کو تیومن کے تیل اور گیس کے مزدور اور بیکال آمور ریلوے کے معمار کام میں لا رہے ہیں۔

میں اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس گہرے تعلق کی اہمیت واضح کروں گا جو

ہمارے ملک کے ماضی اور اس راستے کے درمیان پایا جاتا ہے جسے ہم نے طے کیا ہے۔ ہمارے منصوبوں کی وسعت اور ہمارے مسائل کی تعداد اور پیچیدگی میں سال بہ سال اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اب ان سے ایک نئی سطح ایک نئے طریقے سے عہدہ برآ ہونا پڑے گا۔ لیکن یہاں سوشلزم کی تعمیر کے عمل سے حاصل ہونے والے قیمتی تجربے کا مناسب جائزہ لینا ضروری ہوگا جو کہ پارٹی اور عوام کا تاریخی تجربہ ہے۔

مثال کے طور پر آج ہم نے مغربی سائبیریا کے معدنی وسائل کے انتفاع اور اس کی پیداواری قوتوں کی نشو و نما کے لئے اپنا ایک مخصوص اہمیت کا حامل لائحۂ عمل تیار کر لیا ہے۔ یہ یقیناً ہمارے دور کا وسیع تعمیراتی مقام ہے۔ جو اپنی وسعت سرمایہ کاری کی مقدار اور مکمل کیے جانے والے مقررہ کاموں کی تکنیکی اور نقل و حمل کی پیچیدگی کے لحاظ سے جو کچھ ہم نے گزشتہ برسوں اور پنجسالہ منصوبے کے دوران کیا ہے اس سے بڑھ کر ہے۔ جو تجربہ ہم نے اب تک حاصل کیا ہے اُسے پیش نظر رکھنا اور قوتوں کے ضیاع کی اجازت نہ دینا اب اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ اپنے وسائل کو پیش رفت کے اہم طریق کار کے مطابق مجتمع کرنے اور ضروری چیزوں کے صحیح تعین کو پہلے سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے یعنی قومی معیشت میں ان کی اہمیت کے مطابق وسائل کو حل کرنے کے لئے کس چیز کو اولیت حاصل ہونی چاہیئے۔

منصوبہ بندی اور عام طور پر معاشی رہنمائی کا کام ان ٹھوس رابطوں کو قائم کرنے پر منحصر ہے جو کم سے کم خرچ پر عظیم اور انتہائی تیز نتائج برآمد کر سکتے ہیں۔ یہ بنیادی نتائج کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی قابلیت ہوتی ہے۔

لینن کے الفاظ میں مختصر طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ زنجیر کے ان حلقوں کو مضبوطی سے ہاتھ میں لینا جو ہمیں پوری زنجیر کو پکڑنے کے قابل بنا دیں پہلے کی طرح ہمارے لئے فیصلہ کن اہمیت کا حامل ہے۔ اور میں نے زاپوروزائی میں تعمیراتی کام کے کٹھن اور اہم واقعات کے حامل برس کے دوران اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر

پہلی مرتبہ ان الفاظ کی اہمیت کو حقیقت میں سمجھنا اور محسوس کرنا شروع کیا۔

۳

جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے مجھے شروع ہی سے اپنی منتظمانہ سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ پارٹی اور سیاسی کام کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ مبذول کرنی پڑی۔ اصل میں اس قسم کے مسائل سے بیک وقت عہدہ برآ ہونا ضروری تھا۔ قائم شدہ اجتماعی اداروں کے برعکس یہاں یہ مشکل آ پڑی تھی کہ ہر چیز ابھی تیاری کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ رہائش اور عوام کی بہبود و آسائش کے مسائل کو حل کرنا تھا۔ ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں لوگ تعمیراتی مقام پر پہنچ رہے تھے۔ فوج سے سبکدوش ہونے والے سپاہی دوسرے علاقوں سے آنے والے تعمیراتی مزدور، یورال اور سائبیریا سے واپس آنے والے لوہے اور فولاد کا کام کرنے والے ہمارے اپنے مزدور، مقامی باشندے جن کو زبردستی جرمنی میں دھکیل دیا گیا تھا اور قریبی اجتماعی فارموں کے نوجوان پارٹی کی کمیٹیوں میں اپنی رکنیت درج کروا رہے تھے اور کام کے دوران ہمیں ان سب لوگوں سے انسانی اقدار کے معیار کے مطابق سلوک کرنا تھا۔

کام پر لگے ہوئے بہترین لوگوں کی شمولیت سے پارٹی کی صفوں میں اضافہ ہونے لگا۔ ۱۹۴۷ء کے نصف اول میں ہم نے سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی زپوروزائی شاخ میں ۱۹۴۶ء کے پورے سال کے مقابلے میں چھوٹے درجوں اور عہدوں کے دگنے کارکن بنائے ان میں مثال کے طور پر تعمیراتی مزدور آئیوان رومیانتسیو شامل تھا جس نے ان برسوں میں شہرت حاصل کی تھی۔ اس طرح ہزاروں لوگوں پر مشتمل ایک اجتماعی ادارے کے ایک بڑے طاقتور مرکز کو استحکام حاصل ہو سکا۔ لوگوں کو یہ باور کرانا بھی ضروری تھا کہ پارٹی کمیٹی کا سیکرٹری سب سے پہلے ایک سیاسی رہنما بھی ہوتا ہے اور مزید یہ کہ ہر کمیونسٹ ایک سیاسی سپاہی ہوتا ہے۔

علاقائی کمیٹی کے ایک عام اجلاس میں مجھے یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی نوو وو اسلیو کا ضلع کمیٹی کے سیکریٹری پر تنقید کرنے کا موقع ملا۔ مجموعی طور پر اس سے قابلیت اور پیش رفت کے جذبے کا اظہار ہوتا تھا لیکن وہ معاشی مسائل میں اس قدر شدت سے دلچسپی لیتا تھا کہ اس کا سارا وقت اسی کام میں صرف ہو جاتا تھا۔ میں نے کہا کہ ضلع کمیٹی کا سیکریٹری سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ایک اہم سیاسی کارکن ہوتا ہے۔ جو کسی بڑے انتظامی ضلع میں ہماری پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہمارے بعض سیکریٹریوں کی تقریریں زیادہ تر معاشی منتظموں کی رپورٹوں پر مبنی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ان کو سن کر کسی کو بھی سیاسی طریق کار کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس طرح نوو وو اسلیو کا کے سیکریٹری نے ریڈیکر ڈولی اور بیلوں کے متعلق تو بڑی اچھی باتیں کہی ہیں لیکن پارٹی کے کام کے متعلق وہ بالکل خاموش رہا ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ کسی صورت حال کا سیاسی تجزیہ پارٹی کے کام کے لئے اشد ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہم یہ جان سکتے ہیں کہ معاشی مسائل سے کس طرح نپٹا جاتا ہے۔

جب زپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کے مزدور شیڈول سے پیچھے رہ گئے اور ڈینیپر کے بجلی گھر کی تعمیر نو میں سخت مشکلات پیدا ہو گئیں۔ تو مجھے مسلسل یہی کہا جاتا رہا کہ اگر سیمنٹ دستیاب ہو جائے تو کام حسب معمول دوبارہ شروع ہو جائے گا۔ بہت سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ صرف سامان کی کمی سے کام رک گیا ہے۔ سامان کی کمی ضرور تھی۔ مگر اس کے علاوہ یہ بھی صاف ظاہر تھا کہ لوگوں نے اپنے غلط اندازوں کا خیال نہیں کیا۔ اس وقت کی افراتفری بحثوں اور پریشانیوں نے وسیع منظر کو دھندلا کر دیا تھا اور معاملے کا اصل مدعا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ آج جب میں عام اجلاسوں، کانفرنسوں اور ایکٹو کے اجلاسوں کی کارروائیوں کے ورق الٹتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ مجھے کتنی بار اس خاص موضوع پر گفتگو کرنی پڑی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں سیمنٹ کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر کنکریٹ کا کام کب تیار نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو بات اس سے زیادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جو آدمی ڈیم میں کنکریٹ ڈالنے کا کام کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کنکریٹ کو صفر درجہ حرارت سے بیس درجے نیچے اور چالیس میٹر کی بلندی پر ملانا اور انڈیلنا کیوں ضروری ہے۔ ہٹلر کی فوجوں کے پاس زیادہ ساز و سامان اور جنگ میں کام آنے والی ہر چیز موجود تھی لیکن پھر بھی فتح ہماری ہوئی۔ کیونکہ ہم اور وہ سپاہی جن کی رہنمائی ہم نے جنگ میں کی تھی دونوں کو اس مقصد کا گہرا احساس تھا جس کے لئے ہم برستی ہوئی مہلک آگ میں دشمنوں کی قلعہ بندیوں پر حملے کر رہے تھے۔ اس لئے ہماری پارٹی کی تنظیموں کو چاہیئے کہ وہ ہر حال میں لوگوں کی تعلیم کے کاموں کو سب سے زیادہ اہمیت دیں۔ اس طرح مثال کے طور پر سیمنٹ اور ہر چیز بڑی تیزی سے دستیاب ہونے لگے گی اور ہمارے حالات بہت زیادہ بہتر ہو جائیں گے۔

ہم اپنی تقریروں میں اکثر جنگ کا ذکر کیا کرتے تھے صرف اس لئے نہیں کہ محاذ کی مثالیں خاص طور پر ہمارے حالات کے مطابق ہوتی تھیں اور آسانی سے سمجھ میں آجاتی تھیں بلکہ اس لئے بھی کہ اس سال کی مجموعی صورت حال ایک محاذِ جنگ کی یاد دلاتی تھی۔ تعمیراتی مقامات ہمارے جنگ کے میدان تھے۔ مجھے دنیپر کا بن بجلی گھر تعمیر کرنے والے مزدوروں سے اپنی پہلی ملاقات اچھی طرح یاد ہے۔ جب میں نے اپنے فرائض سنبھالے تو اس کے کچھ ہی عرصہ بعد سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کے فیصلے کے مطابق بجلی گھر کی تعمیر نو کا کام کرنیوالے کمیونسٹوں کی ضلع پارٹی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ ان کی پہلی کانفرنس کا آغاز مزدوروں، انجینیروں اور مختلف شعبوں کے سربراہوں کی تقریروں کے ساتھ بڑے منظم ماحول میں ہوا۔ انتہائی اہم تکنیکی سوال اٹھائے گئے۔ کوتاہیاں سامنے لائی گئیں اور ایک دوسرے پر الزاموں اور جوابی الزاموں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ میں کرسی صدارت

پر بیٹھا بڑی توجہ کے ساتھ سنتا رہا اور یادداشتیں قلمبند کرتا رہا۔ اور پھر میں نے تقریر کرنے کی اجازت طلب کی۔

حاضرین میں سے کچھ لوگ شاید یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ علاقائی کمیٹی کا سیکریٹری ایک منصف کے فرائض انجام دے گا اور موقع پر ہی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے گا۔ لیکن میں نے جان بوجھ کر بحث میں دخل اندازی نہ کی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی پہلی ملاقات میں ایسا کرنا قبل از وقت تھا۔ میں نے کہا کہ میں پن بجلی گھر کی تعمیر کے تکنیکی کاموں کے متعلق بات نہیں کروں گا۔ اس قسم کے معاملات میں وہ میرے بغیر بھی اپنا طریق کار متعین کر سکتے ہیں۔ اس لئے اگر ہم اپنی توجہ انتظامی اور سیاسی امور پر مرکوز کریں تو یہ زیادہ کارآمد ہوگا۔ آغاز کے طور پر میں نے تین بنیادی مسائل۔ تعمیراتی مقام پر تنظیم تنقید اور خود اپنی تنقید اور سوشلسٹ مقابلے کی ترقی پر گفتگو کی۔

جہاں تک مقابلے کا تعلق ہے آپ کے حالات کیسے ہیں؟ اگر آپ سچ پوچھیں تو یہ بہت خراب ہیں۔ حب الوطنی کی جنگ میں اور خاص طور پر اس کے فیصلہ کن مراحل میں جب سپاہیوں کے سامنے کوئی مشکل کام ہوتا تھا تو ساز و سامان اور، ورکشاپوں اور اس قسم کی دوسری چیزوں کی کمی کے باوجود بصری تحریک سے بہت زیادہ عملی کام لیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر جب ہم کیف پر قبضہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے تو ہمارے سپاہیوں کا قیام ایک جنگل میں تھا لیکن مشکل ہی سے کوئی جگہ ایسی ہوگی جہاں بڑے بڑے اشتہاروں اور نعروں پر نظر نہ پڑتی ہو۔ آپ ایک درخت کو دیکھ سکتے تھے جس کی تھوڑی سی چھال کاٹ دی گئی تھی اور اس خالی جگہ پر یہ الفاظ لکھے تھے "آئندہ کیف پر قبضہ"۔ پلائی وڈ کے ایک ٹکڑے پر لکھا تھا۔ "جوان! تم کل کیف میں ہو گے۔" ٹینکوں۔ چھکڑوں۔ موٹروں اور دوسری چیزوں پر اس قسم کے یہ نعرے ہی تھے جن کے بل پر ہم نے برلن کی طرف پیش قدمی کی اور پراگ کو آزاد کرا لیا۔

آج جس وقت میں نے بجلی گھر اور ڈیم کا دورہ کیا تو مجھے اس قسم کی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ کوئی نعرہ کوئی اپیل کسی بہترین مزدور کا نام یا کوئی ایک نقش تک نہیں۔ جس سے یہ پتہ چلے کہ ہم کیوں لڑ رہے ہیں اور کہاں لڑ رہے ہیں۔ مقابلے کے بھری اعلانات سے یہ چیزیں ظہور میں آئی ہیں۔

اس کے بعد میں نے کہا کہ پارٹی کمیٹی کو تمام اعلےٰ درجے کے مزدوروں کا علم ہونا چاہیئے اور صرف یہی نہیں بلکہ سیاسی تعلیم کے ذریعے دوسرے مزدوروں کو ان کی کامیابیوں اور سب سے اہم یہ کہ ان کے کام کرنے کے طریقوں سے تمام تعمیراتی مزدوروں کو آگاہ رکھنا چاہیئے۔ کسی خاص گروہ نے اپنے منصوبے کا کتنے فی صد کام کس طرح ختم کیا ہے اس کی تشہیر دوسرے ہی دن اخبارات، ریڈیو اور اشتہاروں کے ذریعے ہو جانی چاہیئے۔ ہمارا فرض ہے کہ ذرائع کے اس سارے ذخیرے کو کام میں لائیں جو پارٹی نے اب تک جمع کیا ہے۔ اور اگر پارٹی کمیٹی مقابلے کی تحریک کو موثر بنانے کے قابل اور ان سب پر حقیقتاً محیط ہوگی تو دینیپر کا بن بجلی گھر مقررہ وقت پر تیار ہو جائے گی۔ اور اگر پارٹی کمیٹی اپنے آپ کو منصوبہ بندی کے محکمے کی رپورٹیں پڑھنے اور ان کے خلاصے کرنے تک ہی محدود رکھتی ہے تو وہ سوشلسٹ مقابلے کی تحریک کی رہنما نہیں ہو سکتی۔

حاضرین میں سے ایک آواز: "ہمارے ہاں تو اس قسم کی رپورٹوں ہی سے، ہمارے کام کو پرکھا جاتا ہے۔" "اچھا تو اب اسے ختم کر دینا چاہیئے۔ مقابلے کی تحریک پارٹی کے اندرونی کام کے معیار پر منحصر ہوتی ہے۔ ہم میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ جب کبھی پارٹی کو کوئی پیچیدہ مسئلہ حل کرنا چاہتی ہے تو وہ اپنے اندرونی کام کو تیز کر دیتی ہے۔ اگر تعمیراتی مقام پر ہم سخت نظم و ضبط قائم رکھتے ہیں اور ہر چیز کا بہتر انتظام کرتے ہیں تو سارا کام بہتر طور پر ہوگا کیونکہ کسی کمیونسٹ کے لئے پارٹی کی طرف سے جاری ہونے والے حکم سے زیادہ اہم اور کوئی حکم نہیں ہے۔"

آج جب میں ان تقریروں کا متن پڑھتا ہوں تو مجھے ان میں کچھ دہرائی



لیونڈ بریژنیف انجنیئروں کے ساتھ

ہوئی باتیں نظر آتی ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر میں آج بھی اس فیصلے کی منظوری دوں گا اور اس کی حمایت کروں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے ایک طریق کار اور ایک پالیسی طریق کار اسی وقت موثر ہوتا ہے جب آپ روز بروز ماہ بماہ ایک واضح مقصد کے لئے کام کرتے ہیں اور جب آپ اپنے خیالات میں پختگی پیدا کرتے ہیں اور اپنے ہی الفاظ کو نہیں جھٹلاتے یا اپنے ہی فیصلوں کو فراموش نہیں کرتے۔ اور اب کارروائی کا ایک اور اندراج۔ حاضرین مختلف تھے لیکن موضوع وہی تھا:

ساتھیو! میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ کے ہاں بھری تحریک تعمیراتی کام کی رفتار اور وسعت کو ظاہر نہیں کرتی۔ عام اپیلیں کبھی بھی کسی کے کام نہیں آتیں۔ زپوروزائی کا لوہے اور فولاد کا کارخانہ جنوب کا ہیرا ہے! کیا یہ ایک خوبصورت اشتہار نہیں ہے؟ یہ ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ یقیناً درست ہے۔ لیکن یہ پیدا کیا کرتا ہے اور کون سا نشانہ مقرر کرتا ہے؟ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ عمل کے لئے ٹھوس اعلان ہے۔ تصویروں، تاریخوں، موجد انجینیروں کے ناموں۔ تساخانوفیوں اور اہم کاموں کے مزدوروں کے ناموں والے اشتہار۔ یہ ایک ہی طرح کے نام نہیں ہونے چاہئیں۔ جن کی منظوری ہمیشہ کے لئے دے دی گئی ہو۔ بلکہ نئے سے نئے نام ہونے چاہئیں ان لوگوں کے نام جو مقابلے کی تحریک میں آج آگے بڑھے ہیں۔ ہمیں زپوروزائی کے مزدوروں کا عظیم الشان اور ہم مقصد گروہ اپنے عوام کو ضرور دکھانا چاہیئے۔

انتظامی اور سیاسی عمل دونوں کا مقصد ایک ہی تھا۔ پارٹی کی علاقائی کمیٹی لوگوں کے ہجوم کو ایک اجتماعی ادارے میں تبدیل کرنے اور اس اجتماعی ادارے میں ان لوگوں کو تعلیم دینے پر تلی ہوئی تھی جن کو رہنما بننا تھا۔ نمایاں ہستیاں اور مستحکم شخصیتیں۔ یقیناً اس قسم کے بہت سے لوگ سامنے آئے۔ میں ان سے سنی سنائی باتوں کی وجہ سے متعارف نہیں ہوا تھا۔ میں تعمیراتی مقامات پر جاکر ان کے کام کرنے کی جگہ پر ان سے براہ راست گفتگو کرتا تھا۔ جنگ کے زمانے کی خندقوں کی طرح اس قسم کی صورت حال میں ہم دوسروں کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

اب میں ایک نمایاں شخصیت کی مثال پیش کرتا ہوں۔ جب کبھی مجھے دنیپر کے بجلی گھر کے مقام تعمیر پر جانے کا اتفاق ہوتا تو میں بہت دور سے بھی ڈیم پر سیمنٹ پہنچانے والی نوجوان عورتوں کی کھنکتی ہوئی آوازیں سن لیتا تھا۔ آنکھوں تک شالوں میں لپٹی ہوئی اور سیمنٹ کے غبار میں اٹی ہوئی ان عورتوں نے کبھی بھی حوصلہ نہیں ہارا۔ موسم چاہے کتنا ہی حبس زدہ یا سخت سرد ہوتا جب ان سے پوچھا جاتا کہ کام کیسا ہو رہا ہے؟ تو ان کا جواب ہمیشہ کھنکتا ہوا "ٹھیک ہے" ہوتا ان عورتوں نے آنیا لوشکاریووا کی رہنمائی میں ایک ورک ٹیم تشکیل دی تھی جسے جمہوریہ کی فہرستِ اعزازات میں شامل کیا گیا تھا۔ ایکٹو کے ایک اجلاس میں جس میں منتخب بریگیڈوں کو مسوموں اور اگلے مورچوں کی ٹیموں نے شمولیت کی تھی۔ مجھے چست لباس میں ملبوس نوجوان عورتوں کے ایک گروہ نے گھیر لیا۔ جن میں سے میں اپنی پرانی جان پہچان کی عورتوں کو فوری طور پر نہ پہچان سکا۔ کیا تم بھی اگلے مورچے کی ایک ٹیم ہو؟"

"ہم کبھی تھیں"

"نہیں آنیا۔ میں نہیں مانتا۔ دریا میں طغیانی آنے والی ہے اور اعلےٰ درجے کی کنکریٹ کی فوری ضرورت ہے۔ تمام ٹیموں کا کام تم پر منحصر ہے۔ تمہارا اگلا مورچہ اب بھی تمہارے انتظار میں ہے۔" لڑکیوں نے یہ کام بہت اچھی طرح سرانجام دیا انقلاب اکتوبر کے تیئسویں جشن سالگرہ کے موقع پر ان کو مظاہرین میں شامل دیکھ کر میں مائیکروفون سے پکارا۔ "آنیا لوشکاریووا کی ٹیم کو مبارک باد" انہوں نے مسکراتے ہوئے چہروں کے ساتھ پیچھے مڑ کر دیکھا۔

کچھ ہی عرصے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ آنیا سخت بیمار ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ جنگ کے برسوں میں اس کا "بھوکا بچپن" تھا۔ اسے دق ہو گئی تھی۔ اس کی صحت یابی کے لئے جو کچھ ہو سکتا تھا ہم نے کیا اور پھر اسے ایک اور نوکری کی پیش کش کی جسے اس نے یکسر نامنظور کر دیا۔

"میں تعمیراتی مقام اور لڑکیوں کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" اس نے کہا۔

دنیپر کے پن بجلی گھر کی بحالی کے کام میں حصّہ لینے کے لئے آینا لوشکاریوا کو آرڈر آف لینن دیا گیا۔ کئی برسوں کے بعد پھر ہماری ملاقات ہوئی۔ وہ بالکل صحت یاب ہو چکی تھی اور وہ اور اس کا شوہر دوبوساری کے پن بجلی گھر کے تعمیراتی مقام پر کام کر رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی صحت یابی کا باعث صرف دوائیاں اور جنوبی سینی ٹوریم ہی نہیں تھے بلکہ آینا نے اپنی بیماری پر اس لئے فتح پائی تھی کہ اس نے اپنی خوش باشی کو قائم رکھا وہ اپنے کام پر لگی رہی وہ بھرپور زندگی بسر کرتی رہی اور اپنے اندر سمٹ کر نہیں رہ گئی۔ کچھ ہی عرصہ پہلے مجھے بتایا گیا کہ اناستیپانووا کے چار موٹے تازے بچے ہیں اور اب مزدوروں کے ایک ہوسٹل کی منتظم ہے۔ میرے خیال میں اس نے نوجوانوں کے لئے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔

ایک اور تعمیراتی مقام پر پائپ فرٹ آیئوان رومیانتسیو سے میری جان پہچان ہوئی۔ وہ بھوری آنکھوں والا ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ وہ موجدانہ صلاحیت اور تیز ادراک کا مالک تھا اور اسے اپنے پیشے پر مکمل عبور حاصل تھا وہ شاید بہت ہی چھوٹی عمر میں مزدور بن گیا تھا۔ اس کا باپ جنگ میں کام آ گیا تھا اور لڑکے نے سوچا کہ اس کی ماں کو اس کی مدد کی ضرورت ہے۔ اس نے تعلیمی کمی کو اپنے ذہن کی جودت، اپنے تجربے اور مہارت سے پورا کر لیا۔ اس نے یاروسلاول، گورکی اور چرچک کے بڑے بڑے اداروں کی تعمیر میں حصّہ لیا تھا اور اس وقت وہ زاپوروزائی کے تعمیراتی مقام پر کام کر رہا تھا۔ یہ وہی تھا جس نے پائپوں کو جوڑنے سے پہلے ان کے بڑے بڑے یونٹ بنانے کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔

"ہم انہیں زمین پر رکھ کر جوڑتے ہیں" اس نے وضاحت کی۔ "ہم ان کو ترتیب کے ساتھ رکھتے ہیں اور پھر ان کو بڑے بڑے یونٹوں کی شکل میں جوڑ دیتے ہیں۔ یہ کام بہت زیادہ سہولت، آسانی اور یقیناً بڑی تیزی سے ہو جاتا ہے۔ ہم ان بڑے بڑے یونٹوں کو اوپر اٹھانے کے لئے کرین یا چرخی استعمال کرتے ہیں اور پھر ان کو ایک مفرد اکائی میں جوڑنے کا کام باقی رہ جاتا ہے اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔"

کیا اس میں کسی خطرے کا امکان ہے؟ کیا اس جگہ پر کام کرنے والوں کے لئے یہ خطرناک ثابت نہیں ہو سکتا؟

وہ مسکرایا۔

جب کوئی اس کام کو ایک نظر دیکھتا ہے تو کسی حد تک خوف محسوس کرتا ہے مگر پھر وہ اصل کام کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں رہتی

یونڈا پیج! ہم نے سب تخمینے پہلے ہی لگا رکھے ہیں اور انجنیئروں نے ہر چیز کی تصدیق کر دی ہے۔ کسی بھی لوہے اور فولاد کے کارخانے میں پائپ لائنوں کا جال بچھا ہوتا ہے یہ پائپ تمام شعبوں کو آپس میں ملاتے ہیں اور ہر سمت میں ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے گزرتے ہیں۔ اس طرح کسی بھی شعبے میں کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں نے تعمیراتی کاموں کے محکمے میں کام کرنے والے پارٹی بیورو کے ارکان کو مشورہ دیا کہ وہ رومیانتسیتو کو پارٹی کے ایک کھلے اجلاس سے خطاب کرنے کا مواقع فراہم کریں۔ اس اجلاس کی کارروائی ہمارے مقامی اخبار سٹرائیٹل (تعمیراتی مزدور) میں شائع ہوئی جس کے بعد پراودا نے ایک مفصل مضمون بعنوان "تمام تعمیراتی مقامات پر آیوان رومیانتسیتو کے طریقِ کار پر عمل ہونا چاہیئے" شائع کیا۔ اور یہ طریقِ کار یقیناً سارے ملک میں بہت مقبول ہوا۔

آیوان الیگزنڈرووچ رومیانتسیو نے بعد ازاں وارسا کے کلچر اور سائنس پیلس کی تعمیر میں حصہ لیا اور پھر بھارت میں بھلائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کی تعمیر میں معاونت کی۔

اس طرح کے تعلقات بے شمار تھے اور ان سب کا ذکر کرنا مشکل ہے اس لئے جن ساتھیوں کے ناموں کا ذکر میں یہاں نہیں کر سکا وہ ناراض نہ ہوں۔ میں ان کو بھولا نہیں ہوں۔

۴

میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ عام طور پر لوگوں کو خصوصاً کارآمد لوگوں کو اچھی طرح یاد رکھنا ایک پارٹی کارکن کا اخلاقی فرض اور پیشہ ورانہ ضرورت ہے۔ اس قسم کے تعلقات ہمیشہ بہت اہم ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ پارٹی کارکن کی قابلیت میں اضافے کا باعث ہوتے ہیں۔ تجربے کے ساتھ اس کا رشتہ استوار کرتے ہیں اور لوگوں کے خیالوں ان کی دلچسپیوں اور ضرورتوں کا براہ راست علم حاصل کرنے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور آخر میں یہ کہ کسی کارآمد شخص، کسی صنعتی مزدور، اجتماعی فارم کے کسان، معمار ماہر زراعت، فن کار، اخبار نویس یا سائنسدان کو دریافت کرنا بذات خود ایک خوشگوار فعل ہوتا ہے، میں نے ان باتوں کے لئے وقت کی کبھی پروا نہیں کی اور اس کے علاوہ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ پارٹی اور سیاسی کام کی نوعیت اس قسم کی دریافتوں میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔

زپوروزائی میں بیورو کے اجلاس میں ہم نے وہ فرائض تقسیم کئے جو کمیٹی کے سیکریٹریوں کو ادا کرنے تھے۔ یہاں میں اپنے حصے میں آنے والے فرائض کا ذکر کروں گا۔ اس علاقے کی مجموعی رہنمائی۔ بیورو میں زیر بحث آنے والے سوالات زراعت، پروپیگنڈا اور تحریک، علاقائی منصوبہ بندی کمیشن، کومسومول کی علاقائی کمیٹی، تحفظ ریاست اور امور داخلہ کی وزارتوں کے مقامی شعبوں اور پراسیکیوٹر کے دفتر کے کام کی رہنمائی اس کے علاوہ عملے کے مسائل اس سارے کام میں زور عوام پر تھا۔ جن سے باہمی افہام و تفہیم ضروری ہے۔

اول سیکرٹری کے کام میں کوئی مسئلہ بھی ثانوی حیثیت کا نہیں ہوتا مثال کے طور پر عام لوگوں سے ملاقات کرنے کے اوقات کو لیجئے یہ یقیناً بہت ضروری کام ہے۔ کچھ عرصہ پہلے زپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے سے منسلک کھدائی کی مشین چلانے والا ایک پرانا مزدور ٹیلیویژن پر آیا اور اس نے مندرجہ ذیل

واقعہ بیان کیا۔" اس کی بیوی نے چار افراد پر مشتمل اپنے کنبے کے تمام راشن کارڈ کہیں گم کر دیئے گئے تھے اس لئے وہ علاقائی کمیٹی کے اول سیکرٹری کے پاس اس کے اوقات ملاقات کے دوران گیا اور وہاں اس کا وہ کام بن گیا جس کے لیے وہ وہاں گیا تھا۔ عرصہ ہوا یہ واقعہ میرے ذہن سے اتر چکا تھا لیکن اس مزدور کو یاد تھا کیونکہ اس کے لیے یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ تھا۔

راشن کارڈوں کا یہ واقعہ ان کڑے وقتوں کی علامت ہے جن میں ہمیں زندگی گزارنی پڑی۔ جنگ کی تباہی سے پیدا ہونے والے حالات میں اناج لگانا، اسے اکٹھا کرنا اور تباہ شدہ فارموں پر مویشیوں کی افزائش نسل کی ترقی کے کام کو نئے سرے سے شروع کرنے میں بہت سخت محنت کرنی پڑی تھی۔ مزدوروں کی کینٹینوں کے کام کو یقینی بنانے اور کنڈر گارٹنوں اور ہسپتالوں کو خوراک مہیا کرنے کے لئے جن کو اتفاق سے دوبارہ تعمیر کرنا پڑا تھا۔ ہمیں سخت محنت صرف کرنی پڑی ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو مکان مہیا کرنا بھی ایک اور بڑا کٹھن کام تھا۔" جب تک ہم مکان مہیا نہیں کر لیتے اس وقت تک ہم کام مکمل نہیں کر سکتے۔" یہ بات کومن ہر اجلاس میں عملاً دہراتا تھا۔ اور وہ ٹھیک ہی کہتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ میں یہ کہوں گا کہ یہ زیپوروزائی ہی تھا جس نے بحالی کے عرصے کے دوران "تیز رفتار" طریقے کا آغاز کیا جس کی وجہ سے مکان تعمیر کرنے کا مطلوبہ وقت دو تہائی کم ہو گیا۔ ان دنوں آج کی صورت حال کے برعکس مکان معیاری تصریحات کے مطابق تعمیر نہیں کیے جاتے تھے اور ہمیں مکانوں کے خولوں سے واسطہ پڑتا تھا جو حجم اور تباہی میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں مکانات کے لیے پچپن ہزار مربع میٹر جگہ بحال کی گئی تھی جو کہ ان دنوں میں ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔

اب تک میں نے زیادہ تر دنیپر کے پن بجلی گھر اور زیپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے ہی کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شہر اور علاقے میں ان کے علاوہ اور دوسرے منصوبے توجہ کے مستحق نہیں تھے۔ مثال کے طور پر کمیونارڈ

کمبائن کارخانہ دوبارہ تعمیر کیا جا رہا تھا اس سے پہلے جب یہ ابھی نیم تباہ شدہ ورکشاپوں میں قائم کیا گیا تھا تو اس میں فصل کاٹنے کی مشینوں کے دود کش تیار ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ اجتماعی فارموں کے ان کمبائنوں کی مرمت بھی کی جاتی تھی جو سلامت بچ گئے تھے اور ان کو ہیڈر مہیا کرتا تھا جو ہمارے لیے بہت ضروری تھا۔ ۱۹۴۶ء کے موسم خزاں میں علاقائی کمیٹی کے بیورو نے مطالبہ کیا کہ ایک نئی اور بہتر مشین کی برسد نیز کر دی جائے۔ ۱۹۴۷ء کے موسم بہار میں بیورو نے ایس۔ ۶ کمبائنوں کی سلسلہ وار پیداوار کا کام نپٹایا اور اکتوبر میں منعقد ہونے والے علاقائی کمیٹی کے عام اجلاس میں بتایا کہ مجموعی پیداوار سال کی تیسری چوتھائی میں دوسری چوتھائی کے مقابلے میں ۳ اعشاریہ ۳ گنا بڑھ گئی ہے۔ جب ہم پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں اور جو کچھ کیا جا چکا ہے اُسے یاد کرتے ہیں تو عام طور سے ہم اس تجربے سے وہ کچھ اخذ کرتے ہیں جو آج کے لیے مناسب اور آئندہ کے لیے کارآمد ہے مجھے ان مشکل اور کڑے دنوں کے دوران اپنے ذاتی تجربے سے اس طریق کار کی درستی کا احساس ہوا جو ہمارے لیے روایتی بن گیا تھا۔ علاقائی کمیٹی کے بیورو کو مسلسل زور دے کر اور انتہائی سختی سے ان پیچیدہ مسائل کی طرف توجہ دینی چاہیے جن کو حل کرنے کا کام پہلے ہی شروع ہو چکا ہے۔ اگر کسی کام کا آغاز ہو چکا ہے تو اسے کامیابی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہیئے۔ برسوں کے تجربے سے مجھے اس موقف کی درستی کا اور بھی یقین ہو گیا ہے۔ بہتر تنظیم، نظم و ضبط اور ذمہ داری کو اس طریق کار کی سچائی سے الگ نہیں کیا جا سکتا جس سے فیصلوں پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ اگر ہمارے معاشی سربراہوں نے اپنے ہی کیے ہوئے فیصلوں پر مکمل طور سے عمل درآمد کیا ہوتا تو بہت سی کوتاہیاں مدت سے ماضی کا حصہ بن چکی ہوتیں۔

ایک وقت ایسا بھی تھا جب زاپوروزائی کو اس مقامی تعمیراتی سازوسامان کی کمی کا سامنا تھا جس پر دینپر کے بجلی گھر اور زاپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کی بحالی اور اس کے علاوہ کمیونارڈ کارخانے اور اس سارے علاقے میں

مکانوں کی تعمیر کا دارومدار تھا۔ جیسا کہ ایسے حالات میں عام طور پر ہوتا ہے میں نے حقیقی مشکلات کی باتیں سنیں اور اس انداز سے ہر قسم کے گھڑے گھڑائے بیانات دیئے گئے اور بہانے بنائے گئے۔ جن سے محسوس ہونے لگا کہ کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن مارچ ۱۹۴۷ء میں یہ مسئلہ بیورو میں زیر بحث آیا اور مئی میں اس پر عمل درآمد شروع ہوا۔ روزمرہ کی جانچ پڑتال سے بالکل غفلت نہیں برتی گئی۔ اور اسی سال کے دوسرے نصف تک اینٹوں کا لفظ ہماری کارروائی میں دوبارہ نظر نہیں آیا۔ یہ مسئلہ حل ہو چکا تھا۔

ہمیں ایسے سوالوں کا حل بھی تلاش کرنا پڑا، جن کا معیشت یا روزمرہ کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن جو پھر بھی اہم تھے کیونکہ وہ لوگوں کی زندگی پر اثر انداز ہوتے تھے۔ حفاظتی عملہ ان غداروں کو تلاش اور بے نقاب کرنے میں مصروف تھا جنہوں نے فاشیوں کے ساتھ تعاون کیا تھا وہ سزا سے نہیں بچ سکتے تھے لیکن اس میں انتہائی سوچ بچار اور احتیاط سے کام لینے کی ضرورت تھی تاکہ دیانتدار لوگوں پر شک کر کے ان کو ناراض نہ کر دیا جائے۔ اس کام میں پارٹی کی شمولیت ضروری تھی اور مجھے اس بات کی اہمیت پر خاص طور سے زور دینا پڑا کہ ان سب لوگوں پر غدار ہونے کا شک نہ کیا جائے جو اپنی مرضی کے خلاف دشمن کے مقبوضہ علاقے میں رہ گئے تھے۔

اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جنگ کے بعد چوکس رہنے کی سخت ضرورت تھی۔ کیونکہ مشکل ہی سے کوئی ہفتہ ایسا گزرتا تھا جس میں کئی قسم کے ہنگامی حالات نہ پیدا ہوتے ہوں یہاں تک کہ مسلح گروہ بھی نظر آنے لگے تھے۔ اور کبھی کبھی رات کو گولی چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ میں رات کے وقت اکثر اکیلا ہی خود اپنی گاڑی چلاتے ہوئے سڑکوں پر گھومتا پھرتا تھا۔ ساری جنگ میں شریک رہنے کے بعد محض کسی بھولی بھٹکی گولی کا نشانہ بن جانا بڑی افسوسناک بات ہوتی۔ لیکن تکلف برطرف اپنی ذاتی سلامتی کے متعلق سوچنے کا یہ کوئی وقت نہیں تھا۔ ہمیں تو ساری آبادی کا تحفظ اور پرامن زندگی کو یقینی بنانے کی فکر تھی۔

فروری ۱۹۴۷ء میں علاقائی کمیٹی کے بیورو کو جرائم کے خلاف جد و جہد تیز کرنے کے اقدامات کا ایک خاص فیصلہ منظور کرنا پڑا۔ جیسا کہ مجھے یاد ہے اس وقت کہا گیا تھا کہ ہمیں کمیونسٹوں اور کمسومولوں کو جد و جہد کے اس محاذ پر بھیجنا چاہیے۔ قانون نافذ کرنے والی جماعتوں کو مضبوط بنانا چاہیے اور ان کو کمزور عناصر سے پاک کر دینا چاہیے۔ "جس کسی سے بھی کوئی غیر اخلاقی حرکت سرزد ہوئی ہے اُسے تبدیل کر دیا جائے اور بہتر ہے کہ ایسی جگہ خالی رہے اس طرح لوگ کم از کم یہ تو دیکھیں گے کہ جگہ خالی ہے اور ایک ماہر کاریگر کو وہاں بھیجنا ضروری ہے یا پھر سارے اجتماعی ادارے کو ایسے شخص کی پوری سنجیدگی کے ساتھ دوبارہ تربیت کرنا ہوگی۔"

ملیشیا کا کام بہت اہم تھا۔ ہر قسم کے لوگ زپوروزائی پہنچ رہے تھے جہاں گلیوں کی روشنی اور شہری نقل و حمل کا کوئی انتظام نہیں تھا اور مجھے ایک ایسا وقت بھی یاد ہے جب رہزنی اور غنڈہ گردی کی وجہ سے رات کی شفٹوں کے کام میں سخت رکاوٹ پڑ گئی تھی۔ ملیشیا کا وقار بلند کرنا اور اسے مضبوط بنانا بہت ضروری تھا۔ (بھی مجھے یہ تفصیل یاد ہے) ہماری ملیشیا کی وردیاں بھی بوسیدہ نظر آتی تھیں۔ میں نے ایک اجلاس میں کہا تھا کہ "ہمیں اپنی ملیشیا کے سپاہیوں کو مناسب وردیاں مہیا کر کے اپنے کام کا آغاز کرنا چاہیے تاکہ لوگ دور ہی سے دیکھ کر ملیشیا کو قانون اور امن کا محافظ سمجھ سکیں۔"

اس قسم کے اور بہت سے مسائل کی نشاندہی کی جا سکتی ہے جن کی اہمیت اُس وسیع تعمیراتی مقام کے معاملات کے مقابلے میں بظاہر بہت کم نظر آتی تھی لیکن اس کے باوجود وہ سب ہماری زندگیوں کے نمونے کا حصہ تھے اور وہ بھی وقت اور صحیح حل کے متقاضی تھے اگر ان کو ایک علاقائی کمیٹی کے دوسرے سیکرٹریوں میں تقسیم نہ کر دیا جاتا اگر تمام محکموں اور علاقائی کمیٹی کے عملے کو کام میں شامل نہ کیا جاتا اور آخر میں اگر اس قسم کے مسائل کا معتدبہ حصہ ہماری گورنمنٹ اور معاشی تنظیموں نے

اپنے ہاتھوں میں نہ لیا ہوتا اور ان کو حل نہ کیا ہوتا تو میں اتنی زیادہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے قابل کبھی نہ ہوتا۔ اس موقع پر میں کسی بھی پارٹی رہنما کی ایک اہم خصوصیت پر زور دینا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ اسے دوسرے اہل کاروں کے متبادل کے طور پر کام نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان میں ساتھی کارکن تلاش کر کے ان کو اپنے اعتماد میں لینے ان کو اپنی ذمہ داریوں اور فرائض میں شریک کرنے اور یہ باور کرانے کے قابل ہونا چاہیے کہ اہم فیصلے مشترکہ طور پر کیے جاتے ہیں۔

زلوروزائی میں جن لوگوں کے ساتھ مل کر مجھے کام کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ زیادہ تر قابل، ذہین اور لائق آدمی تھے۔ میں یہ بتانا پسند کروں گا کہ علاقائی کمیٹی کے دوئم سیکرٹری کا عہدہ ابندریائی پاولووتچ کریلینکو کے پاس تھا۔ جی۔ وائی۔ ینوتن اور پی ایس ریزنک بھی علاقائی کمیٹی کے سیکرٹری تھے۔ اور این۔ پی موازے نیکو شہری پارٹی کمیٹی کے دوئم سیکرٹری کے طور پر کام کرتا تھا۔ اس طرح میں ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر کام کر رہا تھا جن پر میں یقیناً بھروسہ کر سکتا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے موسم بہار کے آغاز سے مجھے اپنے فرائض کے سلسلے میں ہر دوسرے دن زلوروزائی جانا پڑتا تھا اور گرمیوں میں اپنا دفتر بھی وہاں لے جاتا تھا۔ حرارت اور برقی توانائی کا سٹیشن جو اس وقت زیر تعمیر تھا اور کلدار بھٹی کے درمیان ایک چھوٹا سٹیشن واقع تھا جس کا نصف حصہ ایک دھماکے کے بعد بھی سلامت کھڑا تھا۔ اس میں میرے لیے ایک کمرہ تلاش کیا گیا جس میں اس وقت ایک میز ایک ٹیلیفون دو کرسیاں اور ایک بستر موجود تھا تا کہ اگر رات کی شفٹ کے لیے مجھے وہاں ٹھہرنا پڑے تو اس میں قیام کر سکوں اور اس کا اتفاق اکثر اور بار بار ہوتا تھا۔

مجھے عملاً تعمیراتی کام کے تمام مسائل سے نپٹنا پڑتا تھا۔ وقت بہت کڑا تھا اور ہر دن نئے نئے مسائل لے کر آتا تھا۔ مجھے دو شفٹوں میں کام کرنے کا اپنا فیصلہ یاد آتا ہے جس سے ہم تعمیراتی کام کی رفتار تیز کرنے اور منصوبے کو مکمل کرنے کے قابل ہو جاتے لیکن پھر بھی ظاہر ہے کہ شام کے وقت روشنی کی سہولتوں کے بغیر کام جاری رکھنا

ممکن نہیں ہوتا اور اس علاقے میں بجلی کے بلب ڈھونڈ نکالنا بالکل ناممکن تھا۔ اس کے لئے میں نے سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی مرکزی کمیٹی کے کامریڈ زداتوف کو لکھنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنی صورتحال کی وضاحت کی اور تین ہزار بجلی کے بلب ارسال کرنے کو کہا۔ تین دن سے بھی کم عرصے میں نہ صرف مثبت جواب ہمیں مل گیا بلکہ بجلی کے بلب بھی۔ بہت سے لوگوں کے کام کے حالات بہتر ہو جانے پر اب دوسری شفٹ پر بھی کام شروع ہو سکتا تھا۔ اس بات سے صنعت کے اس جز کی بحالی پر اثر انداز ہونے والی کسی بھی درخواست کے متعلق چاہے وہ چھوٹی سی ہو مرکزی کمیٹی کی دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔

پھر بھی کبھی کبھی مجھے تعمیراتی کام کے معاملات سے توجہ ہٹانی پڑتی تھی۔ مجھے بوائی کے دنوں کا ایک واقعہ یاد ہے جب بروپانسک سے تیزی کے ساتھ واپس آتے ہوئے میں نے رات ایک کھیت میں سوکھی گھاس کے ڈھیر میں بسر کی جو کہ گزشتہ برس وہاں لگایا گیا تھا۔ صبح تقریباً سات بجے میں پولوگی ضلع میں گیا اور ضلع پارٹی کمیٹی کے سیکرٹری سیرتا یوک سے بات کی۔ جب میں نے بوائی کے کام کی رفتار اور ریاستی مشینری کی حالت کے متعلق پوچھا تو میں نے دیکھا کہ وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟ الیگزنڈر سووتچ؟ میں نے اس سے پوچھا۔ "صاف صاف کہو کیا بات ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ . . . . کیا آپ نے آج صبح کچھ سنا ہے؟"

"نہیں تو —— کوئی نئی بات؟"

"آج پراودا کے اداریے میں ہماری خوب خبر لی گئی ہے یہ اس سست رفتاری کے متعلق ہے جس کے ساتھ زپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کی بحالی کا کام ہو رہا ہے۔ اس کے الفاظ کافی سخت ہیں۔"

"اچھا"، میں نے کہا، "تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سٹالن ٹیلیفون پر بات کرے گا میرے لئے واپس شہر پہنچنا ضروری ہے"

اس رات واقعی سٹالن نے مجھے ٹیلیفون کیا۔ اور جو گفتگو ہمارے درمیان ہوئی وہ بہت سنجیدہ تھی۔ ہم جو کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے اور صرف کچھ عرصہ پہلے تک جسے ہم بہت اچھا کام سمجھ رہے تھے اب اس کے بالکل برعکس نظر آرہا تھا۔ ہمارے علاقے ہی میں نہیں بلکہ سارے ملک اور ساری دنیا میں حالات بدل چکے تھے چادری فولاد تیار کرنے والے کارخانے کے کام شروع کرنے کی مقررہ تاریخ اب اسی سال کے موسم خزاں تک پیچھے کردی گئی تھی اور ہمیں کام کی رفتار تیز کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ سرد جنگ کا آغاز ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔

۱۶ مارچ ۱۹۴۷ء کو سوویت یونین کے وزراء کی کونسل نے نئی مقررہ تاریخوں کے متعلق ایک اعلان جاری کیا جس کے بعد مشینری کی تنصیب کا کام تیز کرنے کا اعلان ہوا اور ۱۸ اپریل کو مرکزی کمیٹی نے تعمیراتی مقام کی پارٹی کمیٹی کے کام کے متعلق ایک قرارداد منظور کرلی۔ یعنی وہ طریقے جن میں سے اس کا پارٹی اور سیاسی کردار قائم رکھا جارہا تھا۔ اس طرح صرف ایک مہینے کی مدت میں ملک کے اعلیٰ پارٹی اور ریاستی اداروں نے تین مرتبہ ہمارے مقامی معاملات کی طرف توجہ مبذول کی۔

مرکزی کمیٹی کی قرارداد میں ان پیچیدہ حالات میں صورت حال کے تقاضوں کے مطابق کام کرنے میں ناکام رہنے کی وجہ سے زپوروزائی کی پارٹی کمیٹی پر سخت تنقید کی گئی تھی۔ ہرچند کہ میں نے دراصل اپنے فرائض صرف اس سال کے آخر میں سنبھالے تھے اور میں یہ دعویٰ کرسکتا تھا کہ مجھ پر کوئی الزام نہیں آسکتا مجھے ذمہ داری کا سارا بوجھ اپنے سر لینا پڑا۔ علاقائی کمیٹی کے اول سیکرٹری کے کام کی یہ ایک اور خصوصیت ہے ایک رہنما اور کمیونسٹ کی حیثیت سے وہ یہ بہانے نہیں بنا سکتا کہ فلاں فلاں موقع پر وہ وہاں موجود نہیں تھا وہ کسی چیز کے متعلق اپنی لاعلمی کا عذر پیش نہیں کرسکتا یا یہ دعوے نہیں کرسکتا کہ دوسرے کامریڈ اس کے ذمہ دار ہیں۔ جس لمحے وہ علاقائی پارٹی تنظیم کی قیادت سنبھالتا ہے اس وقت سے اوّل سیکرٹری ہر چیز کے لئے

ذمہ دار ہونا ہے۔

مرکزی کمیٹی کی قرارداد شائع ہونے کے تین دن بعد زپوروزائی کے پارٹی ارکان کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ کارروائی صاف سیدھے اور کھلے لفظوں میں ہوئی اور کسی کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ میری تقریر میں تعمیراتی مقام کی صورت حالات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا تھا۔ میں نے یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی شہری اور علاقائی کمیٹیوں کی کوتاہیوں کا بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا تھا۔

مرکزی کمیٹی کی قرارداد کا مسئلہ ہم ۸ اپریل کو پارٹی کی زپوروزائی شاخ کی شہری کمیٹی کے عام اجلاس میں لے گئے جب تعمیراتی مزدور اور وہ لوگ جنہوں نے کارخانے کی تکمیل پر اسے چلانا تھا نئے منصوبوں کے مسودے اور ایک نیا شیڈول اپنے ساتھ لے کر آئے اس طرح بحث بہت ٹھوس ہوگئی۔ مثال کے طور پر کزمن اپنے ہمراہ یہ تخمینہ لایا۔ "اگر ہم اسی معیار تک رہیں گے جو ہم نے مارچ میں قائم کیا تھا تو کلدار بھٹی مزید چار مہینوں میں کام شروع کرنے کے لئے تیار ہوگی۔ سلوں کی مل مزید چار مہینے جب کہ کولڈ رولنگ ورکشاپ کے لئے آٹھ ماہ سے زاید کا عرصہ درکار ہوگا۔

"ہم مارچ کے منصوبے کی تکمیل پر ہی اکتفا کر کے بیٹھ رہنا نہیں چاہتے" مزدوروں کے ڈائریکٹر نے کہا۔

"اپریل کے مہینے میں بھی کام کی رفتار کم از کم دگنی ہونی چاہیئے۔" محنت کی پیداواری قوت میں بھی اضافہ کرنا ضروری تھا۔

شہری کمیٹی کے عام اجلاس میں کہا گیا تھا کہ "آج تینتیس ۳۳ ہزار مزدور تعمیراتی مقام پر کام کر رہے ہیں اس کے باوجود کچھ شعبوں میں مزدوروں کی کمی ہے۔ اگر ہم نے محنت کی پیداواری قوت میں ۲۰ فی صد کا اضافہ کر دیا تو وہ ان چھ ہزار مزدوروں کے برابر ہوگا جن کی ہمارے ہاں کمی ہے۔"

اب وہ وقت آ پہنچا تھا جب ہمارے تخمینوں کو برسوں کی مدت کے لئے نہیں بلکہ مہینوں اور یہاں تک کہ دنوں کی مدت کے لئے ہونا تھا۔ عام احساس یہ تھا کہ

اپنی منصوبہ بندی میں ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم "جو کچھ ممکن ہے" سے شروع نہ کریں بلکہ "جس کی ضرورت ہے" سے کام کا آغاز کریں۔ جب اس بات کا اعلان ہوا کہ ہم روزانہ ایک ملین روبل کی قیمت کا تعمیراتی اور تنصیبی کام کریں گے تو ہال میں شور مچ گیا کیونکہ بہت سے لوگ ابھی تک اس سے عہدہ برآ ہونے کے متعلق شک میں مبتلا تھے (پھر بھی مئی کے آخر تک یہ نشانہ حاصل کر لیا گیا تھا۔ اور موسم خزاں کی ... تک جب رولنگ مل نے کام کرنا شروع کر دیا تو اس کام کی قیمت دو ملین روبل روزانہ تک تھی)

میں نے اجلاس کے آخر میں تقریر کی اور زیادہ زور اس بات پر صرف کیا کہ تعمیراتی مقام پر ایک اعلیٰ درجے کے تحرک، کارگر استعداد اور ذاتی نظم و ضبط کا ماحول پیدا کرنا ضروری تھا۔ اب یہی وہ بنیادی تقاضے تھے جن پر تمام چیزوں کا انحصار تھا۔ اس وقت تک میری دسترس میں بہت سے ایسے حقائق اور مشاہدات آچکے تھے جن کی مدد سے میں اپنی فروگزاشتوں اور امکانات کو یقین بخش طریقے سے ظاہر کر سکتا تھا۔

میں نے حاضرین کو یہ واقعہ یاد دلایا:۔ ایک بڑے ورکشاپ کی تمام کھڑکیوں اور روشندانوں میں شیشے لگا دیئے گئے تھے۔ لیکن بعد میں اس کے قریب ہی کچھ دھماکے کیے گئے اور یقیناً تمام شیشے چکنا چور ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم مزدوروں کو تو کفایت شعاری سے کام لینے کی تلقین کر رہے تھے اور خود ہم نے اتنا زیادہ شیشہ ضائع کر دیا تھا۔ کام کرنے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ زلپوروزائی کی پارٹی کمیٹی کو چاہیے کہ انتظامی عملے میں شامل اپنے کارکنوں کو ان کے عہدوں کی پروا نہ کرتے ہوئے کام چوری کے طریقے چھوڑ کر نظم و ضبط سے کام کرنا سکھائے۔ میں نے اس بات پر خاص زور دیا لیکن یہ اضافہ کرنا بھی ضروری سمجھا کہ "اگر ہم خود کاہل ہیں اور غیر ذمہ دار لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں تو یہ سخت خطرناک بات ہے۔ اس کے باوجود میں پارٹی کمیٹی کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کہ وہ کسی کو پارٹی سے نکال دے یا سرزنشوں

کا طوفان برپا کر دے۔ اس سے بھی کام نہیں چلے گا" دوسری حد تک جانے کے خلاف ساتھیوں کو خبردار کرنا ضروری تھا۔

۵

ہم نے شروع ہی سے عملے کی طرف ہمدردانہ رویہ اختیار کرنے کی کوشش کی اور ہماری تنظیم میں خیر سگالی کا جو ماحول پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا اس سے ہم کو بہت فائدہ ہوا عام طور پر میں نے کبھی کوئی غیر مہذب بلند بانگ یا جسے قیادت کے "طاقتور بازو" کا طریقہ بھی کہا جاتا ہے، اسلوب پسند نہیں کیا۔ جب کوئی شخص خوف زدہ ہوگا تو وہ کسی بھی ذمہ داری سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ ہمارا کام پیش رفت پر پابندی لگانا نہیں تھا بلکہ انتہائی وسیع پیمانے کی پیش رفت کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ موجدانہ صلاحیت اور عملی جستجوؤں کے بغیر ہم ان مشکل حالات میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ جب حالات پرسکون ہوں تو شور مچانے کی ضرورت اور بھی کم ہوتی ہے۔

میں اس سلسلے میں یہ مثال پیش کروں گا۔ ہم مشینری کی تنصیب کا کام پی۔ کے ۱۵ اکرین سے کر رہے تھے جو اس وقت کافی طاقتور سمجھی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ کام کی رفتار تیز کرنے کی غرض سے اس پر ضرورت سے زیادہ وزن رکھ دیا گیا تو وہ الٹ گئی اور بے کار ہو گئی۔ جب مجھے اس حادثے کی اطلاع ملی تو میں فوراً وہاں پہنچا اور دیکھا کہ بھگدڑ مچی ہوئی ہے اور بہت زیادہ شور ہو رہا ہے۔ کرین آپریٹر جس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ قریب ہی کھڑا تھا۔ "کوتلوندزور" کے اہلکار اور تفتیشی اداروں کے نمائندے پہلے ہی جائے حادثہ پر پہنچ چکے تھے۔ میرے خیال میں صرف کرمن پرسکون تھا۔

"کوئی زخمی تو نہیں ہوا؟" میں نے اسے پوچھا۔

"نہیں،، اس نے جواب دیا،" کرین بڑے محفوظ انداز سے گری ہے اگر ہم خاص

حساب بھی لگاتے تو اتنی محدود جگہ میں اس سے بہتر طور پر اسے نیچے نہیں لا سکتے تھے ہم نے فوراً دیکھ لیا کہ کرین واقعی ایک خالی جگہ پر گری تھی اور کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود میں نے جلد ہی ہیسٹریائی ۔ چیخ پکار سنی مثلاً "سبوتاژ! کرین آپریٹر کو عدالت میں لے جانا چاہیئے! اور اس کے ساتھ نگران کار کو بھی" میں چاہتا ہوں کہ میری بات صحیح طور سے ذہن نشین کر لی جائے ۔ میں ان اصلی غنڈوں اور مجرموں کو سخت اور انتہائی کمزوری ناگزیر سزا دینے کے حق میں ہوں جن کا جرم پوری طرح ثابت ہو چکا ہو۔ لیکن حادثے میں جب میں نے دیکھا کہ کوئی بری نیت شامل نہیں تھی بلکہ محض غفلت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے تو میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ گفتگو کا لہجہ بدل دیا جائے ۔ خوف اور گھبراہٹ کا ماحول کیوں پیدا کیا جائے بلکہ حادثے پر معذرت کا اظہار کرتے ہوئے ہم کو چاہیے کہ لوگوں کو اس صورت حال کا فوری اور معقول حل تلاش کرنے کے لئے آمادہ کریں ۔

وہ حل بھی تلاش کر لیا گیا۔ تعمیر کاروں نے گائی ڈیرکس کا ایک طریق کار استعمال کیا اور اس طرح مشینری کی تنصیب کا کام جاری رہا اور شیڈول سے بھی پیچھے نہیں رہا۔ اگر سخت سزا دی گئی ہوتی تو تعمیراتی کام اور وہ مقصد جس کے لیے ہم سب کوشاں تھے لوگوں کے کس کام آتا؟ فرض کیجیے کہ یہ سزا دوسرے آپریٹروں اور نگرانوں کے لئے حوصلہ شکن ثابت ہوتی تو پھر کیا ہوتا۔ اگر ہمارے بہترین مزدور اور جدت پسند انجنیئر "قاعدے کے عین مطابق" کام کرنا شروع کر دیتے اور ہدایات کی کتاب کے ہر پیراگراف پر سختی سے عمل کرتے تو ہم تعمیراتی کام کو مقررہ تاریخوں پر کبھی بھی ختم کرنے کے قابل نہ ہوتے ۔

اس وقت تک ابھی تباہ شدہ فیکٹریوں اور اس قسم کے دوسرے اداروں کی بحالی کی کوئی سائنس موجود نہیں تھی اور نہ ہی اس قسم کی نصابی کتابیں لکھی گئی تھیں جن سے ہمیں یہ پتہ چلتا کہ وہ عمارتیں جو زمیں بوس ہو چکی تھیں یا بموں سے اڑا دی گئی تھیں ان کو راکھ کے ڈھیروں سے کس طرح پیدا کیا جاتا ہے۔ ہر چیز پہلی بار کی جا رہی تھی اور

شروع سے تعمیر کی جا رہی تھی۔ یہ کام بذات خود بے خوف قسم کا تھا اور یہ ضروری تھا کہ ایجاد و اختراع کا جوش سرد نہ ہونے پائے۔ تمام مزدوروں، انجنیروں اور پارٹی کے اہل کاروں میں ایک بے خوف پیش رفت کا جوش پیدا کرنا ضروری تھا۔ اُس حبس زدہ موسم گرما میں، حقیقی اور علامتی ہر دو لحاظ سے حبس زدہ، تعمیراتی کام کے تمام شعبوں میں مسلمہ اصول ترک کر دیے گئے تھے اور نتیجے میں خطرات کا سامنا کرنا ضروری ہو گیا تھا لیکن اس قسم کے خطرات درست اور سوچے سمجھے تھے اور ان کی بنیاد علم، تجربے اور محتاط اندازوں پر قائم کی گئی تھی۔

مثال کے طور پر ایک موقع ایسا آیا جب ایک ۸۲ ٹن وزنی رولنگ مل کو ریلوے کی پلیٹ فارم کار سے نیچے اتارنا تھا۔ شیٹ رولنگ کے محکمے کے پاس جو کرین تھی وہ صرف ۲۰ ٹن وزن اٹھا سکتی تھی۔ ہدایات کے مطابق ایک زیادہ طاقتور کرین کی نشاندہی کی گئی۔ کام کرنے والے مزدوروں کے لیے اس سے زیادہ آسان بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ یہ کام ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیتے اور یہ مطالبہ کرتے کہ ضروری کرین کے آنے تک وہ انتظار کریں گے۔ لیکن انہوں نے اور ہی کام کر دکھایا۔

الیگزینڈر نکولایویچ چیپیگا باڈیاں جوڑنے والا ایک بوڑھا فورمین جو ایک بہت کم گو شخص تھا اور دیکھنے میں سخت گیر بھی تھا کار کے گرد پھرا۔ اس نے پہلے بھاری بھر کم تختے اور بعد میں اس بنیاد کا جائزہ لیا جس پر اُسے رکھنا تھا۔ اس نے کئی تخمینے لگائے پھر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ انجنیروں کے ساتھ مل کر ایک ایک چیز کو پرکھا اور ان سب باتوں کا نتیجہ ایک جادو کے کرشمے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ریلوے کار اور بنیاد کے درمیان ریلوے سلیپروں کا ایک چبوترہ کھڑا کیا گیا پھر تختے کے ایک سرے پر ایک کنڈا لگایا گیا اور چیپیگا کے حکم پر کرین (وہی بیس ٹن وزن اٹھانیوالی) کے ذریعے اس حصے کو چبوترے پر لایا گیا۔ پھر دوسرے سرے پر کنڈا لگایا گیا اور اسے کھینچ کر بنیاد کی طرف لایا گیا اس طرح وہ بھاری بھر کم تختہ اپنی اصلی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ کرشمہ یہ تھا کہ اس سارے کام کے دوران بیشتر وزن ایک مضبوط سہارے پر پڑتا رہا۔

یہ دراصل موجدانہ صلاحیت کا ایک خوبصورت شاہکار تھا جس کی بنیاد ایک بے خوف پیش رفت اور درست اندازے پر ایک ماہر کاریگر نے رکھی تھی۔

یہی طریقہ ایک رولنگ مل کے کٹائی کے فریم کو سہارا دے کر اوپر اٹھانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ لیکن اس بار وزن ایک سو ۱۰۳ تین ٹن تھا پھر بھی اس عمل کے لئے وقت کی شرح گھٹا کر ۱/۹ کردی گئی تھی۔ اسی قسم کا واقعہ حرارت اور برقی توانائی کے سٹیشن کی تعمیر نو کے وقت بھی پیش آیا جب ایک بڑے بھاری بوائلر کے خول کو بہت زیادہ بلندی پر پہنچانا تھا۔ یہ ذمہ داری کالام تھا اور ضروری کرینیں میسّر نہیں تھیں لیکن ایک انجینئر نے ایک چھوٹی کرین اور عمارت کے اپنے گارڈروں کی مدد سے وزن اٹھانے کا ایک "مشترک عمل" ایجاد کیا۔ "سویوز پرومونتاژ" کے ماہرین نے خطرے کا اعلان کر دیا مگر جب وہ وہاں پہنچے تو خول ان سے پہلے ہی اپنی جگہ پر رکھا جا چکا تھا۔ اس میں کئی دنوں کی بجائے ۴۳ منٹ صرف ہوئے تھے۔

ایک دفعہ میں سٹالن گراڈ سے آئے ہوئے مشینری نصب کرنے والے مزدوروں کے پاس گیا۔ ہیلو گارڈ ساتھیو! میں نے ان کو سلام کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ ان میں سے بیشتر نہ صرف اپنی وردیاں پہنے ہوئے تھے بلکہ یہ مشینری نصب کرنے والے مزدور ایک لحاظ سے فوج کا عقب تھے اور کام کی بروقت تکمیل ان پر منحصر تھی۔ ان کے لئے پیچھے رہ جانے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ میں نے حسبِ عادت ان کے شعبے کا حال پوچھا۔ تو میرے سوال پر قہقہوں کا شور بلند ہو گیا۔ جب مجھے اس کا سبب معلوم ہوا تو میں خود بھی قہقہے لگائے بغیر نہ رہ سکا۔

واقعہ دلچسپ تھا۔ ان کو ایک نقشہ ان قطعی ہدایات کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ "انتہائی ضروری" آج ہی کیا جانا چاہیئے۔ "دستخط" "لفشرط" پہلے تو مزدور حیران رہ گئے کیونکہ یہ کام کم از کم تین دن کا تھا۔ اس لئے پہلے تو انہوں نے کچھ برا بھلا کہا لیکن ان کے لئے پیچھے رہ جانا بھی ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی آستینیں چڑھا لیں اور وہ کام اسی دن ختم کر ڈالا۔ جب وہ کام ختم کر چکے تو

ایک نوجوان عورت نقشہ نویسوں کے بیورو سے بھاگتی ہوئی آئی۔ "نقشہ کہاں ہے؟ اس نے پوچھا اور پھر یہ انکشاف ہوا کہ گپر و منیر کے توانائی کی انجینئرنگ کے شعبے کے سربراہ کامریڈ لفشٹز کی جاری کردہ ہدایات کا مشینری نصب کرنے والے مزدوروں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ نقشے کی ایک نقل تیار کر دی جائے۔

دراصل کام کے تمام شعبوں میں لوگ تندہی، مہارت اور پیش قدمی کے جذبے کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ اکثر اوقات جب تک کوئی کام مکمل نہیں ہو جاتا تھا وہ مسلسل کئی کئی دن اپنے گھروں کو نہیں جاتے تھے۔ وہ سائے میں ذرا آنکھ لگا لیتے تھے۔ اور پھر کام پر واپس چلے جاتے تھے۔ ہمہ گیر سرگرمی، عظیم پیش رفت اور اپنی قوتوں میں لامحدود یقین کا ایک جوش پیدا ہوا جس کے لیے علاقائی کمیٹی ہمیشہ سے کوشاں تھی۔ ہم نے محسوس کیا کہ تعمیراتی مقام پر تبدیلی کا آغاز ہو چکا ہے اور اب ہماری ترقی کی رفتار باقاعدہ طور پر تیز ہو جائے گی۔ اعلیٰ درجے کے تجربہ کار مزدور پیدا ہو چکے تھے جو بڑے بڑے منصوبوں اور کام کے سخت سے سخت فیڈولوں سے عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔ اس رفتار کو برقرار رکھنا اسی طرح ضروری تھا جس طرح کہ لڑنے والے سپاہیوں کا جوش جب بڑھ جاتا ہے تو وہ ایک مضبوط مورچے کے بعد دوسرا مضبوط مورچہ فتح کرتے چلے جاتے ہیں۔

ہمارے جماعت کے کام کا نتیجہ محنت کے سارے محاذ پر صاف نظر آنے لگا۔

"اسی طرح جس طرح کہ پہلے پنجسالہ منصوبوں کے برسوں میں سارا ملک میگنیٹو گورسک اور کزنتسک پروجیکٹوں کی تعمیر میں ہاتھ بٹا رہا تھا۔" پراودا نے لکھا کہ "لفظ زاپوروزائی سٹرائی اب نہ صرف تعمیراتی کام کرنے والوں کا بلکہ ان سب کا نعرہ بن جانا چاہیئے جن پر زاپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کی جلد سے جلد بحالی کا انحصار ہے۔"

اس موسم گرما میں ہمارے اخبارات کو لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے دوسرے

طریقوں کے ساتھ ہمارے پرجوش بالشویک مظاہرے کی صورت میں ایک اہم کردار ادا کرنے کو ملا۔ زلیوروزا ی پہنچ کر میں نے فوراً اس بات پر زور دیا کہ علاقائی اخباروں کی اشاعت میں اضافہ کیا جائے۔ ہرچند کہ ملک میں اخباری کاغذ کی کمی تھی سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی مرکزی کمیٹی ہماری مدد کو پہنچی۔ ہم نے مزدوروں کی آبادیوں کے لئے ریڈیو نشرواشاعت کا انتظام بھی کر دیا۔ پارٹی کارکن اس بات سے حیران رہ گئے جب ان کو پہلی بار یہ پتہ چلا کہ علاقائی کمیٹی کے اوّل سیکریٹری نے تعمیراتی مقام کے عملے کے لئے شائع ہونے والے اخبار سٹرائٹل کی مجلس ادارت کی ایک رپورٹ اپنے بیورو کے ایجنڈے میں شامل کر لی ہے۔ بیورو کے فیصلے میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ یہ ہے۔ "پارٹی کمیٹی نے اس وسیع تنظیمی کردار کا غلط اندازہ لگایا ہے جو اخبار نے لوگوں میں نظریاتی کام کے فروغ کے لئے ادا کیا ہے اور وہ اخبار کو ایک پلیٹ فارم کے طور پر استعمال نہیں کرتی"

جب کام زوروں پر تھا تو پراودا، رادیانسکا یوکرینا، اور بالشویک زلیوروزیا اخباروں نے تعمیراتی مقام پر کام کرنے اور وہاں کی رپورٹیں ارسال کرنے کے لئے ماتحت ادارتی عملہ بھیجا۔ ہمارے علاقائی اخبار کے "مظاہرے اور پروپیگنڈے" کے شعبے کے سربراہ اینڈریائی کلا یوینکو سے میری ملاقات محاذ جنگ پر ہوئی تھی جہاں ہم کاکیشیا سے پراگ پہنچنے تک شانہ بشانہ لڑتے رہے تھے۔ وہ ایک بہادر رجمنٹل کمیسار اور بے خوف اخبار نویس تھا۔ اخباری کام کے لئے یہ ایک بڑی اہم خوبی ہے۔ مجھے بالشویک زلیوروزیا کے دفتر کی مقامی شاخ کا ایڈیٹر ولادیمیر ایپن بھی یاد ہے۔ آنکھوں پر عینک، لمبا اور دبلا پتلا وہ اپنے کام میں بہت تیز تھا اور تعمیراتی مقام پر تازہ ترین خبر سب سے پہلے اسے معلوم ہوتی تھی جو فوراً اخبار یا اشتہاروں کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچ جاتی تھی۔

جب کبھی نمایاں اہمیت کے واقعات ظہور پذیر ہوتے تو ہم مناسب اشتہار شائع کرتے تھے جن کو ہمارے کمسومول لڑکوں یا ہلکے پی۔او۔۲ طیارے کے

ذریعے تقسیم کر دیتے تھے ان میں سے ایک کا متن یہ ہے جو ایک فتح کے موقع پر شائع کیا گیا تھا جو ہمیں بہت عزیز تھی۔

"سارے ملک کے نام ایک اہم پیغام"

"زاپوروزائی کے دیگی لوہے کی پیداوار دوبارہ شروع ہو گئی۔"

آج ہماری کلدار بھٹی کے مزدوروں نے جنگ کے بعد دیگی لوہے کا پہلا ڈلا تیار کیا ہے۔ اب آپ اپنی پیاری مادر وطن کی خاطر اپنی سخت محنت کا ثمر دیکھ سکتے ہیں۔

تمام سوویت عوام اپنی عظیم صلاحیت کی کلدار بھٹی اور زاپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کے حرارت اور توانائی کے سٹیشن کے نئے جنم کا اس طرح خیر مقدم کرتے ہیں جیسے کوئی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا ہو کیونکہ وہ فاشی وحشیوں کی لائی ہوئی تباہی کو پوری طرح جانتے ہیں۔ آج سارا ملک احسان مندی کے جذبات کے ساتھ آپ کا نام لے رہا ہے۔ زاپوروزائی کے تعمیراتی مزدورو!

نئی فتح مندیوں کے لئے آگے بڑھو!

خیر یہ تو میں آگے نکل آیا ہوں۔ کیونکہ اس فتح کی تکمیل میں ابھی کافی وقت تھا اس سلسلے میں انتہائی سخت اشتہارات بھی شائع کئے جاتے تھے۔ جن میں ان لوگوں کے نام بھی درج ہوتے تھے۔ جو کام میں رکاوٹ کا باعث بنتے تھے۔ میں ایک مثال پیش کرتا ہوں جو شاید اتنی اہم نہ ہو۔ کوئی شخص سڑک پر ایک سل چھوڑ گیا تھا جو عین راستے میں پڑی تھی اور کام میں رکاوٹ ڈال رہی تھی۔ دوسری صبح سل پر چاک سے یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ فورمین! اس سل کو ہٹانے کا بندوبست کرو اس کی وجہ سے کام رک گیا ہے۔ تم کو پانچ گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دستخط تھے یقیناً یہ ہٹا دی گئی تھی۔ اور راستہ صاف ہو گیا تھا۔ یہ طریقہ بہت موثر ثابت ہوا۔

ہر قسم کا بصری مظاہرہ کارگر ثابت ہوا۔ جب کوئی شخص تعمیراتی مقام سے ہو کر گزرتا تو ہر طرف تاریخیں اور نقشے اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتے تھے۔ سلوں کی

مل کو فلاں تاریخ تک کام شروع کرنا چاہیئے۔ کولڈ رولنگ مل کو ایک اور تاریخ تک آخری تاریخ میں ابھی ۳۰ دن باقی ہیں۔ پھر پندرہ، دس اور پانچ، تعمیراتی مقام پر پیش آنے والے واقعات سے سارے شہر کو باخبر رکھا جاتا تھا اور ہم شہریوں کو اپنے اجلاسوں میں شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ تعمیراتی مزدور اپنے بیوی بچوں سمیت آتے تھے۔

"یہ کیا ہے؟" نوجوان بیوی اپنے خاوند سے پوچھتی "دوسرے لوگوں کی تو اتنی تعریف ہو رہی ہے اور تمہارا نام تک کوئی نہیں لیتا۔"

یا کوئی بچہ پوچھتا۔

"ڈیڈی! لوگ انکل پیوپتر کے لئے زور ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ آپ کے لئے کیوں نہیں بجاتے؟"

یہ اس حقیقی اور زندہ اجتماعی کام کی مثالیں ہیں جو بہت زیادہ کارگر ہے۔ یہ خیال کرنا غلط ہے کہ صرف مادی محرکات ہی کام کرتے ہیں۔ نہیں! سوویت عوام کو اس سے بھی بہت زیادہ کی ضرورت ہے۔ کسی بڑے مہماتی کام میں شمولیت کا احساس کام کے متعلق اپنے اظہار خیال کی خواہش۔ قابلیت کا فخر اور اپنے ساتھیوں کا احترام، وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام اخلاقی ضروریات کو یقیناً ذہن نشین کرانا چاہیئے۔ اور اس کام میں ہمہ جا موجود اخبار نویس ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوئے۔ ترقی یافتہ طریقے، کسی شخص کی سوانح عمری کے روشن صفحات، کسی کام کا قائم شدہ ریکارڈ یا کسی جگہ پر بہتر کارگردگی ان سب کا ذکر فوراً اخباروں میں آجاتا تھا۔ یہ اخبار نویس تعمیراتی کام میں پوری طرح شریک تھے۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے ماتحت ادارتی دفتروں کے ارکان کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ معائنہ ٹیموں کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچنے والے پراجیکٹوں کے معائنے کے لئے ضرور جایا کریں۔ جیسا کہ ہم تعمیراتی کام اور کارخانے کے سربراہوں کے ساتھ مل کر روزانہ کیا

کرتے تھے۔ اس قسم کے دوروں کے دوران کئی قسم کے دلچسپ سوال پیدا ہوتے ہیں۔ مفید باتیں ہوتی ہیں اور تعمیراتی کام کے نئے بہادروں کے نام مشہور ہوتے ہیں۔ ہم اپنے اخباروں سے محض تعریفی کلمات ہی نہیں بلکہ سخت تنقید کی توقع بھی رکھتے تھے۔

میں ضمنی طور پر یہ کہوں گا کہ ہم مختلف اداروں کو غیر ضروری ملاقاتوں سے منع کرنے کی کوشش کرتے تھے کیوں کہ اس طرح تعمیراتی اور تنصیبی مزدوروں اور تکنیکی عملے کے کام میں خلل پڑتا تھا۔ میں اپنے ساتھیوں سے اکثر کہا کرتا تھا کہ تمام کام براہِ راست تعمیراتی مقام پر لے جانا چاہیئے اگر کوئی معاملہ طے کرنا ہے تو خود تعمیراتی مقام پر جائیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ علاقائی کمیٹی کا اول سیکرٹری جو کچھ کہتا ہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہے تو تمام سیکریٹریوں، شعبوں کے سربراہوں، اور پارٹی کی ضلعی شہری اور علاقائی کمیٹیوں کے انسٹرکٹروں کا یہی دستور ہو گیا۔ یہ ان کے لیے بھی بہت زیادہ سود مند تھا۔

۶

کام کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی اس لئے تمام امکانات کام کرنے کے جدید قاعدوں اور ترقی یافتہ تکنیکی طریقوں، جرات مندی اور موجدانہ صلاحیت کو مجموعی طور پر کام میں لانا پڑا۔ میں نے دیکھا تھا کہ جن مشکلوں اور قلتوں کا ہم کو سامنا کرنا پڑتا تھا ان کے نتیجے میں اکثر جدید اور تخلیقی خیالات جنم لیتے تھے۔ اس سلسلے میں جو بہت سے واقعات میرے حافظے میں محفوظ ہیں ان میں سے دو یہاں پیش کیے جاتے ہیں

کلدار بھٹی نمبر ۳ جس کی بحالی کا کام ہم نے سب سے پہلے شروع کیا تھا وہ اکیلی بھٹی تھی جو دھماکے سے محفوظ رہی تھی لیکن بیٹھ گئی تھی۔ اور بالکل پیسا کے جھکے ہوئے مینار کی طرح قدرے ایک طرف کو جھک گئی تھی۔ یہ صرف اس کا اندرونی بوجھ تھا۔ جس نے اسے گرنے سے روک رکھا تھا۔ اس کا صرف ایک ہی حل نظر آتا تھا کہ اس دیوہیکر

بھٹی کے حصّے الگ الگ کر دیئے جائیں کیونکہ اسے نئے سرے سے کھڑا کرنا تھا لیکن "ستالکونستر وکتیبا" محکمے والوں نے ایک اعلٰے درجے کے تجربہ کار ماہر تعمیرات - ایم - این چوداں کی سربراہی میں ایک دوسرا حل تلاش کر لیا- بھٹی کو پھر سے سیدھا کرنا ضروری تھا- لیکن اس قسم کا کام پہلے کبھی نہیں ہوا تھا- محکمے کا بڑا انجنیئر ا اے- وی شینگل جس نے یہ منصوبہ تیار کیا تھا- مجھ سے کہنے لگا -

"صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ ہم فنِ تعمیر میں استعمال ہونے والے مشہور آلات کو معالجاتی فنّ جراحی کے عناصر سے مضبوط بنا دیں -"

ایک خوشگوار صبح کو منصباتی مزدوروں نے بھٹی کے اندر سے آگ کے اثر سے محفوظ رکھنے والا مادہ نکال لیا- دو سو سے تین سو ٹن تک کی صلاحیت کے نو ماقوائی جیک بھٹی کے نیچے لگا دیئے- خول کاٹ دیا اور بلند کاری کا عمل شروع ہو گیا- اس منظر کو سینکڑوں تعمیراتی مزدوروں نے دیکھا جن میں سے اکثر انتہائی دلچسپی سے یہ دیکھنے کے لئے وہاں ٹھہرے رہے کہ یہ سارا کام کس طرح ختم ہوگا ہر چند کہ وہ تھکے ہوئے تھے اور سو بھی نہیں سکے تھے- میں بھی ٹھہرا رہا- اس دن مجھے اور بھی ضروری کام تھے لیکن میں خود کو وہاں سے دور نہ لے جا سکا- دیو پیکر بھٹی میں خفیف سی لرزش پیدا ہوئی اور پھر وہ آہستہ آہستہ عمودی حالت اختیار کرنے لگی- یہ عمل ساڑھے پانچ گھنٹے تک جاری رہا لیکن کوئی بھی وہاں سے گیا نہیں- میں بھی آخر تک وہاں کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ شگاف جو ننگا ہو گیا تھا اُسے دونوں طرف سے فولاد کے استر سے بند کر دیا گیا یہ کام دو مہینوں کی بجائے ساڑھے پانچ گھنٹوں میں مکمل ہو گیا تھا- ملک کے لئے ایک ملین سے زیادہ روبل بچا لیے گئے تھے- مانخیل نکولا ییوچ چوداں اور آئزک ولفووچ شینگل دونوں کو اس عظیم تکنیکی کارنامے کے لیے ملکی انعامات عطا کیے گئے۔

ایک اور ملکی انعام ستالمونتاژ محکمے کے سربراہ مارک آئیوانووچ بندو زایے ایک انتہائی قابل اور جرات مند شخص کو دیا گیا جو میرے آبائی علاقے دنیپرو پیٹرووسک

کا باشندہ تھا۔ وہ ایک غریب کسان گھرانے میں پیدا ہوا۔ پہلے وہ ویلڈر اور فرٹ کی حیثیت سے ایک فیکٹری میں کام کرتا رہا اور پھر ایک تنصیباتی مزدور بن گیا۔ پہلے پنجسالہ منصوبوں کے برسوں کے دوران ہی وہ یورال اور سائبیریا میں تعمیراتی مقامات پر تنصیباتی کام کا سربراہ تھا۔ جنگ کے دوران وہ لینن گراڈ کے محصور شہر کو جانیوالی پٹرول کی پائپ لائن پر کام کرتا تھا۔ یہ پائپ پہلے لاڈوگا جھیل پر جمی ہوئی برف پر جوڑے جاتے تھے اور پھر تہہ میں بٹھا دیے جاتے تھے اس طرح لینن گراڈ کے محاذ کے لئے ایندھن کی رسد یقینی بنا دی گئی تھی۔ توپ خانے کی گولہ باری کی زد میں آکر مارک نیدوز کو جھیل کے برفیلے پانی میں گر گیا تھا جس سے وہ کبھی مکمل طور پر صحتیاب نہ ہو سکا لیکن اپنی موت تک برابر کام کرتا رہا۔

زلوبروزائی میں اس کے محکمے کو ان رولنگ ورکشاپوں کی دوبارہ تعمیر کا کام سونپا گیا تھا جن کو فاشیوں نے جنوبی انداز میں مکمل طور پر تباہ کر دیا تھا (میں نے سرخ رنگ سے لکھے ہوئے حرف F کا پہلے بھی ذکر کیا ہے) ٹیڑھی میڑھی دھات کی بھول بھلیاں کا معائنہ کرنے کے بعد اس نے محرابوں کو ان کی مکمل صورت میں اوپر اٹھا دینے کی تجویز پیش کی۔ اپنی جرأت مندی اور انوکھے پن کی وجہ سے یہ ایک حیرت انگیز حل تھا۔ اس نے بحال کئے جانے والے ورکشاپ کو بڑے بڑے حصوں میں تقسیم کر دیا ہر ایک حصے میں ۲۰ ستون تھے اور وزن کم از کم ایک ہزار ٹن تھا۔ پھر اس نے ہر حصے کو آٹوجینس ویلڈروں کی مدد سے کاٹ کر دوسرے سے الگ کر دیا اور اس کے بعد آپس میں پیوست ہو جانے والے بیل پائے لگا دیئے جو اس نے اپنے محکمے کے اعلیٰ انجینئر گریگوری واسیسوتچ ہمتزنکو کے ساتھ مل کر بنائے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے انہوں نے ورکشاپ کو اس کی چھت سے قابو میں کر لیا تھا اور محراب کے سارے حصے کو پورے کا پورا اوپر کھینچ لیا تھا جس کے نتیجے میں ٹوٹے ہوئے ستون عموداً سیدھے کر دیے گئے اور شہتیر اور کڑیاں اپنی اصلی حالت میں آگئے۔ لیکن بہت سے حصے بحالی کے قابل نہیں تھے اس لئے ان کو نکال دیا گیا۔ اور چند ایک

ڈھانچوں کو ویلڈ کر کے پیوند لگا دیئے گئے۔ یہ بھی اُسی "معالجاتی فن جراحی" کی ایک مثال تھی۔

اس کے نتیجے میں کام کے اس انتہائی پیچیدہ حصّے پر کم از کم ایک سال کے وقت کی بچت کی گئی، بہت سے بیش قیمت عمارتی عناصر بچا لیے گئے، جن کو بصورت دیگر بے کار کر دینا ضروری ہو جاتا۔ یہ وہ طریقہ تھا جس سے ان فیکٹریوں کو بحالی کرنے کی سائنس وجود میں آئی جو زمین بوس کر دی گئی تھیں۔ ایک ایسی سائنس جس کی ہم کو سخت ضرورت تھی اگرچہ یہ کہیں بہتر ہے کہ اس کو کسی بھی جگہ کبھی دوبارہ زیر عمل نہ لانا پڑے۔

ہم زپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کے پہلے حصّے کے تکنیکی سلسلے کی بحالی کا کام کر رہے تھے جس میں زنجیر کی صرف وہی خاص کڑیاں شامل تھیں جو فولادی چادریں تیار کرنے کے لئے ضروری تھیں۔ حرارت اور توانائی کے سٹیشن پر دھونکنی کے ساز و سامان کا مقصد بھٹی کو دیگی لوہے کی تیاری کے لئے دھماکہ دار ہوا پہنچانا تھا اور بھٹی سے رولنگ ورکشاپوں کے لئے گرم گیس بھی مہیا کرنی پڑتی تھی۔ لیکن ہم اپنے آپ کو اسی تک محدود نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لئے سارے کارخانے کی بحالی کا متوازی کام جاری رہا۔ ریلوں کا جال۔ پانی کے ذخیرے۔ توانائی کے سرچشمے اور ذیلی ورکشاپ وغیرہ وغیرہ۔

اس علاقے میں جو مجموعی تجربہ حاصل کیا گیا تھا وہ بہت قیمتی تھا اور یہ ضروری تھا کہ وہ ضائع نہ ہو اور نہ بھلایا جائے بلکہ کسی اور جگہ کثرت سے استعمال میں لایا جائے۔ یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی زپوروزائی شاخ کی شہری کمیٹی نے ایک خاص فیصلہ منظور کیا جس کا عنوان تھا "زپوروزسترائی کے جدت پسندوں کے وضع کردہ کام کے ترقی یافتہ طریقوں کا مطالعہ اور ان کی نشر و اشاعت۔" جب کل دار بھٹی نے کام کرنا شروع کیا تو اس سے کچھ عرصہ پہلے ہم نے پارٹی اور تعمیراتی ایکٹو کا ایک اجلاس منعقد کیا جہاں میں نے کارخانے میں کام شروع ہونے سے پہلے کی اہم ضروریات

کے متعلق کی تقریر کی اور مستقبل کے امکانات کا بھی کچھ ذکر کیا۔

"ہم تھوڑی سی مدت میں معاشی رہنماؤں اور کمیونسٹوں کی توجہ ریاستی منصوبوں کی تکمیل کی طرف مبذول کرانے کے قابل ہو گئے ہیں لیکن ہمیں دور تک دیکھنا چاہیئے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تعمیراتی مقام جو کہ پارٹی کے رہنماؤں کے نقطۂ نظر سے انتہائی مخصوص علاقہ ہے سے حاصل ہونے والے تجربات ہماری پارٹی کی تنظیموں اور تمام صنعتی اداروں کے لیے ایک مثال بن جائیں۔"

اس وقت تک ہمارے کارخانے کی تعمیر نو میں سارا ملک ہمارا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ تعمیراتی مقام سے آگے اس قسم کے ناموں والے خیمے لگے تھے "گورکی"، "ریگا"۔ "تاشقند"، "باکو"، اور "مشرق بعید"، جن میں ان علاقوں کے تعمیراتی بریگیڈ قیام پذیر تھے۔ ستر شہروں کی دو سو سے زائد فیکٹریاں ہماری ضروریات پوری کرنے میں مصروف تھیں۔ موٹر ٹرک ہمیں گورکی سے مل رہے تھے۔ ریلوے سلیپر آرخ انیجلسک سے۔ برقی موٹریں یاروسلاول سے اور کولتار اور تیل کی دوسری مصنوعات باکو اور گروزنی سے۔ اس کے علاوہ مشینی اوزار ماسکو سے ریلیں کرنتسک سے، ٹمبر بائیلوروس سے اور دھات کے ڈھانچے دنیپروپیٹرووسک بشمول میرے اپنے علاقے زرزنکا کی فیکٹریوں سے ورکشاپوں کی بحالی کے نقشے تک ہمارے لیے کیف۔ خارکوف، دنیپر، پیٹرووسک، روستوف آن ڈان، لینن گراڈ اور ماسکو میں تیار کیے جاتے تھے۔

ہرچند کہ گیر ڈمیز نے زاپوروزائی میں بھی اپنی ایک شاخ کھول دی تھی۔

اس موقع پر میں ایک سیدھی سادی عورت کا ذکر شکر گزاری کے ساتھ کرنا چاہوں گا۔ اس کا نام وائی۔ ایس شیر میت تھا اور وہ زاپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے میں ایک انجنیئر کی حیثیت سے کام کرتی تھی۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا ایک فرد بہت کچھ کر سکتا ہے؟ ہاں اگر اس فرد نے خود کو اپنے نصب العین کے لئے وقف کر دیا ہو اور فرض کا احساس اس کے رگ و پے میں جاری ہو تو وہ یقیناً بہت کچھ کر سکتا ہے۔ پسپائی کے یاس انگیز دنوں کے دوران جب ہٹلری فوجیں

شہر پر گولہ باری کر رہی تھیں تو وہ سارے خاکے اور نقشے جو اس کے ہاتھ لگے جمع کر کے لے گئی اور کئی ہزار فہرستیں بھی جو وہ بچا سکی اور جو اس نے آخر میں فیکٹری کو واپس کر دیں۔ یہ چیزیں کس قدر زیادہ کار آمد ثابت ہوئیں! متروکہ ساز و سامان واپس آرہا تھا یا خاص طور پر سے ہمارے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ ان پرانے نقشوں کے طفیل نقشہ نویس اور تنصیبی کام کرنے والے مزدور اپنا بہت سا قیمتی وقت بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ خاص بات یہ ہوئی کہ نقشہ نویس اور مزدور پرانی مشینری کو بھی جدید بنانے کے قابل ہو گئے تھے مثال کے طور پر سلیں تیار کرنے والی ایک مل جو کراماتورسک کے مزدوروں نے ہمارے لئے جوڑی تھی۔ وہ قبل از جنگ جیسی ہی تھی۔ لیکن اس کی صلاحیت اب بارہ لاکھ ٹن سے بڑھا کر بیس لاکھ ٹن کر دی گئی تھی۔

اس برس زپوروزال کے اجتماعی ادارے کی پیش رفت پر سارے ملک میں سوشلسٹ مقابلے کی تحریک کا آغاز کیا گیا تھا۔ ان دنوں ہر شخص کی زبان پر ایک بہت مشہور فقرہ تھا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ مخصوص کوشش کے ایسے سال میں اور اتنے اہم تعمیراتی مقام پر کام کے عام ۳۶۵ دن نہیں ہے۔ بلکہ ۳۶۵ چوبیس گھنٹے کام کرنے کے دن تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہم لینن گراڈ والوں کے ایک پیغام سے خوش تھے جنہوں نے ہمیں نہ صرف انتہائی ضروری ساز و سامان وقت سے پہلے ارسال کر دیا تھا بلکہ ملک بھر کے برقی مشینری تیار کرنے والے اداروں سے کہا تھا کہ وہ بھی ان کی تقلید کریں۔ ہم نے ان کے جواب میں فوراً مندرجہ ذیل تار ارسال کیا۔

"لینن گراڈ" کے کامریڈ لوپکوف اور پارٹی کی علاقائی کمیٹی، برقی سامان کے کام چلانے کے کامریڈ کامنسکی۔ سناب شیر مرت کے کامریڈ سپکتورروف:۔

ہائی وولٹیج آلات شیڈول سے پہلے ارسال کرنے کے متعلق آپ کا پیغام ملا۔ برقی آلات کی تنصیب کے کام کی صورت حال یکسر بہتر ہو گئی ہے۔ اس نے ہم کو کام کرنے

کے لئے تیار بلیشر۔ پراجیکٹوں پر برقی آلات کی تنصیب کا کام وقت پر ختم کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ جو فوری امداد اس نے کی ہے اس کے لئے ہم فیکٹری کے اجتماعی ادارے کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ل۔ بریژنیف
سیکریٹری۔ زلپوروزائی علاقائی کمیٹی۔ کمیونسٹ پارٹی (ب) ی۔

اے۔ کزمن
منتظم۔ زلپوروزائی لوہے اور فولاد کا کارخانہ۔"

کارخانے کے افتتاح سے پہلے ایکٹو کے آخری اجلاس میں جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ "چھوٹے پیمانے" کے کاموں کا سوال اٹھایا گیا۔ بہت سے شعبوں کے سربراہوں نے بڑے پیمانے کے کاموں (حجم میں بڑے) کی تکمیل کی روداد فخر کے ساتھ پیش کی اور باقی کاموں کا کوئی ذکر نہ کیا جن کو وہ غیر اہم سمجھتے تھے۔ لیکن جب تک ایسا "غیر اہم" کام مکمل نہ ہو جاتا اس وقت تک سارے کارخانے کے کام شروع کرنے کا کوئی اہم امکان نہیں تھا۔ اسی لئے اصل انتظام اور اصل منصوبہ بند نظم و ضبط کو یقینی بنانا ضروری تھا۔ اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا وہ درج ذیل ہے۔

"کامریڈ کزمن:۔ بعض اوقات چھوٹے چھوٹے پیمانے کا مجموعی کام بڑے حجم کے کام سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ سارے کام کی تکمیل کا مقررہ وقت ختم ہوتا جا رہا ہے۔"

"کامریڈ بریژنیف:۔ اچھا ہوا کہ آپ نے یہ سوال اٹھایا ہے۔ یہ بات اور بھی واضح انداز میں کہی جا سکتی ہے۔ تعمیراتی مزدوروں کو کل پرزوں کو آزمائشی طور پر چلا کر دیکھنے کے لئے فیکٹری کو مزید تین ہفتے درکار ہوں گے۔ میں تعمیراتی کام کی رفتار کے متعلق پولٹ بیورو کو اپنی رپورٹ پیش کرنے کے لئے ۱۰ مئی کو ہوائی جہاز سے جا رہا ہوں۔ اور آپ کا بیان میرے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔"

میں یہ بات زور دے کر کہوں گا کہ تعمیراتی مزدوروں، علاقائی کمیٹی یا مجھ کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ مقررہ تاریخ تبدیل بھی ہو سکتی ہے یا ہم کارخانے کا افتتاح ملتوی

کھولنے کی درخواست کر سکتے ہیں یا طے شدہ کام میں کسی "ترمیم" کا سوال اٹھا سکتے ہیں پارٹی کی معاشی حکمت عملی پر عمل درآمد کے لئے منصوبے اہم ذریعہ ہوتے ہیں۔ جب وہ تیاری کے مراحل میں ہوں تو ان پر بحث کی جا سکتی ہے اور کی جانی چاہیئے لیکن جب منصوبے منظور کر لئے جاتے ہیں اور ہمارے ملک میں ان کو قانونی طاقت حاصل ہو جاتی ہے تو صرف یہ ایک مجبوری باقی رہ جاتی ہے کہ انتہائی کم خرچ اور بہترین نتائج کے ساتھ ان کو وقت پر اور صرف وقت پر پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی اور سوویت یونین کی وزارتی کونسل کی عملی اور موثر امداد کے بغیر اتنے بڑے تعمیراتی کام سے عہدہ برآ ہونا یقیناً مشکل ہوتا۔ ہم سے بہت سخت تقاضے کئے جاتے تھے مگر جب ضرورت پڑتی تو ہماری موثر امداد بھی کی جاتی تھی اس سلسلے میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ ایسے دن بھی آئے جب ماسکو سے پانچ وزیر بیک وقت تعمیراتی مقام پر موجود تھے۔ ژلپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کو امداد بہم پہنچانا ضروری تھا اور یہ امداد موٹر کاروں اور ہوائی جہازوں کی صنعت کی وزارتوں، اسلحہ سازی، ذرائع نقل و حمل اور کوئلے اور تیل کی صنعتوں کی وزارتوں کی طرف سے بہم پہنچائی بھی گئی۔

سوویت یونین کے بھاری صنعت کے اداروں کے وزیر تعمیر پی۔ اے یودین اور سوویت یونین کی لوہے اور فولاد کی صنعت کے وزیر آئی۔ ایف تیودسیان بار بار اور اکثر وہاں آتے تھے۔ موخر الذکر سے میری جان پہچان محاذ جنگ پر ہوئی تھی۔ جب جنوب کے صنعتی مرکزوں کو آزاد کرانے کی جنگ جاری تھی۔ اس نے وہاں کل دار اور کھلے آتشدان والی بھٹیوں اور رولنگ ورکشاپوں کی نشاۃ ثانیہ کا ذکر کیا تھا اب جس وقت وہ ہمارے کارخانے میں آیا تو وہ بلا ناغہ معائنے کے دوروں میں شامل ہوتا تھا اور جو مسائل پیدا ہوتے تھے ان کو موقع پر ہی حل کر دیتا تھا وہ اپنے شعبے کا بہترین ماہر ہونے کے علاوہ اول درجے کا سربراہ تھا اور لوگ اس کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

دن تیزی سے گزر رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی محنت میں بھی ہمہ وقت اضافہ ہو رہا تھا۔ لوگ دن رات کام کر رہے تھے لیکن مجموعی طور پر مجھے وہ وقت روشن اور مسرور لگتا تھا۔ کریووی روگ سے خام لوہے سے لدی ہوئی پہلی مال گاڑی کی آمد عظیم کامیابی کا دن تھا۔ جب کل دار بھٹی خشک ہونا شروع ہوئی تو وہ ایک جشن کا موقع تھا۔ جب حرارت اور توانائی کے سٹیشن کی دھونکنی کے سازوسامان کی آزمائش شروع ہوئی اور پہلی لدی ہوئی آہنی لڑکریاں بلند ساز پر آہستہ آہستہ رینگنے لگیں تو یہ واقعات تعمیر کار کے لئے انتہائی اہمیت کے حامل تھے۔

ماسکو سے ایک ریاستی کمیشن مشہور ماہر فلزات اور سوویت یونین کی سائنسوں کی اکادمی کے نائب صدر آئیوان پاولووچ باردن کی سربراہی میں پہنچا جس سے میں پہلے دنیپروزرزنسک میں ملا تھا۔ اگرچہ وہ عام طور پر کم گو تھا باردن نے زلاپوزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کے پہلے حصے کا افتتاح کرتے ہوئے دستاویز میں یہ الفاظ لکھے "تعمیر کاروں اور تنصیبی مزدوروں نے جو کام کیا ہے وہ اپنے معیار اور تکنیکی مسائل کے حل ہر دو لحاظ سے بے مثال ہے۔

آخر کار وہ دن آپہنچا جس کا مدت سے انتظار تھا۔ یہ دیکھنے کے لئے تو ہر چیز تیار ہے کہ نہیں آخری جانچ پڑتال کی گئی۔ پھر حکم آیا "کل دار بھٹی کی دھونکنی چلا دو! گیس کے نگران نے دھماکہ دار گرم ہوا کے دروازے کا والو کھول دیا۔ اعلیٰ فورمین نے آہنی دندانے کو جلتی ہوئی مشعل دکھائی اور بھٹی ایک گھن گرج کے ساتھ چل پڑی۔ حرارت اور توانائی کے سٹیشن کی بڑی عمارت کے ہوٹر نے زلاپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کے نئے جنم کا اعلان کر دیا۔ سائرن کی آواز سن کر سب لوگ باہر گلیوں میں نکل آئے۔ ہر طرف لوگ آپس میں بغل گیر ہو رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

دوسری صبح نے (۳۰ جون ۱۹۴۷ء) اس دیگچی لوہے کا پہلا ڈھل دیکھا۔ جو ہم سب کو اس قدر عزیز تھا۔

مجھے وہ دن کتنی اچھی طرح یاد ہے! بھٹی کی مسلسل گرج سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی لیکن گرج ایسی تھی کہ لوہے اور فولاد کا ہر مزدور اس کا عادی ہوتا ہے۔ میں بھی اس کو سن کر خوش تھا کیونکہ میں اپنے دل میں ابھی تک لوہے اور فولاد کا ایک مزدور تھا۔ آکسیجن کیرڑا آہنی دندانے کے دونوں طرف جلنے لگا اور ہر طرف چنگاریاں بکھیرتی ہوئی سُرخ پگھلی ہوئی دھات کی پتلی سی دھار ظاہر ہوئی پھر یہ پتلی سی دھار پگھلے ہوئے دیگی لوہے کی ندی میں تبدیل ہو گئی۔ ہم ہلکورے لیتی ہوئی اس ندی سے اپنی آنکھیں نہ ہٹا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے بارڈن کا ہاتھ دبایا تھا اور جواب میں اس نے بھی میرا ہاتھ دبا دیا تھا اور بھٹی کے عملے کے ساتھ بغل گیر ہوئے تھے۔

عین کارخانے کے صحن میں ۱۶۰۰۰ افراد کی ایک ریلی منعقد ہوئی۔ میں نے تعمیر کاروں، تنصیبی مزدوروں اور بھٹی کے عملے کو ان کی عظیم فتح پر مبارک باد پیش کی اور ان کو کام کی رفتار برقرار رکھنے سالانہ منصوبہ مکمل کرنے اور رولنگ ورکشاپوں کو ملک کی عظیم جوبلی اکتوبر کے عظیم سوشلسٹ انقلاب کی ۳۰ ویں سالگرہ تک کام شروع کرنے کے قابل بنانے کی تاکید کی۔

یہ سب کچھ آج سے تیس ۳۰ سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے ہوا۔ جولائی کے آخر میں ہم نے سلوں کی مل میں پہلے ڈلے بیلے۔ ۳۰ اگست کو گورنمنٹ کے کمیشن نے گرم رولنگ ورکشاپ کے افتتاح کی منظوری دے دی اور ۲۸ ستمبر کو اصل "افتتاحی ریلی" کولڈ شیٹ ہموار کرنے کے ورکشاپ میں منعقد ہوئی۔ روسٹرم کے سامنے ایک پھولوں سے لدی سٹیم لوکوموٹو کھڑی تھی اور اس کے ساتھ ماسکو کے موٹر کاروں کے کارخانے کو ارسال کی جانے والی مصنوعات سے لدی پلیٹ فارم کاریں جڑی ہوئی تھیں۔ ایک کار پر چسپاں اشتہار پر یہ الفاظ لکھے تھے۔ "اے مادرِ وطن! زپوروزائی کا یہ چادری فولاد قبول کر۔"

زپوروزائی کے مزدور اپنے وعدے کے پکے نکلے اور سارے ملک سے خراج تحسین



لیونِد بریژنیف ایک کارخانے کے مزدوروں سے مل رہے ہیں۔

حاصل کیا۔ ۲۰ ہزار مزدوروں کو "فولادی صنعت کے اداروں کی تعمیر نو" کا میڈل دیا گیا سوویت یونین کی اعلیٰ سوویت کی مجلس صدارت کے فرمانوں کے مطابق بہت سے بہترین اجتماعی اداروں کو تمغے دیئے گئے۔ زیپوروزائی ٹرسٹ اور زیپوروزائی لوہے اور فولاد کے کارخانے کو سب سے بڑا اعزاز آرڈر آف لینن عطا کیا گیا جو بہت سے مزدوروں، انجنیئروں، صنعتی سربراہوں، اور پارٹی کے کارکنوں کو بھی عطا ہوا ان میں آئی۔ اے رومیانتسیو۔ ایم۔ این چودان، اے۔ وی شیگل، ایم۔ آئی نیدوزکور، وی۔ ای ڈمشٹز۔ اور اے این کرمن شامل تھے۔ میرا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا۔ یہ اعزاز مجھے بہت عزیز تھا — میرا پہلا آرڈر آف لینن۔

جنگ میں تباہ ہونے والا زیپوروزائی کوک اور کیمیکل پلانٹ دوبارہ تعمیر کیا گیا اور نومبر ۱۹۴۹ء میں اس نے کام کرنا شروع کردیا جس نے بھٹی کے عملے کو کوک کی مسلسل رسد جاری رکھی۔ میں افتتاحی تقریب میں شریک نہ ہو سکا کیونکہ پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے مجھے دنیپروپیٹروسک کے علاقے میں کام کرنے کے لیے بھیج دیا تھا میں زیپوروزائی سے اس احساس کے ساتھ رخصت ہوا تھا کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اس سلسلے میں کمیونسٹ پارٹی (ب) کی علاقائی کمیٹی کے ۱۹ ویں عام اجلاس میں جو گفتگو ہوئی وہ درج ذیل ہے۔ میں زیپوروزائی کے اس اجلاس میں آخری بار شریک ہوا تھا۔ اس میں میری کارکردگی کی بہت تعریف کی گئی تھی جس کو میں یہاں نہیں دہراؤں گا۔ اور پھر زرعی مسائل کے سربراہ علاقائی کمیٹی کے سیکریٹری پیوتر سادیلیچ ریزنک کو تقریر کی اجازت دی گئی۔ آنکھوں پہ زور ڈال کر اور ایک زیرک مسکراہٹ کے ساتھ اس نے جو کچھ کہا وہ لفظ بلفظ یہ ہے۔

"کامریڈ ریزنک :۔ اچھا تو اب ہمارا مقابلہ کامریڈ بریژنیف سے ہونے والا ہے لیکن ہمارا علاقہ بڑی ترقی کر رہا ہے اور کافی ٹھوس بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اس سال ہم نے ۵۰۰،۰۰۰ کے مقابلے میں ۶۰۰،۰۰۰ ہیکٹر زمین پر فصل کاشت کی ہے۔ موسم سرما کی فصلیں بڑی اچھی

ہیں ہم نے موسم خزاں کی فصلوں کی تیاری کر لی ہے اور ریاستی منصوبہ مکمل کر دیا ہے جس میں اب ہم آگے بڑھ گئے ہیں۔ کامریڈ برژنیف کو یہ رفتار جاری رکھنی پڑے گی جیسا کہ انھوں نے زیپوروزائی میں کیا ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کو سخت محنت کرنی پڑے گی۔ (قہقہے)"

"کامریڈ برژنیف :۔ آپ کو یاد ہونا چاہیئے کہ دنیپروپیٹرووسک کے علاقے میں بالشویک ایک بڑی طاقت ہیں۔"

"کامریڈ ریزنک :۔ اور آپ کو یاد ہونا چاہیئے کہ سر درد بھی بہت بڑا ہے" (قہقہے)

"کامریڈ برژنیف :۔ شکریہ ساتھیو! جہاں تک ہمارے مقابلے کا تعلق ہے یہ صحت مند اور بالشویک نوعیت کا ہوگا۔"

۷

اس طرح میں نے اپنی نئی ملازمت شروع کی . . . . . .

میں نے ملک کے اس حصے سے اپنا رابطہ منقطع نہیں کیا تھا جہاں میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا تھا۔ زیپوروزائی میں کام کرنے کے دوران مجھے جب کبھی موقع ملتا میں اپنی والدہ اور عزیزوں سے ملنے وہاں ضرور جاتا تھا۔ میں اس فیکٹری میں بھی جاتا تھا جہاں میں پہلے کام کیا کرتا تھا۔ اور اپنے کام کے سلسلے میں جب قریبی علاقائی مرکز میں جاتا تو علاقائی پارٹی کمیٹی میں اپنے پرانے ساتھی کارکنوں سے ضرور ملتا تھا۔ اور اب میں ایک بار پھر طویل مدت کے لئے اپنے گھر واپس آ گیا تھا۔ علاقائی پارٹی کمیٹی کا اول سیکرٹری منتخب ہو کر اب میں اپنے ساتھیوں سے مل کر صرف گزرے ہوئے دنوں کو ہی یاد نہیں کرتا تھا بلکہ آئندہ کے مسائل پر بھی گفتگو کرتا تھا۔

جنگ سے پہلے یہ علاقہ اپنی فولاد کی صنعت اپنی کئی درجن خام لوہے اور، منگینز کی کانوں اپنی گندم اور مکئی کی بہترین فصلوں اور اپنی انتہائی بار آور مویشیوں کی افزائش نسل کے لئے مشہور تھا۔ اس کا شمار یوکرین کے سب سے اہم زرعی اور صنعتی علاقوں میں ہوتا تھا اور جنگ سے پہلے میں اس علاقے سے اچھی طرح واقف تھا اب مجھے اس کا مطالعہ نئے سرے سے اور تیزی سے کرنا تھا تاکہ اپنے تعلقات پیدا کر سکوں مشکلوں اور ضروری کاموں کا جائزہ لے سکوں اور امکانات کی تفصیلات تیار کر سکوں۔

یہاں بھی بے اندازہ تباہی ہوئی تھی۔ فاشیوں نے ۱۰۰ فیکٹریاں، ۶۵۷ بڑے مکان اور ہسپتال یا تو اڑا دیے تھے یا زمین بوس کر دیئے تھے انہوں نے ۴۸ کلومیٹر ٹرام کی پٹڑی اور ۱۰۰ کلومیٹر سے زائد تانبے کا بڑائی کا تار جرمنی بھیج دیا تھا۔ اوپرا اور بیلے تھیٹر، آرٹ میوزیم، یونیورسٹی، تمام سکول اور انسٹیٹیوٹ ریلوے سٹیشن اور ریلوے پل بالکل تباہ کر دیے تھے۔ وہ ماہرین فلزات کے خوبصورت پیلس کو اصطبل کے طور پر استعمال کرتے تھے انہوں نے اس کے وسیع ہالوں کو سٹالوں میں تقسیم کر دیا تھا اور اس کے فرش کو گھوڑوں کی لید سے گندہ کر دیا تھا۔

فاشیوں نے دھاتوں کی پیداوار دوبارہ شروع کرنے کی کوشش کی تھی۔ جرمن "سٹالویرک۔ براڈنسٹویگ" "دوس"۔ "ویرینگ ایلومینیم دیرک"۔ اور "جنکرز" اداروں نے زپوروزائی ایلومینیم کے کارخانے، دنیپروسپٹال اور زپوروزائی کے لوہے اور فولاد کے کارخانے کی بحالی کے ارادے سے اپنے آدمی یہاں بھیجے تھے لیکن ہماری خفیہ تنظیموں کی تخریبی کارروائیوں اور ہمارے کارکنوں کی مزاحمت نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے۔ یہ سچ ہے کہ حملہ آور دنیپروبیر دویک ملیں ایک کاروباری ادارہ شروع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کل دار اور کھلے آتشدانوں والی بھٹیوں کو چلانے کی بے شمار اور ناکام کوششوں کے بعد انہوں نے پیٹرووسکی لوہے اور فولاد کے کارخانے میں اور کچھ نہیں تو چینی کے قوام والی فروٹ جیلی کی ایک

فیکٹری کھول دی۔

مجھے وہ مبارک دن اچھی طرح یاد ہے جب میرے آبائی شہروں دینپروپیٹروسک اور دینپروزرزنسک کو آزاد کرالینے کی خبر آئی تھی۔ ان دنوں ہمارے ہیڈ کوارٹر جزیرہ نمائے تامان پر واقع تھے۔ اور ہمارا قیام ایک سابق مویشی پال ریاستی فارم پر تھا جس کی عمارتوں میں ہماری رہائش تھی۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء کی رات کو جنرل زرلیوا بھاگا بھاگا میرے کمرے میں مجھے جگانے کے لئے آیا۔ "ایک بڑی شاندار خبر! دینپروپیٹروسک آزاد ہو گیا ہے۔ ہماری فوجوں نے دینپروپیٹروسک اور دینپروزرزنسک دونوں کو آزاد کرا لیا ہے۔ ماسکو میں سلامی کی توپیں چل رہی ہیں۔"

اس وقت تک ہم فتح کی سلامی کی توپوں کے عادی ہو چکے تھے لیکن یہ واقعہ میرے لئے خاص اہمیت کا حامل تھا۔

نازیوں کی پسپائی کے بعد ہر چند کہ میں ابھی محاذ پر ہی تھا لیکن مجھے دینپروزرزنسک سے آنے والی خبروں کا ہمیشہ شدت سے انتظار رہتا تھا۔ اس کی آزادی کے تیسرے دن (۲۸ اکتوبر ۱۹۴۳ء) پیٹروسکی کے مزدوروں نے حرارت اور توانائی کے سٹیشن کے ایک ٹربائین کو کار آمد بنا کر شہر کو بجلی مہیا کر دی۔ ۱۹۴۴ء کے موسم گرما میں پہلی کل دار بھٹی کام کرنے لگی۔

دینپروزرزنسک میں اپنے آبائی کارخانے کے دروازے کے قریب واقع باغ میں ایک سیدھی سادی یادگار کو دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایک چبوترے پر صرف فولاد کا ایک ڈلا نصب تھا۔ جس کے نیچے یہ الفاظ تحریر تھے۔ "دینپروزرزنسک سے جرمن حملہ آوروں کو پسپا کر دینے کے ۲۶ دن بعد ۱۔۵ نمبر کی کھلے آتشدان والی بھٹی سے ۲۱ نومبر کو انڈیلا جانے والا لوہے کا پہلا ڈلا۔ لوہا پگھلانے والے الیف آئی میکلز اور جی۔ اے پینکراٹنکو۔"

مجھے بتایا گیا کہ فرانز ایبوسیووچ میکلز اور گورویابی آنتی پوویچ پینکراتنکو نے نہ صرف پہلا لوہا پگھلایا تھا بلکہ بھٹی کی محراب اور دیواریں بھی اتاری تھی آگ کے اثر کو

زائل کرنے والا مادہ نکال دیا تھا اور خود ہی بھٹی دوبارہ تیار کر لی تھی۔ وہ دونوں بڑی عمر کے آدمی تھے جنہوں نے ایک بکتر بند ریل گاڑی پر توپچیوں کی حیثیت سے لڑائی جنگی میں حصہ لیا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں اس ریل گاڑی کو ہمارے کارخانے میں بکتر بند بنایا گیا تھا۔ وہ ان مزدوروں کی مجسم مثال تھے جن کے متعلق لینن نے اسی ۱۹۱۹ء میں کہا تھا ــــ

"مجموعی طور پر سارے انسانی معاشرے کی بنیادی پیداواری قوت مزدور ہیں اگر وہ بچ گئے تو ہم ہر چیز کو بچا لیں گے اور دوبارہ تیار کر لیں گے۔"

اس خیال کی تصدیق حب الوطنی کی عظیم جنگ کے بعد انتہائی موثر انداز میں ہو گئی تھی۔ میں یہاں اس رائے کا اظہار کرنا پسند کروں گا کہ آج کی دنیا میں دو مختلف معاشرتی نظام ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس مقابلے کا آغاز لینن کی زندگی میں ہوا تھا اور اب تک جاری ہے۔

فریقین نے فولاد، تیل، بجلی، اناج اور کپاس کی جو مقدار پیدا کی ہے اس کا موازنہ ناگزیر ہے۔ ہم اس قسم کے تخمینے لگاتے رہتے ہیں اور ہمارے نظریاتی حریف بھی یہی کرتے ہیں مثال کے طور پر اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو کر کہ بہت سے میدانوں میں سوویت یونین ریاستہائے متحدہ امریکہ کے برابر آ پہنچا ہے اور بہت سے اہم معاشی نتائج میں موخرالذکر کو بہت پیچھے چھوڑ آیا ہے تو ہمارے وہ نظریاتی حریف ان معاشی نتائج پر زور دینے لگتے ہیں جن میں سب سے بڑی سرمایہ دار ریاست نے ابھی تک اپنی برتری سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔

اس طرح وہ فریقین کے تاریخی حالات کو خاموشی سے نظر انداز کر جانے اور اپنے عوام سے چھپانے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس مقابلے میں جسے وہ "دیانتدارانہ" کہتے ہیں ایک فریق سمندر کے طفیل بیرونی حملے سے محفوظ تھا اور جنگ کی وجہ سے موٹا تازہ ہوتا جا رہا تھا جبکہ دوسرا فریق مسلسل اشتعال انگیزیوں کا شکار رہ کر جنگوں اور تباہیوں کا بھاری بوجھ اٹھانے پر مجبور تھا۔ اور بہت سے میدانوں

میں اُسے عملی طور پر نئے سرے سے کام کرنا شروع کرنا پڑا تھا۔ جیسے کہ زلپو روزائی اور دینپر و پیٹرووسک کے علاقوں میں ہوا۔ (جو کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا) ہمارے ملک کا یہی حال تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں ہماری قومی دولت کا ایک تہائی حصہ تباہ کر دیا گیا تھا۔

مجھے یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اگر ہمیں روکا نہ گیا ہوتا۔ اگر ہماری گاڑی بلس روڑے نہ اٹکائے گئے ہوتے۔ اگر ہماری توجہ اپنی پُرامن محنت سے نہ ہٹائی گئی ہوتی اور اگر ہمیں اسلحہ کی دوڑ سے ملک کے دفاع کے لئے بے اندازہ محنت اور دولت صرف کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہوتا تو ہم نے اور کیا کچھ کیا ہوتا۔ ہم نے اپنی معاشرتی اور معاشی ترقی میں کتنی پیش رفت کی ہوتی۔ اور ہمارے سوویت نظام اور ہمارے عوام میں کیسی قوت پوشیدہ ہے کہ تمام رکاوٹوں اور مزاحمتوں کے باوجود ہم نے معیشت سائنس، اور کلچر میں انتہائی بلند مقام حاصل کیا ہے جس کے ساتھ ہم نے اکتوبر کے عظیم سوشلسٹ انقلاب کی ۶۰ ویں سالگرہ کو خوش آمدید کہا۔

زلپو روزائی میں میرا کام صرف ایک سال اور تین ماہ میں ختم ہو گیا تھا۔ لیکن جب تک مجھے تبدیل کر کے دینپرو پیٹرووسک بھیجا گیا میں نے مجموعی طور پر خاطر خواہ تجربہ حاصل کر لیا تھا۔ وہاں بھی میں نے اپنا کام فیکٹریوں اور اجتماعی فارموں کے دوروں سے شروع کیا۔ میں اکثر تعمیراتی مقامات پر اور زمین کے نیچے کانوں کے اندر چلا جاتا تھا اور جتنی بار ممکن ہو سکتا ہے لوگوں سے ملنے کی کوشش کرتا تھا۔ پارٹی کے کام کی نوعیت سے اکثر لوگ آگاہ ہیں اس لئے میں ایک اور چیز۔ یعنی اس قسم کے کام کے اسلوب کی بات کروں گا۔ اس وقت تک کام کے تجربے جنگ، انسانی تعلقات، مطالعے اور غور و فکر کی وجہ سے میرے کام اور میری زندگی کا ایک اسلوب متعین ہو چکا تھا۔ اصولی طور پر ہمارے تمام سربراہوں کے کام کا ایک ہی اسلوب ہونا چاہیے۔ اور وہ ہے لیننی اسلوب جس کے رگ و پے میں پارٹی کی روح ساری ہو۔ بلاشبہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ لیکن اس میں ہر شخص کی امتیازی خصوصیات شامل ہو سکتی ہیں۔ کاموں کی تمام مشترکہ خصوصیات

کے باوجود اس کام پر فرائض کی حد، علاقائی کمیٹی کے اوّل سیکریٹری کی ذمہ داریوں کی وسعت، اور انسانی عنصر کا اثر پڑنا لازمی ہے۔

دنیپروپیترووسک میں مجھے ایک ایسے شخص کی جگہ کام سنبھالنا پڑا جسے میں جنگ سے پہلے جانتا تھا۔ پ۔ اے نیدیولوف علاقائی عاملہ کمیٹی کا چیئرمین تھا۔ جنگ میں آموزدہ کار ایک سرگرم اور مستعد سربراہ۔ ایک بڑا دیانتدار شخص اور میرا ایک اچھا ساتھی میرے لیے۔ اس کی یاد خوشگوار ہے لیکن اس کے کام میں کچھ خامیاں بھی تھیں اور اس علاقے کے معاملات اچھی حالت میں نہیں تھے۔ اور یہ سلسلہ کمیونسٹ پارٹی (ب) کی مرکزی کمیٹی میں جاکر ختم ہوا جہاں قیادت میں تبدیلی کا سوال اٹھایا گیا تھا۔

دنیپروپیترووسک میں بھی میرا زندگی کا تجربہ کارآمد ثابت ہوا۔ مجھے بڑی بڑی فیکٹریوں کے منتظموں سے اپنی پہلی ملاقات یاد ہے۔ فصلوں کی کٹائی کا کام پورے زور شور سے جاری تھا اور میں نے علاقائی پارٹی کمیٹی میں زرعی شعبے کے سربراہ ایف۔ جی گیبزن سے پوچھا کہ نقل وحمل کی موٹر گاڑیوں کا انتظام کیسا ہے؟ اس کا جواب وہی تھا جس کی مجھے امید تھی۔ حالات خراب تھے۔ میرے اس سوال کے جواب میں کہ کیا ہمیں شہر سے موٹر ٹرک مل سکتے ہیں اس نے کہا کہ مختلف فیکٹریوں نے جس تعداد میں ٹرک مہیا کرنے ہیں اس کے متعلق ان کو ہدایات جاری کی جا چکی ہیں لیکن فیکٹریوں کے منتظم ان پر عمل کرنے میں نہ صرف کاہلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں بلکہ دغا بازی سے بھی کام لے رہے ہیں! اگر وہ اس کام کے لئے ٹرک بھیجتے بھی ہیں تو وہ سب کے سب سخت ناکارہ ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں کام کا انتظام بالکل غلط تھا۔ سب سے اوپر اٹکل پچو سے لئے گئے اعداد و شمار تھے اور سب سے نیچے ان لوگوں کی ٹال مٹول تھی جو اپنی فیکٹریوں کے منصوبے مکمل کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح ٹرک طلب کرنے والے اور ٹرک مہیا کرنے والے دونوں اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر ۴۰ ٹرکوں کا وعدہ کیا گیا ہے تو صرف ۲۰ کی امید رکھنی چاہیئے، اور یہ کئی برسوں سے ہو رہا تھا۔ میں ٹیلیفون لے کر بیٹھ گیا اور

کہا کہ مجھے نکوپولی ٹیوب اور پائپ فیکٹری کے منتظم این ۔ اے تیخونوف سے ملا دیا جائے
میں نے اُسے ہیلو کہا ۔ اپنا تعارف کرایا اور پھر یہ کہا :۔

" نکولائی الیگزنڈروویچ میں آپ کی فیکٹری دیکھنے ضرور آؤں گا لیکن پھر کبھی
اس وقت میں آپ سے مدد کی درخواست کروں گا ۔ اناج کی ایک بہت اچھی فصل پک
چکی ہے میں جانتا ہوں کہ آپ ایک قابل منتظم اور ایک اوّل درجے کی فیکٹری کے
سربراہ ہیں اگر آپ فصل کی کٹائی میں ہماری مدد کریں گے تو ہم انتہائی شکرگزار
ہوں گے ۔ آپ مہربانی فرماکر ہمیں بہترین ڈرائیور اور اچھی طرح چلنے والے ٹرک
بھجوادیں ۔"

اس نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا ۔ " میں پندرہ ٹرک دے سکتا ہوں ۔"

" آپ اس کے متعلق سوچ لیں اور اپنے عملے سے مشورہ کرلیں ۔ اناج کا ذرا سا
نقصان بھی افسوسناک ہوگا ۔"

میں نے دوسرے منتظموں سے بھی بالکل اسی انداز میں بات کی ۔ ہرچند کہ ہم کو وہ
سب ٹرک تو نہیں مل سکے جن کی ہم نے درخواست کی تھی لیکن جس قدر بھی ملے وہ
واقعی اول درجے کے تھے ۔ اور تعداد میں گزشتہ برسوں کے مقابلے میں تقریباً
دگنے تھے اور یہ سب پرسکون اور دوستانہ انداز میں بات کرنے کا نتیجہ تھا ۔

اس وقت تک مجھے اس بات کا پورا احساس ہوچکا تھا کہ اگر کبھی اصولی اختلافات
بھی پیدا ہوجائیں تو دوسرے شخص کو جھاڑ جھپاڑ کرنے یا اس کی بے عزتی کرنے
سے احتراز کرنا چاہیے ۔ آپ تو یہ کہہ سکتے ہیں ۔ " تم بکواس کررہے ہو !" لیکن اس
کے برعکس اگر اعتراض پوری دیانتداری سے کیا گیا ہے تو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں ۔ " آپ
کے مشورے کا شکریہ ۔ ہم اس پر غور کریں گے ۔ لیکن اگر ہم یہ کام اس طرح کرلیں تو کیا
حرج ہے ۔" میں نے یہ محسوس کیا کہ اپنے جذبات کو سخت قابو میں رکھنا ضروری ہے
پارٹی کی طرف سے آپ کو جو عہدہ تفویض کیا جاتا ہے ۔ اس کے ساتھ آپ کو بدزبانی
کا حق بھی نہیں مل جاتا ۔ میں نے یہ اصول بنالیا تھا کہ جب کبھی میں کوئی اجلاس

بلاتا تھا۔ تو دوسروں سے مشورہ ضرور کرتا تھا۔ میں ان سب کو اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنے دیتا تھا اور اپنی طرف سے کچھ کہنے میں عجلت سے کام نہیں لیتا تھا۔ بعض کامریڈ ایسے بھی ہیں جو ہمیشہ اپنی بات اس انداز سے کرتے ہیں جیسے کوئی "سربراہ" حکم صادر فرما رہا ہو۔

عوام کی نظر ہمیشہ رہنما پر لگی رہتی ہے۔ اس لئے اُسے کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہیئے کہ وہ دُبدھے میں ہے یا اپنی کسی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے دل پر چاہے کچھ بھی گزر رہی ہو اسے اطمینان اور دلجمعی سے کام لینا چاہیے خوش رہنا چاہیئے اور دوسروں میں بھی یہی احساس پیدا کرنا چاہیئے۔ کبھی کبھی ہم مزاح کا غلط مطلب لیتے ہیں حالانکہ ایک اچھے مذاق سے اکثر بگڑے کام بھی بن جاتے ہیں۔

زراعت کی ترقی اور پیداوار میں اضافے کو یقینی بنانے کے لئے ہم اجتماعی فارموں کو صنعتی اداروں کی طرف سے دی گئی امداد کو بہت ضروری سمجھتے تھے۔ ہمیں اناج گاہنے کے لیے ڈھکے ہوئے فرشوں کی ضرورت تھی۔ ہم لازمی کوٹے، حکم اور سرکاری سرزنش سے یقیناً کام لے سکتے تھے لیکن میں نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک موقع پر جب الف۔ این بالاکن، ایس۔ آر پوپوف، آئی۔ آئی گوروبوف، پی۔ دی ساوکن اور بہت سے دوسرے فیکٹری منتظمین بحث کے لئے جمع ہوئے، تو میں نے یک بیک کہا:۔

"میں نے سنا ہے کہ ہیوتر واسلیوچ ساوکن کہتے ہیں کہ وہ اناج گاہنے کے ڈھکے ہوئے ہمیں فرش مہیا کریں گے۔"

لینن کارخانے کا منتظم اور سوشلسٹ محنت کا ہونے والا ہیرو ساوکن مشکل سے برداشت کر سکا۔ "لیونڈ ایلیچ مجھے افسوس ہے کہ بلینز کا انتظام کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ لیکن تو زیادہ مناسب رہیں گے۔"

"اچھا تو یہ سودا طے ہو گیا۔ اور اب الیا آیسوانووچ کیا کہیں گے؟"

بعد میں ہم اس پر خوب ہنسے۔ لیکن کام چل پڑا۔ ایک اور موقع پر جب گرمی زوروں پر تھی میں نے علاقائی منصوبہ بندی کے بورڈ کے چیئرمین اور ایک اور کامریڈ جو علاقائی پارٹی کمیٹی میں مقامی صنعت کا سربراہ تھا دونوں کو ملاقات کے لئے بلایا۔ ہم مختلف مسائل پر بحث میں مشغول تھے کہ میں نے بھر بے ارادہ طور پہ کہا۔

اس وقت کواس پینے میں کوئی حرج تو نہیں۔ کیا خیال ہے ؟"

"بالکل کوئی حرج نہیں۔" ان دونوں نے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ مقامی طور پر تیار کیا جاتا ہے ؟"

"نہیں —— ابھی تک تو نہیں"۔

میں نے بٹن دبایا اور جس طرح کہ ہم نے پہلے سے طے کر رکھا تھا۔ ہمارے عملے کی ایک خاتون رکن کواس کا جگ لئے ہوئے اندر آئی جو وہ گھر سے لائی تھی۔

"شروع کریں ——"

جی ایم ڈرابیو چنکو علاقائی منصوبہ بندی بورڈ کا چیئرمین اور میرا پرانا واقف کار۔ کئی برس پہلے ٹرانس بریکال کے علاقے میں ہم دونوں نے ایک ہی ٹینک کمپنی میں خدمات انجام دی تھیں۔ میرا مطلب فوراً سمجھ گیا۔

"اچھا تو گریگوری۔ یہ کواس کیسا ہے ؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہم اس کام کی طرف توجہ دیں گے۔ میں آج ہی متعلقہ لوگوں کو جمع کروں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ کو شرم آنی چاہیئے۔" میں نے کہا۔ اگر یہاں اس قدر گرمی ہے تو خود ہی خیال کریں کہ کھلے آتشدان کی بھٹی اور کل دار بھٹی کے ورکشاپوں میں کیا حال ہوتا ہے۔ مزدور اپنی پیاس کس طرح بجھا سکتے ہیں۔ کیا علاقائی منصوبہ بندی بورڈ اور مقامی صنعت کی یہ براہ راست ذمہ داری نہیں ہے ؟ آپ کب تک اس کا انتظام کریں گے۔ کتنی جلدی ؟"

یہ حربہ کامیاب رہا۔ اسی موسم گرما میں سارے شہر میں کواس دستیاب ہونے لگا۔

دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور ان سب سے مختلف طریقوں سے کام لینا چاہیئے بعض اوقات خاموشی فصیح ہوتی ہے ۔ مجھے پیٹروو سکی کارخانے کے نازک حالات یاد آتے ہیں کیونکہ ابھی بہت سی چیزوں کو مکمل کرنے کا کام باقی تھا اور نقشہ نویسوں تعمیر کاروں اور ماتحت اجارہ داریوں میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ رپل سٹرکچرل مل کے افتتاح کی مقررہ تاریخ کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ مجھے پارٹی کی علاقائی کمیٹی کا خاص اجلاس بلانا پڑا۔ جہاں بحث بڑے زور شور سے جاری رہی۔ حاضرین میں سے بہت سے ایسے تھے جنہوں نے ورکشاپ کے افتتاح کی منظوری کو روک رکھنے کے لیئے کارخانے کو مورد الزام ٹھہرایا۔ آخر میں متنازعہ ورکشاپ کا نگران کھڑا ہوا اور ان نقائص کو ایک ایک کر کے انگلیوں پر گنوانے لگا۔ جن کے باعث تاخیر ہو رہی تھی۔ ڈھیلے پیچ، مشین کے پرزوں کی غلط ترتیب بجلی کے نظام کی خامیاں وغیرہ وغیرہ ۔ ۔ ۔ قصہ مختصر یہ کہ وہ منظوری کے کاغذات پر دستخط نہیں کر سکتا تھا۔ مل بھی تو آخر اسی کو چلانی تھی۔

جب سب اپنی اپنی بات کہہ چکے تو وہ امید کر رہے تھے کہ آخر میں اول سیکرٹری عام انداز میں بحث کا خلاصہ بیان کرے گا اور شاید سرزنش کا حکم نامہ بھی جاری کرے گا۔

لیکن میں نے صرف اتنا پوچھا۔

"ساتھیو! کیا جو کچھ کرنا ضروری ہے وہ سب پر واضح ہو گیا ہے؟"

جواب تھا "ہو گیا ہے۔"

"اچھا تو اب آپ جائیں اور اس کام کو ختم کریں"

میں نے آخر میں صرف اتنا ہی کہا۔ میں نے دیکھا کہ کانفرنس کی تیاری کے وقت انہوں نے اپنے اپنے اختلافات الگ کر لیئے تھے اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر لیا تھا۔ اس سلسلے میں ضروری کام ان کو اس بات سے آگاہ کرنا تھا کہ علاقائی پارٹی

کمیٹی اس اہم پراجیکٹ پر نظر رکھے ہوئے ہے مجھے یقین تھا کہ وہ اس کام کو پورا کر دکھائیں گے اور انہوں نے کر دکھایا۔

۸

پارٹی کی دینپر وپیٹرووسک علاقائی کمیٹی کو عملے کے انتخاب، تعین اور تعلیم پر بہت زیادہ غور کرنا پڑا۔ یہ مسئلہ اس وقت بہت شدت اختیار کر گیا تھا۔ پارٹی اور حکومت کے ہزاروں کارکن گوریلا سپاہیوں اور خفیہ طور پر کام کرنے والوں کے ساتھ محاذِ جنگ پر کام آ چکے تھے۔ ان کی جگہ کام کرنے والوں میں تجربے اور علم کا فقدان تھا۔ "قیادت کا انحصار عملے پر ہوتا ہے" یہ ہمارے کام کا رہنما اصول تھا علاقائی پارٹی کمیٹی کا بیورو اپنے اجلاسوں میں اہم عہدوں پر تعین کے لئے کمیونسٹوں کی سیاسی اور کاروباری صلاحیتوں کو اکثر زیرِ بحث لایا جاتا تھا اور سرگرم اور قابل لوگوں کو زیادہ بڑی ترقی دینے کی سفارش کی جاتی تھی۔ مجموعی طور پر جیسا کہ وقت نے ثابت کیا اس قسم کے لوگوں کے متعلق ہمارے اندازے غلط نہیں تھے کام چور بھی یقیناً تھے۔ ایسے سربراہ "جن پر کائی جم گئی تھی" یا "جن کی روحیں کرم خوردہ ہو چکی تھیں۔" (اس وقت کی رپورٹوں کے الفاظ کے مطابق) اور اس قسم کے لوگوں کے متعلق ہمارا رویہ غیر مصالحانہ تھا۔

دسمبر ۱۹۴۷ء میں ملک کے نظام زر میں ایک اصلاح کی گئی اور ہاتھ کی صفائی دکھانے والے بہت سے لوگ سامنے آئے۔ جنہوں نے اپنے سرکاری عہدوں سے فائدہ اٹھا کر اور تبادلے کی شرحوں کا پہلے سے علم ہو جانے کی وجہ سے فوراً اپنا روپیہ منافع کمانے کے لئے سیونگ بنکوں میں جمع کروایا۔ میں نے پارٹی سے ان کے اخراج پر زور دیا۔ اس طرح میں نے بڑے بڑے عہدوں سے ان لوگوں کی علیحدگی کا مطالبہ بھی کیا جنہوں نے اپنی نااہلی اور بے ہودگی کی وجہ سے کام خراب کیا تھا۔ ان میں سے بعض

کے متعلق واقعی افسوس بھی ہوتا تھا لیکن کسی شخص کو بھی ریاست کی قیمت پر فراخدلی کا ثبوت نہیں دینا چاہیئے۔

لیکن جنہوں نے اپنی کام کرنے کی صلاحیت کا ثبوت مہیا کیا اور جن پر علاقائی پارٹی کمیٹی کو اعتماد تھا ان کو یہ احساس دلانا ضروری تھا کہ ان پر بھروسہ کیا گیا ہے علاقائی پارٹی کمیٹی کے جنرل ڈپارٹمنٹ کا سربراہ پی۔ این مالیارفسکی تھا جسے ہیں جنگ کے پہلے کے زمانے سے جانتا تھا۔ اور بعد میں محاذ پر کئی بار مل چکا تھا دینپرو پیٹرووسک پہنچ کر میں نے اسے بتایا کہ جب کبھی اسے میری مدد کی ضرورت ہو وہ مجھ سے طلب کر سکتا ہے میں نے یقیناً برابر اس کی بات سنی، اس کو سہارا دیا۔ اور جب کبھی ضرورت پڑی اپنے مشورے سے اس کی مدد کی۔ میں جانتا تھا کہ وہ بہت تجربہ کار ہے اور جو کام اس کے سپرد کیے گئے ہیں ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس کو بیش رفت کی اجازت ملنی چاہیئے۔

اپنے بہت سے ساتھی کارکنوں کو اپنے اعتماد کا مکمل یقین دلا کر اور بہت سے نئے مسائل کا فیصلہ ان کے سپرد کر کے میں صورت حال کا تجزیہ کرنے۔ مستقبل کے مسائل کا مطالعہ کرنے اور اہم کام فراہم کرنے کے لئے وقت نکال لیتا تھا۔ زپوروزائی سے ہی میں ان بنیادی کاموں کا مستقبل علم حاصل کر چکا تھا۔ انتظامی امور اور پارٹی کے سیاسی کام دونوں میں ٹھوس ترقی کرنا انتہائی ضروری ہے۔ فروری ۱۹۸۴ء میں علاقائی پارٹی کانفرنس میں اس کے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا وہ درج ذیل ہے۔

"ہمارا کام یہ ہے کہ ہم پارٹی کے کام اور معاشی انتظام کو صحیح طریقے سے یکجا کریں، یہ ایک فن ہے اور اسے پارٹی کے ذریعے ہی سیکھا جا سکتا ہے۔"

میں یہ بتا دوں کہ مجھے بھی ہمیشہ سیکھنا پڑتا تھا۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو یقیناً سب کے لیے ضروری ہے۔۔۔ صورت حال ہر وقت بدلتی رہتی ہے اور نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں اگر وہ پیچھے نہیں رہنا چاہتا تو پارٹی رہنما کو اپنی ساری

زندگی سیکھتے رہنا چاہیئے۔

جب میں دنیپرو پیٹرووسک پہنچا تو بحالی کا کام ایک نئے مرحلے میں داخل ہو چکا تھا۔ فیکٹریاں دوبارہ کام کر رہی تھیں۔ ہر چند کہ ان کارخانوں کے بہت سے ورکشاپ ابھی تباہ شدہ حالت میں تھے اور کانوں میں پانی بھرا تھا لیکن صنعت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو رہی تھی۔ مکانوں کی تعمیر، تہذیبی کام اور روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے کی طرف توجہ دینے کا وقت آپہنچا تھا یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ مسئلہ کس قدر اہم تھا میں دینپروزرزنسک میں دسویں شہری پارٹی کانفرنس میں اپنی تقریر کا حوالہ دوں گا۔

"مجھے اس ہال میں اپنے بہت سے دوست نظر آرہے ہیں۔ میرے پرانے ہم سبق جواب ورکشاپوں کے نگران اور شفٹوں کے سربراہ ہیں جیسے کہ کامریڈ لبوی نوف، اوٹینگ اور گرہ بجکین، میں ان سے اور آپ کو برملا کھلے لفظوں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ علاقائی اور شہری پارٹی کمیٹیاں رہائشی مسئلے کو بقدر ضرورت نہیں سلجھا سکیں۔ اور حالات یہاں تک آپہنچے ہیں کہ مجھے اس کانفرنس کو یہ بتانا پڑ رہا ہے کہ رہائشی نشانے صرف ۱۱ فی صد تک پورے ہو سکے ہیں۔

حاضرین میں سے ایک آواز۔ "صرف، فی صد تک" "سات فی صد تک ہی سہی یہ شرمناک ہے۔ ابھی ہم مزدوروں کو اس کام پر لگا رہنے کی ضرورت پر زور دینے کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ اس قسم کی صورت حال کو بھی برداشت کر رہے ہیں۔ نئی منتخب ہونے والی شہری اور علاقائی کمیٹیوں کو چاہیے کہ وہ اس قسم کی چیزوں کا خاتمہ کر دیں۔ لوگوں نے جنگ کے دوران بہت کچھ برداشت کیا ہے۔ ہماری فتح کی خاطر انھوں نے بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں اور انہیں بہتر رہائشی سہولتوں کا تقاضا کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ ہم بالشویکوں نے مزدوروں سے اعلےٰ مادی اور تہذیبی معیاروں کا وعدہ کیا ہے ہمیں ان وعدوں کو ضرور پورا کرنا چاہیئے۔ جس چیز نے صورت حال کو پیچیدہ بنا دیا تھا وہ یہ تھی کہ مقامی سودیتوں کے پاس رقموں کی کمی تھی جن میں سے

اکثر محکمۂ تعمیرات کے منتظموں کے قبضۂ قدرت میں تھیں۔ جنہوں نے شہر کی تعمیر میں حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ دنیپروپیٹروسک میں شہر کے مرکزی حصے کا حقیقت میں کوئی وجود باقی نہیں تھا۔ شارع کارل مارکس ابھی تک تباہ شدہ حالت میں تھا اور مضافات میں مزدوروں کی قدیم طرز کی بستیاں تعمیر ہو رہی تھیں۔ یہ خیال بھی ظاہر کیا جا رہا تھا کہ کل دار بھٹیوں، لوہا پگھلانے والے اور رولنگ ملوں کے ورکشاپوں کے سربراہوں کو کارخانوں پر ہی رہنا چاہیئے۔ ابھی تک ٹیلیفون یا ٹرام کا کوئی انتظام نہیں تھا اور نہ ہی موٹر گاڑیاں تھیں۔ زیادہ سے زیادہ گھوڑوں والی بگھیاں مل جاتی تھیں (مجھے ایک افسر یاد آتا ہے جسے جب یہ پوچھا گیا کہ وہ ایک اجلاس میں دیر سے کیوں پہنچا تھا تو اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔ میرے پاس کار نہیں ہے اور میرے گھوڑے کی مرمت ہو رہی ہے)

محکمۂ تعمیرات کے منتظموں کو مجبور کیا گیا کہ وہ عارضی قسم کے گھر نہ بنائیں بلکہ جدید سہولتوں سے آراستہ مکان مضافات کی بجائے شہر کے وسط میں تعمیر کریں۔ محکمہ تعمیرات کے منتظموں سے اپنی دوستانہ گفتگو کے دوران میں نے ان کو یہ حقیقت باور کرانے کی کوشش کی کہ ان کی تعمیر مکانات کی یہ متعصبانہ حکمت عملی محض شعبدہ بازی کی معیشت ہے جو زود یا بدیر نقصانات پر منتج ہوگی۔ علاقائی پارٹی کمیٹی کا بیورو سرکاری طور پر اس کام کو ہاتھ میں لے رہا تھا اور شہر کی بڑی بڑی سڑکوں کے ساتھ ساتھ جدید طرز کے مکان تعمیر کرنے کی ضرورت پر زور دے رہا تھا۔ جہاں ماہر کاریگروں مزدوروں، ناکارہ سابق فوجیوں اور جنگ میں کام آنے والوں کے خاندان آباد ہوں گے ان کو اپنی زندگی میں بہتری کے متعلق پارٹی اور حکومت کی تشویش کا احساس ہونا چاہیئے لیکن کام کی رفتار سست تھی۔

میں نے مئی ۱۹۴۸ء کے اواخر میں نکولول۔ پاولوگراڈ کریوائی رُدگ، نووومسکو وسک اور مارگنٹس سمیت سارے علاقے کا ایک اور دورہ کیا۔ یہاں میں نے بہت سی ایسی چیزیں دیکھیں جن سے میرے خیالات کی تصدیق ہوتی تھی۔ پھر میں نے بڑے

بڑے کارخانوں کے منتظموں کا اجلاس طلب کیا اور ان کو صاف صاف بتا دیا کہ علاقائی پارٹی کمیٹی اس آہستہ روی اور متعصبانہ طرزِ عمل کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرے گی اور اب وقت آگیا ہے کہ ہمارا شہر ایک شہر کی طرح نظر آئے۔ منتظموں کا ردّ عمل محتاط تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس سے متفق تھے لیکن ابھی روپیہ دستیاب نہیں تھا۔ اچھے نقشے بھی نہیں تھے اور تعمیراتی سہولتوں کا حال بھی پتلا تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں کہی گئیں جو عام طور پر ایسے موقعوں پر کہی جاتی ہیں۔

میں نے آخر میں کہا کہ میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں آیئے ہم سب چل کر کوئی بہتر طور پر منظم اور تیز رفتار تعمیراتی پروجیکٹ دیکھیں۔ پھر ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ کون سے طریقے نقل کیے جا سکتے ہیں۔ ہمیں دور نہیں جانا پڑے گا۔ کیا آپ متفق ہیں۔؟

"ہم متفق ہیں!" انہوں نے جواب دیا۔

اچھا تو پھر ہم اس کام میں دیر نہیں کریں گے۔ ہم کل صبح سات بجے علاقائی پارٹی کمیٹی کی عمارت کے باہر ملیں گے۔

سات بجے ہم سب منتظمین، تعمیراتی اداروں کے سربراہ، شہری پارٹی کمیٹی اور شہری عاملہ کمیٹی کے اہل کار بہت سی کاروں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ ایک بے کیف صبح تھی۔ ہم ڈھلوان پر بنے ہوئے جھونپڑوں کی ایک بستی مانند بکھونکا میں "سے ہو کر گزرے اور ایک ناہموار سڑک پر جنوب کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ سڑک تقریباً شروع سے آخر تک ویران پڑی تھی۔ ہمیں مشکل ہی سے کہیں کوئی آدمی نظر آیا ہوگا اور کار تو ہم نے ایک بھی نہیں دیکھی۔ سڑک کے کناروں پر درخت جلے ہوئے تھے اور کھیتوں میں خندقیں ایک دوسری کو کاٹتی ہوئی چلی گئی تھیں۔ کہیں کہیں اور کبھی کبھی ٹریکٹر اور نازیوں سے چھینے ہوئے ٹرک نظر آجاتے تھے۔ ہم تقریباً دو گھنٹے تک سفر کرتے رہے اور پھر ایک ڈھلوان کے اوپر پہنچ گئے جس کے نیچے دینپر کے بجلی گھر کے ڈیم کا ایک پینورامی جیسا منظر دکھائی دے رہا تھا۔

اور اس سے آگے نشیب میں سفید رنگ کا ایک بڑا شہر نظر آرہا تھا۔ اسی لمحے بادلوں کے پیچھے سے سورج نکل آیا اس کی شعاعیں کھڑکیوں میں سے منعکس ہورہی تھیں جن کی وجہ سے عمارتیں اور بھی بلند اور چمکدار نظر آتی تھیں۔ مجھ پر محبت کا احساس طاری ہوگیا۔ میں ہمسایہ علاقے کے ایک نمائندے کی حیثیت سے زیپوروزائی میں آ پہنچا تھا۔ اور پھر یہ وہی جگہ تھی۔ جہاں کا میں رہنے والا تھا۔

کسی نے یہ بڑی اچھی بات کہی ہے، شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ میرے ہمراہیوں نے وہ اسفالٹ کنکریٹ دیکھی جس کے متعلق میں ان کو کئی بار بتا چکا تھا۔ اور ان کیبل کرینوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ جو مقامی تعمیراتی مزدور استعمال کررہے تھے اور خاص طور پر سوراخ کرنے والے اس عمل کو بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھا جس سے پانی کے پائپ بچھائے جارہے تھے۔

ہائیڈرالک جیک ۸۰۰ ایم ایم کے پائپ نیچے کی طرف زمین میں دبا رہے تھے اور ہمارے سامنے ہی شہر کے ایک سارے بلاک کے ساتھ ساتھ پائپ بچھا دیئے گئے۔ ہم نے ان سے نیڈولوں، اخراجات، مزدوروں کی پیداواری قوت اور تعمیراتی سازو سامان کے متعلق بہت سے سوال پوچھے۔ بعد میں ہم نے ایک مزدوروں کی کینٹین میں کھانا کھایا اور رات گئے گھر لوٹ آئے۔ واپس آتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ باب شکن اور لانبکچٹ کارخانوں کے منتظم زیپوروزائی کی کچھ بلند و بالا عمارتوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ اور ان کے نقشوں کو استعمال کرنے کے لئے انہوں نے آپس میں کوئی سمجھوتہ بھی کر لیا تھا۔ اس کے چھ مہینے بعد ہمارے شہر کا بڑا شارع بھی اسی قسم کی شاندار عمارتوں پر فخر کرسکتا تھا جس کی وجہ سے شہر کے مرکز کی تعمیر نو کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ اب یقیناً ہر چیز حرکت کرنے لگی تھی۔ اب یقیناً کام شروع ہورہا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے کا انتہائی مخصوص کام شہر کے پشتہ بند پر ہوا۔ آج یہ شہر کا انتہائی خوبصورت مقام ہے۔ لیکن ماضی میں فاشی میہاں ملبے کے ڈھیر

پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ میں اپنے ذہن کی آنکھ سے دیکھ سکتا تھا کہ جب یہ نئے سرے سے تعمیر ہوگا تو کیسا لگے گا۔ لیکن ہمارے منتظم حضرات ان روشن امکانات پر جن کا انکشاف میں نے کیا تھا صرف یہ کہہ کر نفی میں سر ہلاتے رہے کہ اس حسن کا نظارہ کرنے کے لئے کون اتنا عرصہ زندہ رہے گا۔ لیکن وہ اسے دیکھنے کے لئے سچ مچ آج بھی زندہ ہیں۔ لوگوں نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ دینپر کے کناروں پر رہائش کے لئے بڑی اچھی جگہ موجود ہے (یقیناً دینپر اس سلسلے میں بہت کچھ کہہ سکتا ہے) اور وہاں زمین کے پلاٹ حاصل کرنے کے لئے عرضیاں دینے لگے لیکن ان کو معلوم ہوا کہ شہر کی سوویت پہلے ہی ساری زمین رہائشی پراجیکٹوں کے لئے الاٹ کر چکی ہے۔

بعد از جنگ کے مشکل برسوں میں ہمارے ملک نے یقیناً اپنے بہت سے وسائل صنعت اور زراعت کی جنم کے لئے وقف کر دیے تھے۔ اور اس وقت ایسا کرنا منطقی طور پر درست تھا۔ لیکن بعض اوقات کاہلی۔ بدانتظامی اور بہتر طور پر کام کرنے کی نااہلی کو چھپانے کے لئے بھی اس نعرے سے غلط فائدہ اٹھایا گیا۔

اس عرصے میں رہائش۔ نقل و حمل۔ ملازمت اور تہذیبی سہولتوں کے پس ماندہ انتظام نے مزدوروں کی پیداواری قوت اور اس کے نتیجے میں پیداوار کی ترقی کو لازمی طور پر متاثر کیا۔

علاقائی پارٹی کمیٹی نے مطالبہ کیا کہ پارٹی کے اہل کار، سرکاری افسر اور معاشی منتظم اپنے کام میں پیش رفت کا مظاہرہ کریں۔ میں نے ایک دفعہ یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی دینپروپیٹرووسک شہری کمیٹی کے سیکرٹریوں کے۔ کے تاراسوف اور پی۔ الف خراپوتوف سے کہا تھا:۔

"آپ ایک بڑا بیگ لے کر ماسکو جائیں۔ اور وزیروں سے ملاقات کریں انہیں تباہی کے متعلق بتائیں اور تصویریں دکھائیں۔ اور ان سے کہیں کہ وہ پانی

لئے ایک ٹاور، ٹرام کے ایک نظام، کنڈر گارٹن اور مکانات کی تعمیر کے لئے حصص کی بنیاد پر روپیہ فراہم کریں۔ ان کو یہ بھی بتایئں کہ ان کے اپنے مزدوروں کو ان سب چیزوں کی ضرورت ہے۔ مصمم ارادے کے ساتھ ان سے ملیں اور اپنے مطالبات جرات کے ساتھ پیش کریں۔ آپ کمیونسٹ ہیں اور ایک کمیونسٹ کو جرائت مند ہونا چاہیئے ۔" اس قسم کا عمل ضروری تھا۔ اور اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ فیکٹریاں عوامی باغات کے لئے دیگی لوہے کے جنگلے تیار کر رہی تھیں اور گلیوں کے لئے کھنبے اور سروں پر سے گزرنے والے ٹرام کے تاروں کے ستون بلند ہو رہے تھے فیکٹریوں اور دفتروں کے ہزاروں مزدور اتوار کی چھٹی کے دنوں میں ملبہ ہٹانے اور پھولدار پودے اور درخت لگانے کا کام کر رہے تھے۔ یہی وہ دن تھے جب شہر کے خوب صورت چکالوف اور شیوشنکو باغات لگائے گئے تھے ایک بڑی لطف اندوز چیز: بچوں کی ریل گاڑی کا آغاز کیا گیا۔ ٹریڈ یونینوں کی کل یونین مرکزی کمیٹی نے ہمیں ملکہ کیتھرائن کے زمانے کے ایک محل کی بحالی کے لئے روپیہ فراہم کیا۔ اسے طالب علموں کے سپرد کر دیا گیا ان میں سے ہر ایک نے رضا کارانہ طور پر تعمیراتی مقام پر ۵۰ گھنٹے کام کیا۔ یہ وہ طریقہ تھا جس سے طلبا کا کلچر پیلس دینیپر دیپیٹرووسک کی ایک شاندار عمارتی یادگار اور انتہائی مقبول کلب تیار ہوا۔

لیکن میں یہاں اس بات کا بھی اضافہ کر دوں کہ "لوگوں سے پیش رفت کا مطالبہ کرتے وقت ایک پارٹی رہنما کو صبر آزما لمحات میں ان کی مدد کو آنا چاہیئے اور ذمہ داری کا بوجھ اپنے سر لینا چاہیئے۔ نکوپول پایپ کارخانے کا منتظم این۔ اے تیخونوف اس سلسلے کی ایک مثال ہے۔ وہ دوسروں کے مقابلے میں مزدوروں کی بہبود کا بہترین خیال رکھتا ہے اور اس کا کارخانہ بڑی اچھی طرح کام کر رہا تھا۔ (اتفاق سے یہ منطقی بات ہے کہ جہاں لوگوں کا خیال نہ رکھا جائے وہاں اچھی کارکردگی کی امید نہیں ہونی چاہیئے) علاقائی پارٹی کی پالیسی کے مطابق تیخونوف نے مزدوروں کے لئے ایک ہسپتال اور اس کے علاوہ ایک کینٹین کھول دی۔ فاتی

حملہ آوروں کی تباہ کی ہوئی ایک سڑک کی مرمت کا کام شروع کیا اور اس علاقے میں وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے فیکٹری کلب کی مرمت کرائی۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ اس کام کے لئے مختص ، لاکھ روبل سے تقریباً تین گنا زیادہ رقم خرچ کر دی۔ تیموتسان ان دنوں وہاں دورے پر آیا ہوا تھا اور جب ہم تینوں کار میں سوار جا رہے تھے تو آیئوان فیودرووچ نے منتظم کی مذمت کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم راک فیلر ہو؟ کیا تم نے یہ رقم اس کام کے لئے حاصل کی تھی؟"

اس دوران کار ٹھہر گئی اور ہم ایک کلب کی خوبصورت اور وسیع و عریض عمارت کے سامنے کار سے باہر نکلے۔

"ہاں۔" میں نے اس طرح کہا جیسے کہ میں وزیر سے اتفاق کر رہا تھا۔ اس نے تو اپنے استعمال کے لئے "اچھا خاصا ڈاچا" تعمیر کر لیا ہے"

ہوں! تیموسیان نے کہا۔ ہماری کار چلنے لگی اور موڑ کاٹ کر ایک نئی سڑک پر آگئی۔ یہاں وہ دوبارہ پھٹ پڑا۔

"میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟" اس نے منتظم سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے وزارت خزانہ کی طرف سے پہلے ہی ٹیلیفون آچکا ہے وہ اس سڑک کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں"

"علاقائی کمیٹی بھی اس سے آگاہ ہے" میں نے اضافہ کیا۔ "اس سڑک کے بغیر رات کی شفٹ کا کام ممکن نہیں تھا۔ آیئوان فیودرووچ اس نے یہ کام محض اپنی جیب بھرنے کے لئے نہیں کیا۔ اگر آپ چاہیں تو ہم رضاکارانہ تعمیراتی پراجیکٹ کے طور پر یہ سڑک مکمل کر سکتے ہیں۔"

ہم نے بالکل ایسا ہی کیا۔ اور تعمیرات کے ایک اچھے منتظم کے سر آئی بلا کو ٹال دیا یہ خبر سارے علاقے میں پھیل گئی کیونکہ ایسی خبریں بڑی تیزی سے پھیلتی ہیں۔ یہ یقیناً کار آمد ہوتی ہیں اور ان کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔

۹

کسی شخص کے کام کرنے کا انداز اس کی اصل قدر و قیمت کا پیمانہ ہے جو شخص اپنا کام کرنا نہیں جانتا یا کسی ایسے عہدے پر فائز ہے جس کا وہ اہل نہیں ہے تو وہ زود یا بدیر اپنی خامیوں کو چھپانے کے لئے خوشامد یا دوسری چیزوں سے کام لینے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ روسی حکایت نویس کرائیلوف نے کہا ہے "

" خوشامدی شخص ہمارے دل کا حساس گوشہ تلاش کر لیتا ہے "

" کام کی بات کرو! " میں ایسے لوگوں سے کہتا۔ یہاں پر تعریفیں کرنے جھک جھک کر سلام کرنے اور فضول باتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کو علاقائی کمیٹی میں اس لئے نہیں بلایا گیا تھا "

اور آخر میں جہاں تک کام کے اسلوب اور دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقات کی بات ہے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ان کو اپنے پسند کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اصولی طور پر اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ایک پارٹی رہنما کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہم کاروں کو ویسے ہی قبول کرے جیسے کہ وہ حقیقت میں ہیں اور اسے اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ وہ ان کی خامیوں کو جانتا ہے لیکن اس کو ان کی خوبیوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اس سلسلے میں مجھے یہ واقعہ یاد آتا ہے۔

دنیپروپیترووسک میں اس علاقے کے سب سے بڑے پیٹروو سکی لوہے اور اور فولاد کے کارخانے کے منتظم الیا ایوانووچ کورو بوف کے ساتھ میں جلد ہی

اچھے تعلقات قائم نہ کر سکا۔ کورو بوف کا تعلق کئی نسلوں سے مشہور ایک مزدور خاندان سے تھا۔ اس کا باپ میکیٹو کا میں اعلےٰ نوز مین تھا اور اس کے بھائی بھی کل دار بھٹی میں کام کرتے تھے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بیٹے اور اب اس کے پوتے بھی یہی کام کرتے ہوں گے۔ سٹالن بھی کورو بوف خاندان کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اور وہ قومی سطح پر مشہور تھے۔ میں زیادہ سخت الفاظ استعمال کیے بغیر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر اسے کبھی کبھی حقائق کو نظر انداز کر دینے اور گستاخانہ رویہ اختیار کرنے کی عادت نہ ہوتی تو سب کچھ ٹھیک ہوتا۔

بہر حال میں اپنی ڈگر پہ چلتا رہا اور کورو بوف سے مسلسل نرمی سے پیش آتا رہا میں اکثر کارخانے کا دورہ کرتا رہا تھا اور مزدوروں سے ملتا اور ان سے گفتگو کرتا تھا اور ان میں سے چند ایک مثلاً کارخانے میں لوہا پگھلانے والوں میو چاس اور سوٹسکو اور کل دار بھٹی پر کام کرنے والے ٹور فیموف کی پیش رفت کی تعریف کیا کرتا تھا۔ میں کورو بوف کی خوبی سے بھی آگاہ تھا۔ وہ کل دار بھٹی کا ایک اعلےٰ درجے کا ماہر تھا۔ اور میں یہ بات چھپاؤں گا نہیں کہ اس کا جابرانہ رویہ کسی حد تک پریشان کن تھا لیکن اسے نظر انداز کر دینا ضروری تھا کیونکہ وہ بڑا اچھا کام کرتا تھا اور یہ بہت اہم بات تھی۔

۱۹۴۹ء کے اواخر میں یوکرین میں ایندھن اور بجلی کی کمی واقعی ہو گئی تھی اور کئی دوسرے اداروں کی طرح پیر وفنگی کارخانے میں بھی ان کے استعمال میں کمی کر دی گئی تھی اور منصوبے کی تکمیل خطرے میں پڑ گئی تھی۔ اس طرح جب صنعتی منتظم اپنے ذرائع سے مدد حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف تھے ہم علاقائی کمیٹی والوں نے صورت حال کا تجزیہ کیا اور یہ پتہ چلا یا کہ ایندھن کی ایک بڑی مقدار کل دار بھٹی کی گیس کی صورت میں ہوا میں بکھر جاتی ہے اس کا علم تو سب کو تھا مگر مجموعی حساب چکرا دینے والا تھا۔ یہ نقصانات کوئلے کے آدھ ملین ٹن تک پہنچتے تھے۔ میں نے منتظموں کو بلایا اور ان کو اس مصیبت سے نکلنے کا راستہ دکھایا۔ لوہا حاصل کرنے

(ناکارہ لوہے کے ٹکڑے، غیر معیاری ذخیرہ اور کوٹے سے زائد پیداوار) اور پائپ تیار کرنے کی غرض سے اسے رول کرنے اور گیس پائپ بچھانے کے لئے تمام کوششوں کو یکجا کرنا ضروری تھا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کوروبوف نے سب سے پہلے اس منصوبے کو سمجھا اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے سخت محنت کی جس کے ٹھوس نتائج جلد ہی ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔

بعد میں کوروبوف کی تند مزاجی اس پر غالب آگئی۔ کمیونسٹ پارٹی (ب) کی مرکزی کمیٹی کو کارخانے سے شکایات موصول ہونا شروع ہو گئیں اور اس کی برطرفی کا سوال پیدا ہو گیا۔ میں اس اقدام کے سخت خلاف تھا۔ ہر چند کہ ہمارے تعلقات اتنے اچھے نہیں تھے۔ "میرا خیال ہے کہ کامریڈ کوروبوف کو ایک منتظم کی حیثیت سے ہم سے جدا نہیں ہونا چاہیئے۔" میں نے علاقائی کمیٹی کے بیورو میں کہا۔ یہ صحیح ہے کہ اس سے غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور وہ متلون مزاج ہے اس امر کی شکایت باقاعدہ طور پر اس سے کر دی گئی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ان باتوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے ایک سرزنش پر ہی اکتفا کیا۔ اور اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ ایلیا کوروبوف مزید کئی برسوں تک کارخانے کا سربراہ رہا۔ اس نے سارے ملک میں کل دار بھٹیوں کی پیداوار کی ترقی میں ٹھوس اضافہ کیا۔ ٹکنالوجی میں ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی اور لینن انعام پایا۔ اور سوشلسٹ محنت کے ہیرو کا اعزاز حاصل کیا۔ اس کی پشت پناہی کر کے میں نے ٹھیک ہی کیا تھا۔

اس قسم کا واقعہ زاپوروژئی میں بھی پیش آیا۔ دینپر کے بجلی گھر کی بحالی کے کام کا سربراہ فیودور جارجیویچ لوگینوف تھا جو کہ اس کام کا مشہور ماہر تھا۔ وہ واقعی ذہین تھا۔ گیارہ سال کی عمر میں وہ فیکٹری مزدور بنا پھر کولچک اور ڈینکین کی فوجوں کے خلاف لڑتا رہا اور ابھی وہ نوعمر ہی تھا کہ ترقی پا کر ایک رجمنٹ کا نائب کمانڈر بن گیا۔ گریجویشن کے بعد وہ دینپر کے بجلی گھر کی تعمیر پر فورمین کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ پھر بوکسانا اور وولگا کے وسطی علاقوں کے بجلی گھروں

میں کام کا نگران مقرر ہوا اور بعد ازاں تعمیراتی کام کے منتظم کی حیثیت سے کام کرتا رہا ۔ وہ بلند قامت اور اپنی مرضی کا مالک ایک رنگین مزاج آدمی تھا۔ وہ سخت گیری سے کام لیتا تھا اور کسی بھی شخص کی تنقید برداشت نہیں کرتا تھا۔ کسی اتنے بڑے تعمیراتی مقام پر "صرف ایک منتظم" کا اصول کارآمد بھی ہے اور ناگزیر بھی لیکن جب صرف ایک منتظم "تنقید برداشت کرنا بند کردے تو یہ خرابی کا باعث ہوتا ہے ۔ لوگینوف بعض اوقات لوگوں کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا تھا وہ اندھا دھند کام کرتا تھا اور تند مزاج تھا ۔ اپنی اس خامی کو جانتے ہوئے اس نے ایک تسبیح بھی رکھی ہوئی تھی ۔ "میں اس کا دانہ دانہ شمار کرتا ہوں" اس نے مجھے بتایا ۔ "اور اس سے میرا غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے ۔" ہمارے درمیان جھگڑا ہوتا رہتا تھا ۔ اور میرے لیے جسے کچھ ہی عرصہ پہلے علاقائی کمیٹی کا سیکرٹری مقرر کیا گیا تھا ایسے شخص کے ساتھ نباہ کرنا آسان نہیں تھا ۔

دنیپر کے پن بجلی گھر کے بجلی پیدا کرنے والے پہلے یونٹ تو کام کر رہے تھے لیکن دوسروں کا افتتاح ابھی نہیں ہوا تھا ۔ جس کے نتیجے میں یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی (ب) کی مرکزی کمیٹی نے کام کی کوتاہیوں کے متعلق ایک قرارداد منظور کی ۔ تحریری اور زبانی مدحیہ قصیدوں کے عادی لوگینوف نے اس قرارداد کے خلاف مکمل عدم اتفاق کا ایک تار مرکزی کمیٹی کو بھیج دیا ۔ یکم نومبر، ۱۹۳۲ء کو تعمیراتی مقام پر پارٹی کا اجلاس منعقد کیا گیا جس میں مجھے اپنی رپورٹ پیش کرنی تھی ۔

اور ایک بار پھر جب میں خامیوں کی نشاندہی کر چکا اور حاضرین کو اس امر کا یقین دلا چکا کہ غلطیاں بالکل حقیقی تھیں خیالی نہیں تھیں تو میں نے اس شخص کو تارپیڈو کرنے یا دوسرے لفظوں میں تباہ کرنے سے احتراز کیا ۔ اس کے برعکس اسے میں نے اس صورت حال سے نکلنے کا ایک باعزت راستہ دکھانے کی کوشش کی ۔ میں نے اس بات پر زور دیا کہ علاقائی پارٹی کمیٹی ایک کاریگر کی حیثیت سے لوگینوف کی قدر کرتی ہے اور یقین کے ساتھ ضروری سمجھتی ہے کہ وہ اس

وسیع تعمیراتی پراجیکٹ کے سربراہ کی حیثیت سے کام کرتا رہے۔ میں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ تنقید کی مناسب توجیہ کے بعد فیوودر لوگینوف اس بجلی گھر کا پوری صلاحیت کے ساتھ جلد کام شروع کرنا یقینی بنا دے گا۔ میں اس شخص کی خوبیوں اس کی وسیع عملی استعداد، اس کے پختہ عزم اور مقصد سے اس کی وفاداری کو آزما چکا تھا اور ان کو پسند کرتا تھا۔

میں نے آخر میں کہا کہ "میں لوگینوف کے عہدے اور اس کے پارٹی اور کام کے ریکارڈ کا پورا احترام کرتا ہوں اور ہرچند کہ منتظم کی حیثیت سے اس کا عہدہ برقرار رکھنا ضروری ہے اور ہم اس کی مدد کرتے ہیں پھر بھی میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہمیں اس کی کوتاہیوں پر سخت اور مکمل تنقید کرنی چاہیئے اور نہ تو اس کے تعمیراتی پراجیکٹ کے سربراہ ہونے اور نہ ہی کمیونسٹ ہونے کو خاطر میں لانا چاہیئے۔ اس طرح ہم تعمیراتی پراجیکٹ اور خود لوگینوف دونوں کی مدد کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ اس مسئلے کو سلجھانے کا اور کوئی طریقہ ممکن نہیں ہے اور ہمیں کسی اور حل کو مسترد کر دینا چاہیئے۔"

اگر کوئی شخص اپنی ذمہ داری کو سمجھتا ہے، مقصد سے وفادار ہے اور عام بہبود کے لیے کام کرتا ہے تو اس کی مدد کرنے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بروقت نصیحت، اصلاح اور تعلیم یہاں ہمارے سامنے صرف یہی ایک مقصد ہے۔ کسی شخص کو برباد کرنا مقصود نہیں ہے۔ اصل بات اس کی خوبیوں کو اجاگر کرنا اور ان سے کام لینا ہے۔

تنقید اور خود اپنی تنقید کا مسئلہ اس قدر سنجیدہ ہے کہ اگر میں اس کا ذکر خاص طور سے کروں تو بہتر ہوگا۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ ہمارے نئے آئین کی دفعہ ۴۹ کی رو سے سوویت یونین کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ریاستی اداروں اور عوامی تنظیموں کو ان کی سرگرمیوں کی بہتری کے لئے تجویزیں بھیج سکتا ہے اور ان کے کاموں کی خامیوں پر تنقید کر سکتا ہے اور اس میں زور دے کر یہ بات کہی گئی ہے کہ محض

تنقید کے لئے کسی کو سزا دینا بالکل ممنوع ہے۔

میں آئین کی اس دفعہ کو اصولی طور پر بہت اہم سمجھتا ہوں اگر ہم ایک اعلے بلکہ مجھے کہنا چاہیئے کہ اعلے ترین تنظیم کے لئے کام کر رہے ہیں اور محنت، ٹکنالوجی اور منصوبہ بندی میں ہر سطح پر نظم و ضبط کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں صورت حال کے جانبدارانہ، انتہائی محتاط اور ناقدانہ جائزوں کی ضرورت ہے۔ اس طرح ہم وہ ضروری معاشرتی اور سیاسی ماحول پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جس سے زیادہ بہتر طور سے زیادہ مستعدی اور زیادہ قابلیت کے ساتھ کام کرنے کی خواہش پیدا ہوگی اور ہم کاہلوں، کام چوروں اور غفلت، بدانتظامی، فضول باتوں اور خوشامد سے کام لینے والوں کے خلاف عدم روا داری کا رویہ اختیار کر سکیں گے۔

کسی اعلے افسر کو تنقید سے بچانا حقیقت میں اس کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے جو شخص تنقید سے کبھی متاثر نہیں ہوتا وہ اچھا کام کرنے کے قابل بھی نہیں ہوتا۔ اگر آپ ان برسوں کے عام اجلاسوں، کانفرنسوں، اور ایکٹو کے اجلاسوں کی رپورٹوں کا لفظ بلفظ مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے۔ جس میں تنقید موجود نہ ہو۔ یہ تنقید ہمیشہ متعلقہ، یقین بخش، اور تعمیری ہوتی تھی اس کے ثبوت میں یہاں کئی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۹۴۷ء میں یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی زیپوروزالی علاقائی کمیٹی کے ۱۶ ویں اجلاس میں مندرجہ ذیل مختصر سوال و جواب ہوئے۔ مباحثہ کے دوران کیبرڈف کارخانے کے پارٹی سیکریٹری۔ اے۔ ایم ذالیلو نے تقریر شروع کی اور وہ اس قدر جذبات کی رو میں بہہ گیا کہ مجھے مداخلت کرنی پڑی۔

"کامریڈ ذالیلو —— بدقسمتی سے ہمارے کارخانے میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو بہت زیادہ تنقید کرنے کے عادی ہیں۔ مثال کے طور پر مکینیکل محکمے کے سربراہ ذائیتو کو لیجیے"۔ . . . . .

"کامریڈ برژنیف —— کیا آپ تنقید بند کرنا چاہتے ہیں؟"

"کامریڈ ڈابلیو ——— نہیں۔ لیکن ان کو خود اپنے آپ پر بھی تنقید کرنا چاہئے"۔

"کامریڈ برژنیف ——— اچھا تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ خود اپنے آپ پر تنقید کیا کریں۔ لیکن آپ پر نہیں۔" (حاضرین کا شور)

"کامریڈ ڈابلیو ——— تنقید اور خود اپنی تنقید بلاشبہ مفید ہے لیکن کسی کو منتظم کے وقار کو نقصان پہنچانے کے لئے تنقید نہیں کرنی چاہیئے"۔

"کامریڈ برژنیف ——— آپ کی بات واضح نہیں ہے۔ یہ قدرے مبہم ہے آپ جانتے ہیں ———"

"کامریڈ ڈابلیو ——— میرا مطلب یہ ہے کہ کچھ کامریڈ پارٹی کے نظم و ضبط اور پارٹی کے ضابطۂ اخلاق کو اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ ہمیں کام کرنا چاہیئے۔ گڑبڑ پیدا نہیں کرنی چاہیئے۔"

"کامریڈ برژنیف ——— لیکن اگر گڑبڑ پیدا کرنے والے لوگ ہیں بھی تو کیا اس بات کو عام اجلاس میں اچھالنا ضروری ہے۔ اس قسم کے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں اور آپ کا کارخانہ یقیناً اس سے مستثنیٰ نہیں ہے"۔ (حاضرین کے قہقہے)

کامریڈ ڈابلیو ——— یہ گڑبڑ ہمارے کارخانے میں انتہائی تکلیف دہ بات ہے"۔

"کامریڈ برژنیف ——— میرے خیال میں جو تکلیف دہ بات ہے وہ عدم تنقید ہے لیکن تنقید سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس میں آدمی کا احترام بھی مضمر ہوتا ہے" علاقائی کمیٹی کا رویہ ان لوگوں کے متعلق جو تنقید کو دباتے ہیں بالکل غیر مبہم تھا اور اس کا اظہار واضح الفاظ میں کیا گیا تھا۔ چاہے وہ کوئی بھی تھا۔ اس کے علاوہ ان کاغذات کے مطالعے کے دوران میں نے دیکھا کہ اجلاس میں کسی

شخص پر کھلے عام تنقید کرتے ہوئے میں نے اس بات پر زور دینا اکثر ضروری سمجھا کہ مزدور کی حیثیت سے میں اس شخص کی بہت قدر کرتا ہوں" بعض اوقات یہ کہنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

جیورجی پیٹرووچ کنتسوف دنیپرو پیٹرووسک کے سب سے بڑے صنعتی علاقے ضلع لینن میں ضلعی پارٹی کمیٹی کا اول سیکریٹری تھا۔ وہ پہلے پیٹرووسکی کارخانے میں فولاد کا انجینئر تھا وہ بہت مستعد اور قابل تھا۔ لیکن شہری پارٹی کمیٹی کے ایک اجلاس میں جہاں اس نے اپنی رپورٹ پیش کی مجھے اس پر سخت تنقید کرنی پڑی۔

"میں کامریڈ کنتسوف کی رپورٹ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا کامریڈ کینتو! میں آپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا لیکن میں شہری پارٹی کمیٹی کے عام اجلاس کے سامنے اپنی رائے کا اظہار ضرور کروں گا۔ میں آپ کی رپورٹ کو انتہائی بے ضرر سمجھتا ہوں۔ آپ نے کسی کی سرزنش نہیں کی۔ ضلعی پارٹی کمیٹی کے کام کی خامیوں سے پردہ نہیں اٹھایا۔ اور کسی کارخانے کے منتظم یا پارٹی سیکریٹری کا نام نہیں لیا۔ بلکہ اس کے برعکس اپنی تمام توجہ تفریح اور دارالمطالعوں پر مرکوز رکھی ہے میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ نے یہاں اپنے آپ کو اس قسم کی باتوں تک کیسے محدود رکھا ہے۔ مجھے جب مرکزی کمیٹی کے کسی عام اجلاس میں بلایا جاتا ہے وہ چاہے صنعتی یا زرعی مسئلے یا پارٹی کے مجموعی کام کے متعلق ہو تو میں شہر اور علاقے کی صورت حال کے متعلق جہاں تک ممکن ہو انتہائی گہری بصیرت حاصل کرنے میں کئی کئی دن صرف کر دیتا ہوں۔ مرکزی کمیٹی یہ معلوم کرنے کی خواہشمند ہے کہ علاقائی کمیٹی کا ہر رو موقع پر صورت حالات کا جائزہ کس طرح لیتا ہے لیکن یہاں کامریڈ کنتسوف جیسا تجربہ کار اور قابل مزدور جو ایک بہت بڑے صنعتی ضلع کی پارٹی کمیٹی کا سیکریٹری بھی ہے شہری پارٹی کمیٹی کے عام اجلاس میں اس کے لئے پوری تیاری کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے شریک ہوتا ہے۔

اس قسم کے حالات میں جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ وقفے کے دوران کنتسوف ایک

طرف اکیلا کھڑا تھا۔ وہ خفا اور اداس تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے اس کے پاس جا کر کہا:۔

"کیا میں نے سخت جھاڑ چھپاڑ کی ہے؟"

"تم نے یقیناً کی ہے —— میں اسے کسی کے لئے بھی پسند نہیں کروں گا"

"لیکن میں نے تمہاری حمایت بھی تو کی ہے"

مجھے یاد نہیں کہ ہم نے اور کیا کیا باتیں کیں مگر لوگوں کو یہ بتانا بھی ضروری تھا کہ ہمارے تعلقات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ میں مانتا ہوں کہ تنقید بہت سخت تھی لیکن پھر بھی ہم وہاں دوستانہ گفتگو میں مصروف تھے۔ ہم اس کے بعد بھی اچھے کامریڈ رہے۔

۱۰

اپنے ان برسوں کے کام کو یاد کرتے ہوئے اور ان لوگوں کو ذہن میں لاتے ہوئے جن سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا تھا میں دیکھتا ہوں کہ اور چیزوں کے علاوہ میں ان کی ثابت قدمی، آزاد خیالی، قابلیت ان کے جدید کے شدید احساس اور عوام کی پیش رفت اور تخلیقی جدوجہد کی طرف توجہ دینے اور ان کو بر وقت امداد مہیا کرنے کی صلاحیت کی سب سے زیادہ قدر کرتا تھا۔ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ آج بھی یہ خوبیاں اور اگر آپ چاہیں تو کام کا یہ اسلوب ایسی چیزیں ہیں جن کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ معاشی نظام سے اس قسم کی چیزیں مثلاً حد سے زیادہ احتیاط، سرخ فیتہ، غیر اہم کاموں کے لئے اعلٰے احکام کو عرضداشتیں اور ذمہ داری سے بچنے یا اسے دوسروں کے کندھوں پر ڈالنے کی کوشش کو یکسر ختم کرنا بہت ضروری ہے۔ بدقسمتی سے ایسی چیزیں ہوتی ضرور ہیں۔

میرا دستور یہ تھا کہ میں غور و فکر کے عادی، جرات مند اور اعلٰے درجے کے لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ایسا کرنا بذات خود

سنواگن فائدے کا باعث ہوگا۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ دینیپر کے طاس کے سارے علاقے میں کل دار بھٹیوں کے اندر آگ سے محفوظ رکھنے والی اینٹوں کا پلستر رکاوٹ کا باعث بن گیا۔ یہ معلوم ہونے پر کہ آگ سے محفوظ رکھنے والے اینٹیں لگانے والوں کی ایک ٹیم۔ آئی۔ ایف کارپاچوف کی سرکردگی میں ہمیشہ عام قاعدوں سے ہٹ کر کام کرتی ہے۔ میں ان سے ملنے گیا انہیں ایک بھٹی کے پیندے پہ کام کرتے ہوئے پایا ہم سگریٹ پینے بیٹھ گئے اور باتیں شروع کر دیں۔

کارپاچوف نے کہنا شروع کیا۔ "ہم کھلے آتشدان کی، حرارت کی، فولاد پگھلانے کی اور گوشت بھوننے کی ہر قسم کی بھٹیوں میں اینٹیں لگاتے ہیں۔ صنعتی اداروں میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور تقریباً ان سب میں اینٹوں کا پلستر لگانا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن جن کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے ان میں اینٹوں کا پلستر لگانا زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

"اور آپ نے کتنی بھٹیوں میں اینٹوں کا پلستر لگایا ہے آیئوان فیوڈروورچ؟"
اُسے گنتی کرنے کے لئے انگلیاں دہری کرنی پڑیں کشوا۔ رزنی تاگل۔ کرنشک اور زپوروزائی ——— میں اس دوران یہ کہوں گا کہ اس قسم کی گفتگو تیز نہیں ہونی چاہیئے۔ اور اس میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ دوسرے کو یہ احساس نہ ہونے پائے کہ آپ کے پاس اس کی بات سننے کے لئے وقت نہیں ہے۔ اور اسے فوراً بات شروع کرنی چاہیئے اور اصل مطلب سے اِدھر اُدھر بھٹکنا نہیں چاہیئے۔ اور اگر میں عام طور پر مزدوروں اور اجتماعی فارموں کے کسانوں سے ان کی زبان میں گفتگو کرنے میں کامیاب ہوجاتا تھا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے معاملات میں میری دلچسپی کوئی بناوٹی چیز نہیں تھی۔ میں ان ملاقاتوں کو واقعی پسند کرتا تھا۔

کارپاچوف مزدوروں کی تنظیم، اپنے اختیار کردہ ترقی یافتہ بونس کے نظام، اور ٹیم کی آمدنی (قدرتی طور پر یہ اعداد و شمار پرانی قیمتوں کے مطابق تھے) کے

متعلق اسی تفصیل کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔

اس نے کہا "کہ مثال کے طور پر کل میں نے شفٹ کے دوران تین سو پچاس ۳۵۰
روبل کمائے۔ قاعدے کے مطابق ۷۹ اینٹیں لگائی جاتی ہیں مگر میں نے دو ہزار تین سو چار اینٹیں لگائیں۔"

"قاعدے سے تین گنا!"

"تقریباً" ٹیم کے سربراہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن یہ زیادہ بھی ہو سکتی تھیں۔ ہماری ٹیم کے تیخونوف نے تین سو پچاس فی صد لگائیں۔"

"لیکن کام کا معیار کیسا تھا؟" میں نے پوچھا "کنوؤں میں اینٹیں لگانے کے لئے تو قاعدوں کی سخت پابندی کرنی پڑتی ہے۔"

مزدوروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کا واسطہ کسی عام آدمی سے نہیں تھا۔ کنوؤں میں اینٹیں لگانا ہمیشہ سے نہ صرف ایک محنت طلب بلکہ، نازک کام بھی سمجھا جاتا تھا۔ اینٹوں کی درمیانی درزیں آدھ ملی میٹر سے زیادہ نہیں ہونی چاہیئں۔ بھٹی میں لگائی جانے والی اینٹوں کی ہر تہہ کے بعد جانچ پڑتال کرنے والا آجاتا ہے جو ایک خاص آلے کی مدد سے جوڑوں کا معائنہ کرتا ہے کیوں کہ یہی وہ جگہ ہے۔ جہاں پگھلی ہوئی دھات جمع ہو جاتی ہے۔

کارپاچوف نے کہا۔ "گارے کی بالکل صحیح مقدار سب سے بڑا راز ہے ہم تپلا گارا استعمال کرتے ہیں ہر اینٹ کو تین طرف سے بھگونا ضروری ہے۔ بہت سے اینٹیں لگانے والے تین ڈوبے دیتے ہیں ہم نے ایک ہی ڈوبے سے کام چلانا سیکھ لیا ہے۔"

قدرتی طور پر ان ماہرانہ کامیابیوں کی ماہیت سے آگاہ ہونے پر میں نے ان کے "رازوں" کے قبول عام کے لیئے ہر ممکن کوشش کی۔ میری درخواست پر سویوز ٹپلوسترائی کے انجنیئروں نے کارپاچوف کو اپنے کام کے طریقوں کی تشریح کرنے میں اس کی معاونت کی جن کو بعد میں زاپوروژائی اور دنیپرو پیرٹرووسک کے علاقوں میں کام کرنے والی

کئی ٹیموں نے اختیار کر لیا۔

اس قسم کی ملاقاتیں بہت ہوتی تھیں۔ جب کبھی میں کسی فیکٹری یا تعمیراتی مقام پر جاتا تھا تو میں وہاں بہت دیر تک ٹھہرتا تھا اور لوگوں کے ساتھ بڑے اطمینان سے باتیں کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں ایک دفعہ ایک کان میں اوور آل پہن کر اترا۔ چلتے چلتے مجھے وقت کا بھی خیال نہ رہا اور میں نے پانچ یا چھ گھنٹے کان کنوں کے ساتھ گزارے۔ اس طرح میرے لئے لوگوں کی طبیعتوں ان کے مطالبوں اور ان کی آرزوں سے آگاہی حاصل کرنا بہت آسان ہو جاتا تھا۔

میں اس علاقے کے سب سے بڑے کارخانے پیٹروسکی (مشہور پیٹرووکا) میں اکثر جاتا کرتا تھا۔ کبھی کبھی کارخانے کی انتظامیہ کو اول سیکریٹری کی آمد کی توقع ہوتی تھی اس لئے وہ مناسب انتظامات کر لیتی تھی۔ لیکن جس جگہ مجھے بلایا گیا ہوتا میں وہاں نہیں جاتا تھا جہاں شاید اس غرض سے سڑکوں کی صفائی بھی کر دی جاتی تھی۔ مثال کے طور پر میں بھٹیوں کے پیچھے چلا جاتا تھا جہاں چیزیں ذرا کم ہی صاف ہوتی تھیں۔ ماہر فلزات ہونے کا تجربہ میرے لئے بہت کارآمد ثابت ہوا۔ کم عمری کے زمانے میں اسی قسم کے ایک کارخانے میں بھٹی میں کوئلہ ڈالنے سے لے کر انجنیئر بن جانے تک میں یہ تمام مراحل طے کر چکا تھا۔ اس سے مجھ کو مزدوروں کے ساتھ اپنے تعلقات میں بھی مدد ملتی تھی میں ایک ٹیم سے گفتگو کرتا، پھر دوسری سے، آتشدان کے عملے، لوہا پگھلانے والوں اور رولروں سے ملتا اور کارخانے کی کینٹین میں ان کے ساتھ کھانا کھاتا وہ بات جو پر تکلف ماحول میں شاید کبھی نہ کی گئی ہوتی وہاں پوری سنجیدگی سے کر دی جاتی تھی۔ اس کے بعد میں اپنے آپ کو ایک دفتر میں ایک آدھ گھنٹے کے لئے بند کر لیتا۔ اپنا مقالہ تیار کرتا اور اسی شام پارٹی ایکٹو میں نہ صرف یہ کہ میں عام کاموں کا تعین کرتا بلکہ ان کا سلسلہ ادارے کی ٹھوس صورت حال سے ملانے کے لئے بھی تیار ہوتا تھا۔

"ساتھیو! ہمیں کھل کر بات کرنی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے سب کچھ کہہ



لیونڈ بریژنیف وسط ایشیا کے کسانوں سے بات چیت کر رہے ہیں ۔

دیا ہے۔ اور اب آپ کی باری ہے۔ آپ بھی صاف دلی سے مزدوروں کے انداز میں ایسا ہی کریں۔ ہم حالات کو کس طرح بہتر بنا سکتے ہیں؟ راستے میں کیا چیز حائل ہے؟ ہمارے ذخیرے کہاں ہیں۔؟"

اس قسم کے حالات میں تنقید بے بنیاد نہیں ہوتی تھی بلکہ حقیقی اور اسی لئے تعمیری ہوتی تھی۔

قاری یہ پوچھ سکتا ہے کہ دوسروں کو سبق دینا تو بہت آسان تھا خود مصنف تنقید کو کس طرح قبول کرتا تھا۔ میں پوری دیانتداری سے جواب دوں گا کہ اسے برداشت کرنا بہت مشکل ہوتا تھا۔ شاید اس کے برعکس ہو بھی نہیں سکتا۔ تنقید چاکولیٹ نہیں ہے کہ اسے پسند کیا جائے۔ صرف ایک غیر ذمہ دار اور کم عقل شخص ہی ملامت کی باتیں بے پروائی سے سنے گا ان کی ہنسی اڑائے گا اور فوراً ان کو اپنے دماغ سے نکال دے گا مجھے ایک بار دینپروپیتروسک میں علاقائی کومسومول کانفرنس میں اس بات کا ذکر خاص طور پر کرنا پڑا تھا۔ (فروری ۱۹۴۸ء) میں نے وہاں کہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ ہم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو یہ کہہ سکے۔ جب تک میں تنقید میں ایک خوراک نہیں پی لیتا ناشتہ نہیں کروں گا۔ لیکن جہاں تک سچے بالشویکوں کا تعلق ہے تنقید جوش اور طاقت پیدا کرتی ہے۔ اور بے اطمینانی بہتر طور پر کام کرنے کی خواہش کو تیز کرتی ہے۔"

مجھے زندگی میں کئی قسم کی باتیں سننی پڑی ہیں اور کبھی کبھی ایسا کرنا چاہیے کتنا ہی مشکل ہوتا تھا میں نے معقول بنیادی نکتے تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور سنجیدہ نتائج اخذ کئے ہیں۔ جو انجام کار میری اپنی بہتری کے لئے رکھتے۔ اور ان سے کام کو بھی فائدہ پہنچا ہے۔ پھر بھی اوپر سے ہونے والی تنقید عام طور پر کسی نہ کسی طرح قبول کر لی جاتی ہے۔ لیکن جب نیچے سے ہونے والی تنقید تک نوبت پہنچتی ہے تو معاملات بہت زیادہ پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات کسی ناراض

مقرر کی تقریر سنتے ہوئے ہیں نے اپنے آپ کو اس سے نفرت کرتے پایا ہے۔" کتنا بد طینت شخص ہے جو اتنی سخت باتیں کر رہا ہے!" لیکن میں پوری دیانتداری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ہے جب اس کی زبان سے اپنے خلاف سخت قسم کے الفاظ سن کر میں نے اس شخص کے بارے میں اپنا رویہ تبدیل کر لیا ہو۔ ایسا کرنے سے کسی چیز پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

اوکتیابرسکی ضلع پارٹی کمیٹی کے سیکریٹری نکولائی رومانووچ میرونوف کی زنیپر پیٹروسک میں کی جانے والی تنقیدی تقریریں مجھے خاص طور سے اچھی طرح یاد ہیں۔ وہ ایک کھرا اور دلیر آدمی تھا۔ وہ یونیورسٹی کے اپنے پانچویں سال میں رضاکارانہ طور پر محاذِ جنگ پر گیا تھا جہاں وہ بہادری سے لڑتا ہوا بری طرح زخمی ہوا تھا لیکن خوش باش اور ایک اچھا اتھلیٹ رہا۔ اس کے پاس یونیورسٹی کا ایک بڑا ضلع تھا اور طلبا کے محل کی بحالی اسی کی تجویز تھی۔ ہماری کانفرنسوں میں میرونوف کی تقریریں اپنی سادگی، صفائی اور مسائل کی واضح تشکیل کے لئے مشہور تھیں۔ جب وہ شہری یا علاقائی پارٹی کمیٹی کے کام کی خامیوں کے متعلق بات کرتا تھا تو کسی موقع پرستی سے کام نہیں لیتا تھا۔ وہ ہوا کا رخ دیکھ کر بات نہیں کرتا تھا بلکہ صاف صاف نام لیتا تھا جن میں میرا نام بھی شامل ہوتا تھا۔

اس سلسلے میں کیا کہا جا سکتا تھا۔ جب میں ایسی تقریریں سنتا تھا۔ تو مجھے وہ اچھی نہیں لگتی تھیں کیوں کہ میں نے خود شروع ہی سے یہ سوال اٹھاتا رہا تھا۔ اور مقرروں کی طرف سے متعین کئے گئے کاموں کی تکمیل کی کوشش کرتا رہا تھا۔ لیکن میں نے سوچا کہ اگر وہ اس کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے ابھی تک اپنا مقصد حاصل نہیں کیا۔ دوسرے لوگ زیادہ معروضی انداز میں چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں اس کے علاوہ مجھے معلوم تھا کہ میرونوف میری مدد کرنا چاہتا تھا۔ وہ کام کے متعلق فکرمند تھا۔ اس کی نکتہ چینی کی اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ اسی لئے دنیپروپیٹروسک اور بعد ازاں ماسکو میں جب نکولائی میرونوف کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے عملے میں شامل ہو کر کام کرنے

کے لئے آیا تو اس وقت سے لے کر ایک ہوائی حادثے میں اس کی المناک موت تک میرا رویہ اس کے متعلق نہ صرف واقعی اچھا رہا بلکہ میں کہوں گا کہ دوستانہ رہا۔

مثال کے طور پر اب میں ۱۹۴۸ء میں علاقائی پارٹی کی کانفرنس کے دوران تنقید کے جواب میں جو کچھ کہا گیا تھا اس کا حوالہ (لفظ بلفظ) دوں گا۔

کامریڈ برزنیف ـــــ میں نے سب تقریریں غور سے سنی ہیں اور یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ جو تنقید کی گئی ہے وہ بہت سے لوگوں اور ہماری علاقائی پارٹی تنظیم کے اکثر اہل کاروں کو کسی حد تک ناگوار گزری ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ میں نے بہت سے معاملات میں تنقید کو اس طرح قبول کیا ہے جیسے کہ وہ مجھ پر کی گئی ہو اور مجھے بھی اس کا بہت رنج ہوا ہے لیکن ہمیں خود اس تنقید سے ضروری نتائج اخذ کرنے چاہیئں۔ جہاں تک ہم بالشویکوں کا تعلق ہے اس بے اطمینانی اور اس اندرونی تشویش سے پیش رفت کا جذبہ۔ کام میں توانائی اور جس قدر جلدی ممکن ہو سکے۔ ان خامیوں کی اصلاح کرنے کی خواہش پیدا ہونی چاہیے جن پر تنقید کی گئی ہے۔ میں نے اپنے لئے صرف یہی ایک نتیجہ اخذ کیا ہے۔

تنقیدی باتوں کی کثرت سے نہیں سمجھنا چاہیئے کہ حالات بہت خراب ہیں۔ یہ نسبت الٹی ہے۔ جس قدر زیادہ کھلے بندوں تنقید ہوتی ہے۔ حالات اتنے ہی اچھے ہوتے ہیں۔ دنیپروپیٹروسک علاقے کے مزدوروں نے قومی معیشت کی بحالی اور ترقی کا چوتھا پنجسالہ منصوبہ کامیابی کے ساتھ مکمل کر لیا تھا۔ ہمارے علاقے میں زیر کاشت زمین کا رقبہ قبل از جنگ کے رقبے سے بڑھ گیا تھا۔ پیٹرووسکی زرزنسکی اور کئی دوسرے کارخانوں میں بھی قبل از جنگ کے مقابلے میں زیادہ پیداوار ہوئی تھی۔ کریووئی روگ اور نکوپول کی کانیں دوبارہ کھول دی گئی تھیں اور اب ملک کے جنوب اور وسط میں لوہے اور فولاد کی صنعت کے لئے خام لوہا مہیا کر رہی تھیں دنیپر کے علاقے کو سخت ہولناک جنگ میں جو زخم آئے تھے وہ مندمل ہو چکے تھے۔

ہم کہہ سکتے تھے کہ قومی معیشت کے نئے جنم کا مرحلہ ۱۹۵۰ء تک طے ہو چکا تھا علاقائی کمیٹی کے اوّل سیکرٹری کی توجہ کے طالب کاموں کی فہرست کم نہیں ہوئی تھی بلکہ نئے دلچسپ سوال پیدا ہوتے رہے۔ مجھے شیوشنکو تھئیٹر کے ایکٹروں کا صبح دو بجے تک اپنے پاس ٹھہرنا یاد ہے جو یہ وضاحت کرتے رہے کہ ان کے ڈراموں کے تیار ذخیرے میں کلاسیکی ڈرامے کیوں نہیں تھے۔ اور اس امر کی شکایت کرتے رہے کہ ان کے پاس سٹیج کے مستقل مناظر اور تاریخی ملبوسات کی کمی تھی۔

مجھے اس قسم کے تمام کاموں سے نپٹنا پڑتا تھا۔ اور ان کی معاونت کرنی پڑتی تھی۔ ۱۹۴۹ء میں ہمارے علاقے میں کل یونین آبی کھیلوں کے مقابلے منعقد ہوئے اور ان کے لئے بھی بہت زیادہ دھوڑ دھوپ کرنی پڑی لیکن میں کہوں گا کہ اس قسم کی کوششیں دوبھر نہیں ہوتی تھیں بلکہ اس کے برعکس بہت زیادہ اطمینان بخش ہوتی تھیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے کھیلوں کا وقت آپہنچا تھا۔ اور لوگوں کو کلچر، آرٹ، اور کھیلوں کی ضرورت تھی۔ وہ بھی نئے جنم کی ایک علامت تھی۔ جب مجھے وقت ملتا تھا میں سٹیڈیم میں جاتا تھا جہاں زلپوروزائی اور دنیپرو پیٹروو سک کی فٹ بال کی ٹیموں یعنی پرانے حریفوں "میٹلرزح" اور سٹال کے باہمی مقابلوں میں خاص دلچسپی پائی جاتی تھی اور سچ پوچھیے تو میں دونوں ٹیموں کا حامی تھا۔

میرے دفتر میں ماہرین تعمیرات اپنے نقشوں کے ساتھ، مصور اپنے خاکوں کے ساتھ شوقیہ فن کار، تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کے سربراہ کھیلوں کے ماہر، سائنسدان استاد اور ڈاکٹر اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ میں مزید یہ کہوں گا کہ ان دنوں مشہور کمیونسٹ رہنما کلیمنٹ گوٹوالڈ سے بھی میری ملاقات ہوئی تھی۔ ہم نے کئی گھنٹے تک دوستانہ گفتگو کی۔ انہوں نے مجھے سوشلسٹ چیکوسلوویکیا کی ترقی کے منصوبوں کے بارے میں بتایا جب کہ میں نے دونوں قوموں کے درمیان زیادہ گہرے دوستانہ مراسم کی بات کی اور پراگ کی آزادی میں اپنے حصہ لینے کا ذکر کیا۔

آج سوشلسٹ ملکوں سے آنیوالے دوستوں کے ترقی پذیر ممالک سے آنے والے مہمانوں اور سرمایہ دار ملکوں کے نمائندوں کے ساتھ اس قسم کی ملاقاتیں علاقائی پارٹی کمیٹی کے رہنماؤں کی روز افزوں عادت بنتی جارہی ہیں جو خود پہلے سے بھی زیادہ بیرونی ممالک کا دورہ کرتے ہیں اس سے پارٹی اور ملک کے لئے ان کے کام کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ میں نے اپنے تجربے سے یہ محسوس کیا ہے کہ ایک علاقائی کمیٹی کے اوّل سیکریٹری پر کتنی باتوں کا انحصار ہوتا ہے اور ہماری پارٹی میں وہ عہدہ کتنا پیچیدہ، مشکل اور میں کہوں گا کہ ذمہ دارانہ ہے۔

* * * * * * * * * * * *

اس راستے کی طرف مڑ کر نظر ڈالتے ہوئے جو میں نے اب تک طے کیا ہے اور ان برسوں کو یاد کرتے ہوئے جو میں نے صرف دنیپر کے علاقے کی نذر کر دیئے ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے پھر ایک بار عظیم الشان اداروں اور ہرے بھرے کھیتوں کی اس حیرت انگیز سرزمین سے اپنا رشتہ محسوس کیا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے اس خوبصورت سرزمین کے مزدوروں، اجتماعی کھیتوں کے کسانوں، معماروں، انجنیروں، زرعی ماہروں اور سائنسدانوں کے ساتھ مل کر کام کیا ہے۔ ایک روسی کہاوت ہے۔ کہ جہاں کوئی پیدا ہوتا ہے وہی اس کا وطن ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بات اب پرانی ہو چکی ہو۔

ہزاروں بلکہ لاکھوں سوویت محب وطن پارٹی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ملک میں تبدیلی پیدا کرنے اور کمیونزم کی تعمیر میں عملی طور پر شامل ہونے کے لئے اپنے آبائی علاقوں کو خیرباد کہہ دیتے ہیں اور جن نئی زمینوں پر وہ قیام کرتے ہیں۔ ان سے خاص محبت کرتے ہیں۔ جہاں ان کو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ اور جہاں وہ عظیم کامیابیاں بھی حاصل کرتے ہیں۔ جہاں انہوں نے کام کیا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو انتھک محنت کے لئے وقف کیا ہوتا ہے۔

اور میں بھی جب کبھی اپنے آبائی علاقوں میں جاتا ہوں تو نہ صرف دنیپر کے

کناروں کے حسن سے محظوظ ہوتا ہوں بلکہ یہ بھی یاد کرتا ہوں کہ یہ خاص سڑک میرے وقت میں تعمیر ہوئی تھی۔ وہ کلچر پیلس اس وقت تعمیر ہوا تھا جب میں وہاں تھا اور ان فیکٹریوں، بجلی گھروں، کانوں اور شہر کی ان گلیوں اور اجتماعی فارموں کے دیہات ان سب میں میری محنت، میرے خیالوں۔ میرے احساسات اور میری بے خواب راتوں کا کوئی نہ کوئی ذرّہ موجود ہے۔

کنواری دھرتی

"کنواری دھرتی"

(۱)

لوگ کہتے ہیں کہ صرف اناج پیدا ہونے کی دیر ہے گیت خود ہی آجائیں گے۔ اور وہ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اناج ہمیشہ سے خاص پیداوار اور تمام قدروں کی کسوٹی رہا ہے۔ ہمارے عظیم سائنسی اور تکنیکی ارتقاء کے دور میں بھی قوموں کی زندگی کا دارومدار اسی پر ہے۔ لوگوں نے خلا کو تسخیر کرلیا ہے دریاؤں اور سمندروں کو اپنا مطیع بنالیا ہے۔ وہ زمین کی اتھاہ گہرائیوں سے تیل اور گیس نکالتے ہیں۔ انہوں نے جوہری توانائی پر قابو پالیا ہے۔ لیکن اناج پھر بھی اناج ہے۔

جس ملک کے قومی نشان میں اناج کی بالیاں بھی شامل ہوں اس کے شہری تو اناج کے متعلق ایک خاص قسم کا حساس اور متبرک رویہ رکھتے ہیں اور میں بھی بچپن سے یہی محسوس کرتا ہوں۔

میرے والد ایک مزدور اور دادا ایک کسان تھے اور میں نے فیکٹری اور فارم دونوں جگہ کام کیا ہے۔ میں نے اپنی زندگی کا آغاز ایک مزدور کی حیثیت سے کیا۔ لیکن معاشی انتشار اور فیکٹری میں طویل وقفوں تک کام بند رہنے کے دوران میں نے ہل چلانا فصل بونا اور کاٹنا سیکھ لیا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ اپنے ہاتھوں سے اناج پیدا کرنا کیسے کہتے ہیں۔ میں قابلِ استعمال زمینوں کا سروئیر بنا اور کرسک کے دیہات بائیلوروس اور یورال میں کام کرتا رہا۔ اس کے بعد جب میں دھاتوں کو صاف کرنے کا کام کرتا تھا تو اس وقت کی ہنگامی صورت حال کی وجہ سے میں نے پھر بھی اناج کی اہمیت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ دوسرے کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر میں نے دیہات کے دورے کیے۔ دیہی اجلاسوں میں کولکوں کے ساتھ بحثیں کیں اور پہلے اجتماعی

فارموں کو منظم کرنے کے کام میں حصّہ لیا۔

یہ کہنا درست ہے کہ میں نے اپنی محنت کشی کی زندگی کے صرف ابتدائی چار سال ہی دیہات میں گزارے ہیں۔ لیکن اسے ایک اور زاویئے سے دیکھ کر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ میں نے پورے چار سال ان کی نذر کیئے ہیں۔

میں نے اجتماعی ملکیت کے آغاز ہی میں قابلِ استعمال زمینوں کے سروریم کی حیثیت سے کام شروع کیا اور فیکٹری میں اس وقت واپس آیا جب یہ کام بنیادی طور پر پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۱ء تک کے وہ سال ملک کی زندگی میں ایک پورے دور کے برابر تھے۔ جب ہم زرعی اجتماعی اداروں میں زمین تقسیم کر رہے تھے تو ہم نے محسوس کیا کہ ہم نہ صرف کھیتوں کی پرانی حدیں ختم کر رہے تھے بلکہ کسانوں کی زندگی کے ہزاروں سال پرانے ڈھانچے کی تشکیلِ نو کر کے دیہی علاقوں کی سوشلسٹ تنظیم کے کام میں معاونت کر رہے تھے۔

میں یہ بات اس لیے کہتا ہوں کہ مجھے شہر اور دیہات، فیکٹری اور کھیت، صنعت اور زراعت دونوں کے ساتھ اپنے گہرے رشتوں کا احساس ہوتا ہے۔

میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ زپوروژائی میں میرا اصل کام صنعت کی بحالی تھا لیکن اجتماعی فارموں کے معاملات بھی میری مسلسل توجہ کے طالب تھے۔ ڈنیپروپیٹروسک میں میرا وقت شہر اور دیہات میں تقریباً برابر برابر صرف ہوتا تھا۔ مولداویا میں زراعت کو اوّلیت حاصل تھی لیکن صنعت کو بھی بے یارومددگار نہیں چھوڑا جا سکتا تھا جو کہ اس علاقے میں واقعی نئے سرے سے قائم کی جا رہی تھی۔ اس طرح یہ دونوں کام متوازی خطوط کی طرح ساتھ ساتھ چل رہے تھے جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کبھی آپس میں نہیں ملتے لیکن میرے معاملے میں وہ یقیناً آپس میں مل گئے تھے۔

اور آج بھی کریملن میں اپنی میز پر مجھے موسم بہار کی بوائی کی رفتار، نوخیز فصلوں کی حالت اور کٹائی کی شرح کی رپوٹیں باقاعدگی کے ساتھ پڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ میری پرانی عادت ہے کہ میں ملک کے مختلف علاقوں میں ٹیلیفون کرتا رہتا

ہوں اور جب میں کیوبان، دنیپر، مولداویا، وولگا اور سائبیریا سے کامریڈوں کو بولتے ہوئے سنتا ہوں تو ان کی آوازوں ہی سے بتا سکتا ہوں کہ ان کی اناج کی فصل کیسی ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر اگر بنجر زمینوں پر ۱۵ جون سے پہلے کوئی بارش نہیں ہوئی تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ پیداوار کی شرح میں کئی فی صد کمی کرنی پڑے گی۔ اگر مہینے کے آخر تک بھی کوئی بارش نہیں ہوتی تو پھر کچھ اور کمی۔ میں ایسے لمحوں میں کھڑکی سے باہر ماسکو پر ایک نظر ڈالتا ہوں تو مجھے نئی زمینوں کی بے کراں وسعت، کمبائین آپریٹروں، ماہرینِ زراعت، ضلع پارٹی کمیٹی کے اراکین کے تشویشناک چہروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور ان اچھے دوستوں سے دور رہتے ہوئے بھی مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں ان کے ساتھ کھڑا ہوں۔

بنجر زمینوں کی ترقی میری زندگی کا حصہ ہے۔ اس سارے قصے کا آغاز ۱۹۵۳ء کے اواخر میں ماسکو کے ایک یخ بستہ دن سے ہوا۔ جب مجھے کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں بلایا گیا۔ مجھے اس مسئلے کا علم پہلے سے تھا اور یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ میں نے بنجر زمینوں کے بارے میں کچھ سنا۔ نئی بات یہ تھی کہ مجھے بڑے پیمانے پر ان کی ترقی کی ذمہ داری سونپی جا رہی تھی۔ یہ پراجیکٹ آنے والے موسم بہار میں کزاخستان سے شروع ہونے والا تھا۔ اور وقت بہت کم تھا۔ اور کسی نے بھی اس حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہیں کی کہ یہ ایک سخت مشکل کام ہوگا۔ لیکن انہوں نے اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اس وقت اس سے زیادہ ذمہ داری کا کام اور کوئی نہیں تھا اور مرکزی کمیٹی نے اس کی تکمیل کے لئے پ۔ کے پونومارنیکو اور مجھے وہاں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ مشکل یہ آپڑی تھی کہ کزاخ جمہوریہ کے معاملات کی صورت اچھی نہیں تھی۔ مقامی قیادت پرانے طریقے سے کام کر رہی تھی اور شاید نئے کاموں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گی۔ ان بنجر زمینوں کو زیر کاشت لانے کے لئے جو کام ہمیں انجام دینا ہوں گے ان کے لئے ان دور افتادہ اسٹیپیوں میں ایک مختلف معیار کے علم کی ضرورت ہوگی۔

ہمارا سب سے اہم کام بنجر زمینوں کو کاشت کے لیے تیار کرنا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس میں بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ ایسے ذمہ دارانہ کام کے لئے سب سے بڑھ کر ایک صحیح انتظامی حل تلاش کرنا سخت ضروری تھا۔ یہ صرف ایک جمہوریہ میں اناج کی پیداوار بڑھانے کا سوال نہیں تھا بلکہ سارے سوویت یونین کے لئے اناج کے مسلئے کا بنیادی حل پیش کرنا تھا۔

بنجر زمینوں کو اسی موسم خزاں میں اناج کی فصل پیدا کرنی تھی۔ ! بہر صورت اسی موسم خزاں میں !

اس طرح ایک بار پھر غیر معین مدت کے لئے میری زندگی میں ایک اچانک تبدیلی رونما ہوئی۔

۳۰ جنوری ۱۹۵۴ء کو کزاخستان کی صورتِ حال اور بنجر زمینوں کے پراجیکٹ سے متعلق کاموں پر بحث کرنے کے لئے مرکزی کمیٹی کی مجلس صدارت کا اجلاس منعقد ہوا۔ دو دن بعد میں ہوائی جہاز سے الما آتا کے لئے روانہ ہو گیا۔

اس وقت مجھے مطلق یہ خیال نہیں تھا کہ میرے دل میں برسوں بعد اپنی زندگی کے اس ناقابل فراموش دور کے متعلق لوگوں کو کچھ بتانے کی خواہش پیدا ہوگی۔ مجھے یہ اعتراف کر لینا چاہیئے کہ دوسرے موقعوں کی طرح اس بار بھی میں نے روزنامچہ یا تحریریں قلم بند کرنے کا کوئی تکلف نہیں کیا۔ کیونکہ اور بہت سے کام کرنے کو تھے۔ لیکن یہ بات قابل افسوس بھی نہیں ہے۔

مجھے وہ ضمیمہ یاد ہے جو لینن نے اپنی کتاب "ریاست اور انقلاب" میں شامل کیا تھا۔ وہ ایک اور باب لکھنا چاہتے تھے لیکن انقلاب اکتوبر کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ وہ کسی قدر مزاحیہ انداز میں لکھتے ہیں کہ "اس قسم کی" مداخلت" کا خیر مقدم کرنا ضروری ہے کیونکہ انقلاب کے تجربے سے گزرنا اس کے متعلق لکھنے سے زیادہ خوشگوار اور کارآمد ہے۔ لینن کے یہ الفاظ ہم سب کے لئے ایک یاد دہانی ہیں۔

بنجر زمینوں پر لاکھوں سوویت عوام انقلاب کے تجربے سے گزر رہے ہیں اور نئے

تاریخی حالات میں اس کی کامیابیوں میں اضافہ کرتے رہے۔ اور ان کو ترقی یافتہ سوشلزم تعمیر کرنے کا اہم تجربہ حاصل ہوا۔ اس لئے بنجر زمینوں کے لئے وقف ان برسوں کی یاد مجھے ہمیشہ عزیز رہے گی۔

الما آتا جانے کا یہ میرا پہلا موقع تھا۔ لیکن پہلی بار دیکھتے ہی مجھے اس سے عشق ہو گیا۔ اس نے بہت عرصہ پہلے میرے دل میں گھر کر لیا تھا۔ میں نے اس سے دور ہی دور سے اسی قدر عشق کیا تھا جس قدر کا منسکوئی، دنیپروپیٹرووسک یا زپوروزائی سے کیا تھا۔

محاذِ جنگ پر خدمات انجام دینے والے بہت سے لوگوں کی طرح اس علاقے کا پتہ موصول ہونے سے پہلے جہاں میرے خاندان نے پناہ لی تھی، مجھے ایک طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑا۔ ان دنوں میری بیوی کے پہلے خط کو جس پر اس کا جوابی پتہ تحریر تھا۔ (۹۵۔ کارل مارکس سٹریٹ۔ الما آتا) محاذ پر مجھ تک پہنچنے میں ۸ طویل اور تشویشناک ماہ لگے تھے۔ اور اسی خط سے مجھے ان لوگوں کے نام معلوم ہوئے تھے جنہوں نے میرے خاندان کو پناہ دی تھی۔

بیبوسائیئوف کا خاندان۔ ترسون ترابیوئچ اور اس کی بیوی رقیہ یار رلووْنا۔ میں نے آخر کار تقریباً تمام یک منزلہ مکانوں والے ان دنوں کے الما آتا میں ہزاروں دوسرے مکانوں سے مشابہ ان کا چھوٹا سا گھر ڈھونڈ لیا۔ میری بیوی نے جنگ کے دوران مجھے لکھا تھا کہ گرمیوں میں وہ مکان سبزے سے ڈھکا ہوا تھا اور کھڑکی کے نیچے ایک سر سر کرتا ہوا "آریک" تھا۔ لیکن اب فروری کا مہینہ تھا۔ "آریک" سوکھ گیا تھا اور درختوں کی برہنہ شاخیں برف پگھلنے سے ٹپک رہی تھیں۔ کسی وجہ سے اچانک مجھے اپنے جنگ کے زمانے کے بہت سے دن صاف صاف یاد آگئے۔ کیا مجھے اندر جانا چاہیئے؟ مجھے یقیناً اس مہربان کزاخ خاندان کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اس مکان کی دیواروں کو جھک کر سلام کرنا چاہیئے جس میں چار کی بجائے سات افراد جنگ کے ان بوجھل برسوں میں ہنسی خوشی مل جل کر رہنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

لیکن میں نے اپنی بیوی کے آنے اور اگر کسی طرح ممکن ہو تو اکٹھے جا کر ان سے ملنے کا فیصلہ کیا۔

یہ جانتے ہوئے کہ اس شہر کے متعلق جہاں مجھے رہنا اور کام کرنا تھا اپنا تاثر قائم کرنے کا یہ سب سے بہتر طریقہ تھا۔ میں چلتا گیا۔ میں نے بازار پر ایک نظر ڈالی جو ایک تجربہ کار آنکھ کو بہت کچھ بتا دیتا ہے۔ یہ کسی علاقے کی معاشی زندگی کا ایک قسم کا بیرومیٹر اور اس کی آبادی کے رسم و رواج اور روایات کا آئینہ ہوتا ہے۔ پرشور، پرہجوم، رنگارنگ الما آتا بازار نے بے شمار بہت ہی مفید معلومات مہیا کر دیں۔ اور میرے لیے اس شہر کا یہ رنگارنگ منظر بہت زیادہ دلکش تھا۔

حالات کے مطابق میں سب سے پہلے شہر سے باہر آجکل کے مشہور میڈیو سیکٹنگ کلب (ان دنوں یہ ابھی تعمیر نہیں ہوا تھا) سے تقریباً پانچ کلومیٹر دور ایک تفریح گاہ میں ٹھہرا۔ پھل دار درختوں کے باغ، فٹ پاتھ، صاف ہوا، پہاڑوں سے آتی ہوئی ایک پرشور ندی، یہ بہت ہی خوبصورت جگہ تھی۔ اور پہاڑ بھی اپنے گھرے نیلے سایوں اور چمکتی ہوئی برف پوش چوٹیوں کے ساتھ ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ۱۹۷۶ء میں کزاخستان کے اپنے گزشتہ سفر کے دوران میں تفریح گاہ پر پہنچا اور اپنا کمرہ تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں بڑے اعتماد کے ساتھ اوپر کی منزل پر گیا ایک جانے پہچانے دروازے کو دیکھا اور اپنے ساتھیوں کو بتانا شروع کیا کہ پہلے یہاں کھڑکی کے ساتھ ایک میز ہوتی تھی اور اس کے پاس ہی ایک صوفہ ہوتا تھا۔

"نہیں لیونڈ ایلیچ! آپ پورے دو دروازے پیچھے ہیں۔" گھر کے منتظم نے مجھے بتایا۔ یہ واقعہ انسانی یادداشت کی کمزوری سے زیادہ وقوع پذیر ہونے والی تبدیلی کی تیزی کا ثبوت ہے۔ صرف یہ تفریح گاہ ہی نئے سرے سے تعمیر نہیں ہوئی۔ آج کا سارا الما آتا پرانے شہر سے بالکل مختلف ہے۔ اب یہ دس لاکھ کی آبادی کا ایک بہت بڑا جدید شہر اور اپنے مخصوص انداز کا ایک خوبصورت مقام ہے۔ اس کی تعمیر نو بڑی

محبت کے ساتھ ہو رہی ہے۔ ملال انگیز اور اکتا دینے والے علاقے اب نہیں رہے نئی ترقی کا فن تعمیر اصلی ہے اور بڑی بڑی عمارتوں میں سے کوئی بھی ایک دوسری سے مشابہ نہیں ہے۔

میں جب کبھی ایک مختصر سی ملاقات کے لئے ان کے پاس جاتا ہوں تو اپنے پرانے دوستوں سے کہتا ہوں۔ "لو بھئی، ہم پھر آگئے ہیں اور آپ سے اپنے رشتہ داروں کی طرح مل رہے ہیں" جب میرا خاندان الما آتا پہنچا تو ہم نے "چھوٹی ندی" نامی اسی پرانے ضلع کے ایک لکڑی کے ایک چھوٹے سے دیہاتی قسم کے مکان میں قیام کیا۔ اب وہ مکان گرا دیا گیا ہے۔ بعد میں ہم شہر کے وسط میں واقع جمبول سٹریٹ کے ریتیلے پتھر کے بلاکوں سے بنے ہوئے ایک تجرباتی مکان میں چلے گئے۔ ظاہر ہے کہ وہ بلاک زیادہ دیرپا نہیں تھے کیونکہ اب وہ عمارت باقی نہیں ہے۔ نہ ہی وہ چھوٹی سی جھونپڑی جس نے میرے خاندان کو جنگ کے دوران پناہ دی تھی۔ اس کی جگہ اب ایک بہت بڑا فوارہ خوشی سے اچھل رہا ہے۔ اور فرمانوف اور کرمان غازی کے کوچوں کی نکڑ پر صرف ایک مکان آج تک کھڑا ہے لیکن اس میں میرا قیام الما آتا میں اپنے کام کے صرف آخری چند مہینوں کے دوران رہا۔

فروری ۱۹۵۴ء کے آغاز میں ابھی اس نئی جگہ کا جائزہ لینے کا وقت بھی مشکل ہی سے ملا تھا کہ مجھے کزاخستان کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہونا پڑا۔ میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ اس اجلاس کے بہت سے مقرر خود اپنی تنقید کر رہے تھے اور کھری کھری سنا رہے تھے۔ پی۔ کے۔ پونومارینکو اور میں بڑے غور سے سنتے رہے لیکن ہم نے کوئی تقریر نہیں کی۔ جب انتخاب کا وقت آیا تو کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے ایک نمائندے نے بتایا کہ مرکزی کمیٹی کے صدر نے پونومارینکو کو اول سیکریٹری اور برزنیف کو دوم سیکریٹری منتخب کرنے کی سفارش کی ہے۔

ایک ہی مقصد کے شیدائی اور بہت سی پریشانیوں اور ذمہ داریوں کا بوجھ

اٹھائے ہوئے پی۔ کے پونو مارنیکو اور میں باہم مل کر کام کرتے رہے۔ میں ہمیشہ پونو مارنیکو کی قدر و منزلت ایک گوریلا سربراہ جس نے ساری جنگ کے دوران دشمن کی صفوں کے پیچھے عوامی مزاحمت کی تحریک کی قیادت کی تھی۔ اور ایک ماہر منتظم اور قابلِ اعتماد کامریڈ دونوں طرح کرتا تھا۔

اجلاس کے خاتمے پر اس نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور ہم دونوں کی طرف سے چند الفاظ کہے :۔

"آپ نے ہم پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے مجھے امید ہے کہ اس پر پورا اترنے کے لیے ہم مسلسل سخت محنت کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ دو برسوں کے اندر ہم مرکزی کمیٹی کے سامنے یہ رپورٹ پیش کر سکیں گے کہ کزاخستان کی پارٹی تنظیم کو جو کام تفویض کیے گئے تھے وہ مکمّل ہو چکے ہیں۔" اور بالکل ٹھیک دو سال بعد جب میں کزاخستان کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا اول سیکریٹری بن چکا تھا تو میں نے کمیونسٹ پارٹی کی ۲۰ ویں کانگرس کے موقع پر یہ رپورٹ پیش کی کہ پارٹی کے سپرد بنجر زمینوں کو قابلِ کاشت بنانے کا عظیم کام اعزاز کے ساتھ مکمل ہو چکا ہے۔

۲

ہم سب شروع ہی سے کام میں سخت مصروف تھے۔ آج اتنے برسوں کے بعد ان دنوں کی دستاویزوں کا مطالعہ کرتے ہوئے میں کبھی کبھی حیران رہ جاتا ہوں کہ ہم اس قدر زیادہ کام وقت پر مکمل کرنے کے قابل کس طرح ہوئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ انسان کے نامیاتی جسم کا خمیر اس طرح اٹھایا گیا ہے کہ وہ جسمانی اور اعصابی دونوں طرح کے ناقابلِ یقین تناؤ کے ساتھ بھی مطابقت پیدا کر لیتا ہے۔ مجھے پھر جنگ یاد آجاتی ہے۔ جن لوگوں نے اس میں حصہ لیا ان کو حد سے زیادہ تناؤ برداشت کرنا پڑا۔ وہ کم خوابی اور کم خوراکی کا شکار ہوئے۔ خندقوں میں بھیگتے رہے۔ کئی

کئی دن مسلسل برف میں پڑے رہے برفیلے پانیوں میں کود گئے اور پھر بھی ان میں سے مشکل ہی سے کوئی زکام یا زمانۂ امن کی دوسری بیماریوں میں مبتلا ہوا۔ کچھ اسی قسم کی صورت حال بنجر زمینوں پر بھی دیکھی جا سکتی تھی۔

میں نے پہلے بھی بنجر زمینوں کی عظیم داستان کو محاذ جنگ سے تشبیہہ دی ہے ایک عظیم جنگ کے ساتھ جس میں پارٹی اور عوام کی فتح ہوئی۔ ہم اگلے مورچوں پر لڑنے والوں کو یہ جنگ ہمیشہ یاد آتی رہے گی اور یہ تشبیہہ بھی بالکل درست ہے۔ اگر بنجر زمینوں پر گولیاں نہیں چلتی تھیں۔ بمباری نہیں ہوتی تھی۔ گولے نہیں برستے تھے لیکن باقی سب کچھ حقیقی جنگ کی طرح تھا۔

فوجی اصطلاحوں میں بات کرتے ہوئے اسے شروع کرنے کے لئے سب سے پہلا کام اپنی فوجوں کو دوبارہ جمع کرنا اور اپنے عقب کو ساتھ ملانا تھا۔ اور یہ آسان کام نہیں تھا۔ عام اجلاس کے بعد کزاخستان کمیونسٹ پارٹی کی ساتویں کانگرس منعقد ہوئی جس نے صورتِ حالات کا تجزیہ پیش کیا اور کہا کہ سابق مرکزی کمیٹی کے بیورو کا کام غیر تسلی بخش تھا۔

میں بتاؤں گا کہ کیوں بیش قیمت قدرتی وسائل۔ سینکڑوں اجتماعی فارموں، مشینوں اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کی یہ سرزمین جہاں کھیتوں پر ہزاروں لاکھوں ٹریکٹر اور کمبائن کام کرتے تھے۔ جہاں لاکھوں ہیکٹر گھاس کے میدان اور چراگاہیں تھیں۔ وہاں اناج، گوشت، کپاس اور اون کی پیداوار قبل از جنگ کی سطح سے بھی زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی۔ اور کئی لحاظ سے تو واقعی اس سے بھی کم ہو گئی تھی۔ دودھ کی پیداوار ۱۹۴۰ء کے مقابلے میں کم تھی۔ اناج کی فصلیں پانچ یا چھ فی صد ہیکٹر، کپاس صرف دس فی صد اور آلو ساٹھ فی صد سے زیادہ نہیں ہوئے تھے۔

اس وقت تک جنگ میں تباہ ہونے والے کیوبان، یوکرین اور ڈان جیسے علاقے بھی دوبارہ آباد ہو چکے تھے۔ اور اپنی فصلوں اور اپنے مویشیوں کی افزائش نسل کی پیداواری قوت کو بہتر بنا رہے تھے لیکن یہاں اس کے باوجود کہ ۱۹۵۲ء کا موسم خوب رہا یہ

پر حد سے زیادہ مہربان تھا۔ چارے کی کمی کے باعث ڈیڑھ ملین مویشی ہلاک ہو گئے۔ انتہائی سخت سردی میں مویشی کھلی جگہ پر رکھے جاتے تھے جن کو "کوشارا" کی قدیم طرز کی پناہ گاہ بھی میسر نہیں ہوتی تھی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ ہمارے ملک میں تو ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ اجتماعی فارموں کے چیئرمینوں میں سے بیشتر صرف ابتدائی درجوں تک ہی پڑھے ہوئے تھے اور تین سو محض نیم خواندہ سے زیادہ کچھ نہیں تھے۔

کزاخستان کی ناقص زرعی صورتِ حال کی یقیناً کچھ معروضی وجوہات بھی تھیں اس سے سارے ملک میں معیشت کی اس اہم شاخ کی طرف غفلت کا اظہار ہوتا تھا جس کو سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے عام اجلاس میں صاف صاف لفظوں میں نہایت دیانتداری سے بے نقاب کیا گیا۔ لیکن اس عام پس منظر میں بھی کزاخستان کی صورتِ حال مایوس کن تھی۔ ایک اور مشکل یہ تھی کہ چند مقامی سربراہوں نے اپنے آپ کو صورتِ حال کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ اور اس اصول پر کاربند تھے کہ "شاید قسمت یاوری کرے۔"

اتنی بڑی جمہوریہ کا نظم و نسق چلانا ہمارے لئے سخت مشکل تھا۔ مرکزی کمیٹی کے سیکرٹری۔ آئی۔ آئی۔ آفونوف نے جو براہ راست زراعت کا منتظم تھا کانگرس میں کہا "واقعات پر پوری طرح حاوی ہونے کی بجائے ہم بڑے فائرمینوں کی طرح بے مقصد طور پر ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں ہم صرف اس آگ سے لڑ رہے ہیں جو کبھی یہاں کبھی وہاں بھڑک اٹھتی ہے۔ ہمارے نظم و نسق کی بنیادی شکل بھی لکھی ہوئی ہدایت نہیں ہے بلکہ السٹ کرٹ ہے"

اس قسم کے اقرار کے بعد علاقائی پارٹی کمیٹیوں کی عدم پیش رفت پر کیا حیرت ہو سکتی تھی۔ اگر کوئی شخص اصلاح احوال کی کوشش بھی کرتا تھا۔ تو وہ کچھ زیادہ ہی "اصلی" طریقے سے کرتا تھا۔ مثال کے طور پر اکیتو بنک علاقے نے ڈیڑھ سال کا چارہ جمع کرنے کی ایک مہم شروع کی اس قابلِ تعریف کام کو بہت سراہا گیا اور اس وعدے کا اعلان

اخباروں میں کیا گیا۔ لیکن جیسا کہ سب جانتے ہیں کسی پیش رفت کے لیے زیادہ تر اندرونی وسائل نئی قابلیتوں اور اہلیتوں پر بھروسہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اکتیوبنسک کے باشندوں نے ایک اور ہی راستہ اختیار کیا۔ اپنے بلند بانگ وعدوں کے بعد انہوں نے جمہوریہ کزاخستان کی مجلس وزارت کے نام ایک خط ارسال کیا کہ اگر آپ خود بھی ہمارے ساتھ ذلیل نہیں ہونا چاہیے تو مختلف وجوہات کے پیش نظر آپ کو ہمیں فوراً تین ہزار زائد ٹریکٹر، چھ ہزار ٹن مٹی کا تیل اور اسی قدر پیٹرول اور گریس اور فالتو پرزے مہیا کرنے ہوں گے۔ مختصر یہ کہ ہیرو بننے میں ہماری مدد کریں۔

(پارٹی، سوویت، فوج یا معاشی کام کے نظم و نسق کے میرے سارے تجربے نے مدت ہوئی) مجھے یقین دلا دیا ہے کہ طفیلی بننے یا دوسروں پر بوجھ بننے اپنے معاملات دوسروں کی قیمت پر ٹھیک کرنے کا رجحان لٹمس کے تجربے کی طرح یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ یا وہ شخص کیا کچھ کرنے کے قابل ہے۔ اور کیونکہ ہم بنجر زمینوں کو زیر کاشت لا رہے تھے اور قومی سطح پر مدد کا وعدہ کیا گیا تھا اس قسم کی طفیلی بننے کی عادت بہت خطرناک صورت اختیار کر سکتی تھی اس لیے میں نے اس عجیب و غریب صورت حال کا خاص خیال رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے اکثر اپنے کیڈروں کا خیال رکھنے کی ضرورت کے متعلق بات کی ہے۔ لیکن میرے ذہن میں صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ کام کرنا جانتے ہیں۔ یہ سب کچھ معاف کر دینے کی بات نہیں ہے۔ نااہل اور بددیانت لوگوں کو سختی کے ساتھ تبدیل کر دینا چاہیے۔ یہاں میں خود دیکھ سکتا تھا کہ بعض لوگ محض لنگوٹیا دوست ہونے کی وجہ سے سربراہوں کے درجوں تک ترقی پا جاتے تھے۔ اسے فوراً ختم کر دینا ضروری تھا۔ اور پی۔ کے پونومارینکو اور میں اس بات پر ڈٹے رہے۔ ہم نے اس حقیقت کا اظہار واشگاف انداز میں کیا تا کہ کسی قسم کی غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔ میں نے اپنی ایک پہلی تقریر میں مارچ ۱۹۵۴ء الما آتا کے رائے دہندگان کے سامنے کہا، "کزاخستان کی پارٹی تنظیم کو جن بے شمار کاموں کا سامنا ہے ان کے پیش نظر صحیح کیڈر پالیسی کی اہمیت

بے حد بڑھ گئی۔ کزاخستان کی کمیونسٹ پارٹی کی ساتویں کانگرس نے کیڈر پالیسی کے کام میں سخت قسم کی خامیوں اور کوتاہیوں کا انکشاف کیا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ سربراہ اپنی ذمہ داری کا احساس کھو چکے ہیں۔ اور انہوں نے صلاحیتوں کی بنیاد پر نہیں بلکہ ذاتی دوستی کے اصول پر ایسا عملہ منتخب کیا ہے۔ ہم یہ بات برداشت نہیں کر سکتے جمہوریہ کے پاس بہت سے پختہ اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں جو بہتر طور پر سربراہوں کے عہدوں پر ترقی پانے اور پارٹی کی طرف سے متعین کیے گئے کاموں کو کرنے کے اہل ہیں۔

اس طرح بنجر زمینوں کو زیر کاشت لانے کے پارٹی کے فیصلوں کا بے تابی سے انتظار کرتے ہوئے ہم پختہ عزم کے سربراہ منتخب کرتے گئے اور عقب میں کام کرنے والے اپنے ملازموں کی تربیت کرتے رہے۔ اور فروری کے اواخر میں سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا مشہور فروری کے مارچ میں عام اجلاس منعقد ہوا جس میں ملک کی اناج کی پیداوار میں اور زیادہ اضافے اور بنجر اور غیر آباد زمینوں کی کاشت کا فیصلہ کیا گیا۔

کزاخ اسٹیپیوں میں عظیم جنگ کا آغاز ہو گیا۔ یہ بہت بڑے علاقے پر پھیلی ہوئی تھی۔ شمالی کزاخستان شرقاً غرباً ۱۳۰۰ کلومیٹر اور شمالاً جنوباً ۹۰۰ کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے موجودہ چھ علاقوں (پہلے پانچ) قستانائی، سیلینوگراڈ (سابق اکمولنسک) شمالی کزاخستان، کوکچیتاف، ترگائی اور پاولوڈار کا مجموعی رقبہ (۶۰۰،۰۰۰) چھ لاکھ مربع کلومیٹر سے زیادہ ہے جو کہ مثال کے طور پر فرانس کے مجموعی رقبے سے کہیں زیادہ ہے اور اس وسیع علاقے پر ہم نے ۲۵۰،۰۰۰ مربع کلومیٹر زرخیز اسٹیپی زمین کو زیر کاشت لانا تھا جو کہ سارے برطانیہ کے مجموعی رقبے سے بھی بہت بڑا ہے۔

ہمارے علاوہ التائی علاقہ، کراسنویارسک علاقہ، نووسبرسک اور اومسک خطہ وولگا ملک، یورال اور مشرق بعید بھی بنجر زمینوں کے پراجیکٹ میں شامل تھے۔ جیسا کہ بہت سے لوگوں کو یاد ہو گا بنجر اور غیر آباد زمینوں کا جو رقبہ زیر کاشت لایا گیا ہے

سوویت یونین میں اب اس کی میزان ۴۲ ملین ہیکٹر ہے جس میں سے ۲۵ ملین کزاختان میں اور ۱۸ ملین کزاختان اسٹیپی میں ۵۵-۱۹۵۴ء میں زیر کاشت لائے گئے۔

یہ اعداد و شمار حیرت انگیز ہیں۔ لیکن بنجر زمینوں کی ترقی کا کام محض ہل چلانے تک ہی محدود نہیں تھا۔ اس میں رہائشی مکان، سکول، ہسپتال، کنڈر گارٹن، اطفال خانے، تفریحی مرکز اور نئی سڑکیں، پل، ہوائی اڈے، اور مویشیوں کے فارم، اناج گھر، گودام، فیکٹریاں قصہ کوتاہ ہر وہ چیز جس کی لوگوں کو عام زندگی گزارنے اور جدید زراعت کے لیے ... ضرورت ہوتی ہے شامل تھی۔

میں یہاں روزمرہ کے واقعات کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ بنجر زمینوں کے پراجیکٹ اس کی ترقی میں پیش آنے والی مشکلات اور اس کے اولین آباد کاروں کی زندگی اور ان کی کامیابیوں کے بارے میں پہلے ہی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ میں صرف اپنی سرگرمیوں کے اہم سلسلوں، حکمت عملی، اور کام کرنے کے ان طریقوں کی بات کروں گا جن کو اختیار کر کے ہم نے بنجر زمینوں کو ایسا بنا دیا جیسی کہ وہ آج نظر آتی ہیں۔ مثلاً نئے فارموں پر زمین کے استعمال کے ضابطے، ان میں وہ پرانے فارم بھی شامل تھے جن کو پہلے ہی وسیع کر دیا تھا۔ نئے ریاستی فارموں کے مرکزوں کے لیے جگہوں کا انتخاب، ایک ایسے علاقے میں جو ابھی تک انسانی آبادی کے لیے تیار نہیں تھا ہزاروں لاکھوں رضا کاروں کو، ٹھہرانے اور ان کی رہائش کا انتظام، فوری طور پر بیسیوں اور بعد میں سینکڑوں ریاستی فارموں کی بستیوں کی تعمیر، ہزاروں ماہرین کا انتخاب، مختلف اقسام کے لوگوں کے انبوہ میں سے مربوط اور موزوں اجتماعی اداروں کی تشکیل اور بنجر زمین کو حقیقی طور پر پہلی بار زیر کاشت لانے اور بہار کی پہلی بوائی کا کام اور سب کچھ یکے بعد دیگرے نہیں بلکہ فوری طور پر اور بیک وقت کرنا ضروری تھا۔

مثال کے طور پر تاری کو مقامی قیادت کے مضبوط بنانے کے کام کی وسعت سے روشناس کرانے کے لیے جسے بہت کم عرصے میں مکمل کرنا ضروری تھا میں کہوں گا کہ ۱۹۵۴ء میں بنجر زمینوں پر کام کرنے کے لیے ہم نے ضلع پارٹی کمیٹیوں اور بنیادی پارٹی تنظیموں

کے ۵۰۰ سے زائد سیکریٹریوں، ہزاروں اجتماعی فارموں کے چیئرمینوں، زراعت کے ماہرین، مویشیوں کے ماہروں، انجنیئروں اور مستریوں کے ناموں پر غور کیا اور ان کی سفارش کی۔ ان میں بہت سے اعلیٰ درجے کے مقامی اہلکار اور ان سے بھی زیادہ نو وارد شامل تھے سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی، سوویت یونین کی وزارتوں اور بہت سی جمہوریتوں اور علاقوں نے ہماری بہت زیادہ امداد کی جنہوں نے فراخ دلی کے ساتھ اپنے عملے کو ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے بھیجا۔

سوویت یونین کی ریاستی فارموں کی وزارت نے عملہ منتخب کرنے کے لئے خاص ہیڈکوارٹر قائم کیا۔ اس کے دفاتر کسی ریلوے اسٹیشن کی یاد دلاتے تھے کیونکہ وہاں کسی لوگ مسلسل آتے جاتے رہتے تھے۔ میں اس ہیڈکوارٹر میں گیا اور کئی ہفتے لگاتار وہاں بیٹھ کر صبح سے آدھی رات تک امیدواروں کے انٹرویو لیتا رہا۔ اور جو لوگ بنجر زمینوں پر جانا چاہتے تھے ان میں سے کسی کے ساتھ بھی تفصیل سے بات کرنے میں وقت کی پروا نہیں کرتا تھا۔ یہ ضروری تھا کہ ہر کسی کو اس منصوبے کی پیچیدگی اور گہرائی کا احساس ہو۔ اس کا یقین پختہ ہو اور وہ اپنی بہترین طاقت اور قابلیت کے ساتھ اس کے لئے کام کرے۔ ان باتوں کے دوران میں یہ جاننے کی کوشش کرتا تھا کہ کیا وہ شخص واقعی وہاں جانا چاہتا تھا۔ اس کا تجربہ کتنا تھا۔ وہ کتنا صحت مند تھا اور کیا اس کا خاندان بھی وہاں جانے کے لئے تیار تھا۔ اور ان کے جواب میں جو سوال مجھ سے پوچھے جاتے وہ بھی کچھ کم نہیں ہوتے تھے۔ کب جانا ہوگا؟ کسی ریاستی فارم کی زمین کتنی تھی؟ زمین کس قسم کی تھی؟ دوسرے لوگ کہاں کے رہنے والے ہوں گے؟ کتنی مشینری اور ساز و سامان وہاں بھیجا جا رہا تھا؟ شروع میں اپنے ساتھ کیا کچھ لے جانا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔

دفتر وزارت کے برآمدوں میں انٹرویو کے دوران مستقبل کے ڈائرکٹر موقع پر ہی اپنے ماہرین کو بھرتی کرتے رہے اور اس طریقے سے وہ مشہور پانچ رکنی گروہ تشکیل کئے گئے۔ جن میں ڈائرکٹر، چیف ماہر زراعت، چیف انجنیئر، تعمیراتی انجنیئر، اور چیف اکاؤنٹنٹ شامل ہوتے تھے۔ پھر ہم نے چھ رکنی گروہ بنائے۔ جن میں ایک

ڈپٹی ڈائرکٹر برائے انتظامی امور بھی شامل کر دیا گیا۔ تجربے سے ثابت ہوا کہ اس قسم کے منتظم کے بغیر عام رہائشی سہولتیں اور آسائشیں مہیا کرنے کے انتہائی اہم مسئلے کا حل تلاش کرنا مشکل تھا۔

مرکزی کمیٹی میں میرے دفتر کی دیوار پر کزاخستان کا ایک بڑا نقشہ لٹک رہا تھا جس طرح گزرے دنوں میں محاذ پر ہم فوجی دستوں۔ ان کی عسکری نقل و حرکت کے علاقوں اور حملہ کرنے کے مورچوں کے نشان لگایا کرتا تھا بالکل اسی طرح اب میں اس نقشے پر نشان لگاتا تھا۔ یہ دائرے اسٹیپی کی بے کراں وسعتوں میں کھوئے ہوئے کاشت کے علاقوں سے نزدیک تر قصبوں، اسٹیشنوں اور بستیوں کے ان اہم مرکزوں کو ظاہر کرتے تھے جہاں سے حملے کا آغاز کرنا ہوتا تھا۔ سبز اور سرخ پرچم ان پرانے اجتماعی اور ریاستی فارموں کو ظاہر کرتے تھے۔ جنھوں نے بنجر زمینوں کے اندر تک پھیل کر بذات خود اپنا زیر کاشت رقبہ بہت زیادہ بڑھا لیا تھا اور اس قسم کے سرخ پرچم نئے ریاستی فارموں کے ان مرکزوں کے لیے بھی تھے جو اس وقت تک ابھی تعمیر ہونا باقی تھے۔ ۱۹۵۴ء میں نقشے پر ۹۰ سرخ پرچم ظاہر ہوئے ۱۹۵۶ء کے آغاز تک ان کی تعداد ۳۳۷ تھی!

لوگ عام طور پر اپنے روزناموں میں لکھتے ہیں کہ کس طرح ریاستی فارموں کے ڈائرکٹر اور ان کے اعلےٰ ماہر اسٹیپی میں گاڑی پر سوار آتے تھے۔ اور ان کی جیبوں میں اپنی تقرری کے احکام، بینک کے کھاتہ نمبر اور ایک ربڑ کی مہر کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ کر فارم کے نام کی تختی لگانے کے لیے زمین میں کلیاں گاڑتے تھے اور کام شروع کر دیتے تھے —— یہ سچ ہے کہ کام کرنے کا یہی طریقہ تھا۔ لیکن میرے بہت سے جاننے والے جب رومانی پہلو کی تعریف کرتے ہیں تو ایک انتہائی ضروری تفصیل بھول جاتے ہیں وہ اپنی کلیاں زمین پر یوں ہی بے سوچے سمجھے نہیں گاڑ دیتے تھے۔ بلکہ ایک انتہائی سختی سے متعین کی گئی جگہ پر گاڑتے تھے۔ اور جیبوں میں تقرری کے احکام اور ربڑ کی مہروں کے علاوہ ریاستی فارموں کے ڈائرکٹروں کے پاس بریف کیس بھی ہوتے تھے۔ جن میں نقشے ہوتے تھے جو نئے فارموں کو دی گئی زمینوں کی قسموں اور ان کو استعمال میں لانے کے

طریقوں کو ظاہر کرتے تھے ۔ بنجر زمینوں پر رومان پسندی کا دور دورہ تھا۔ اور ابھی قدر مشکلات بھی تھیں لیکن صورت حال کو بہت زیادہ آسان بنا کر بھی پیش نہیں کرنا چاہیے جیسے کہ لوگ یونہی استیپی میں گھومتے پھرتے تھے اور اپنے گرد و پیش میں اپنی پسند کی بہت زیادہ زمین دیکھ کر ہل چلانا شروع کر دیتے تھے۔

تعمیراتی انجینیروں کا ایک تصور ہوتا ہے جسے وہ "دورِ آغاز" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب جائے تعمیر کا تعین کرنے کے ساتھ وابستہ مختلف کام انجام دینا اس کی بنیادیں تیار کرنا اور اس کے زیر زمین مواصلات کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑا لیکن، بظاہر سادہ سا کام ہوتا ہے جو کسی عمارت کی تعمیر سے پہلے کرنا ضروری ہوتا ہے۔ زراعت میں "دورِ آغاز" مجازاً قابل استعمال زمین کی مساحت کو کہتے ہیں جس میں زمین کو مختلف مقاصد کے لئے مختص کرنے کا سارا کام شامل ہوتا ہے۔ قابل استعمال زمین کی مساحت ایک قسم کا عام منصوبہ ہوتا ہے جو کسی فارم کے خاکے اور اس کی امتیازی خصوصیت، اس کے کھیتوں کے محل وقوع اور ان کے طول و عرض، اس کے مرغزاروں اور چراگاہوں، اس کی عمارتوں کی جائے تعمیر، اس کے پانی کے انتظام اور زندگی اور پیداوار کے لئے انتہائی اہمیت کی حامل دوسری بہت سی چیزوں کا تعین کرتا ہے۔

جمہوریہ کی پارٹی مرکزی کمیٹی میں بنجر زمینوں کے کام سے متعلق شروع ہی میں ایک تحقیقاتی جماعت کم و بیش خود بخود وجود میں آگئی۔ بعد میں اس کو مختلف نام دیئے گئے۔ عمل کرنیوالی، نقل و حرکت میں مصروف رہنے والی اور بعض تو اسے جمہوریہ کی بنجر زمینوں کا ہیڈ کوارٹ بھی کہتے تھے۔ اس کی سرگرمیاں یقیناً جنگ کے دنوں کے ہیڈ کوارٹ کی یاد تازہ کرتی تھیں۔ میں اس کا نگران تھا۔ یہ جماعت سرکاری طور پر قائم نہیں کی گئی تھی۔ اس کے کوئی خاص طور پر مقرر کردہ ارکان نہیں تھے اس میں شامل تمام لوگ اپنے عام عہدوں پر کام کر رہے تھے لیکن وہ سب براہ راست زراعت کے کاموں کے ساتھ منسلک تھے۔ میرے علاوہ اس جماعت میں کزاخستان کی کمیونسٹ پارٹی کی زراعت کی مرکزی کمیٹی کے سیکریٹری فاضل قریب جانووچ قریب جانوف، مرکزی کمیٹی کے زراعت اور ریاستی فارموں کے

سربراہ آندریائی قسطنطینووچ موروزوف اور واسیلی آندریوچ لایئولنتاف، جمہوریہ کے وزیر برائے زراعت گریگوری آندریوچ، وزیر برائے ریاستی فارم ماتخیل دمیتریوچ ولاسنکو اور متعدد دوسرے اعلےٰ افسر شامل تھے۔ بنجر زمینوں کے معاملات سے متعلق کاموں کے لئے لوگ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں جمہوریہ کی مرکزی کمیٹی کے پاس آتے تھے لیکن جن کامریڈوں کے نام میں نے ابھی ابھی لئے ہیں وہ ہاؤ کمان تھے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جو اس تمام عظیم آپریشن کی ہدایات جاری کرتے تھے۔

کاشت کے لئے زمین مختص کرنا ایک بہت اہم اور اپنی درجہ بندی کے لحاظ سے بے مثال کام تھا۔ اور اگر کسی کو یہ بتانا پڑتا کہ ان لامحدود استیپیوں میں جانے والا پہلا شخص کون تھا تو اس کا جواب ہوتا کہ یہ سائنس دان، آبی انجینیر، ماہرین نباتات، قابل استعمال زمین کے سرویئر، ماہرین زراعت تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے خیال میں سب سے زیادہ تعریف کے مستحق ہیں۔

سب زرخیز زمینیں ایک ہی جگہ پر واقع نہیں تھیں۔ ان کو تلاش کرنا پڑتا تھا۔ ان کی تشخیص کرنی پڑتی تھی اور ان کی حدبندی کرنی پڑتی تھی۔ اس بات کا فیصلہ بھی کرنا پڑتا تھا کہ ان میں سے کون سی زمینیں اناج کے لئے اور کون سی مرغزاروں اور چراگاہوں کے لئے موزوں ہیں۔ قابل استعمال زمینوں کے مساحوں کو کزاخستان کے تقریباً ایک تہائی علاقے یا ۱۰۰ ملین ہیکٹر رقبے کا جائزہ لینا پڑا۔ کزاخ جمہوریہ کی سائنسوں کی اکادمی نے ۷۹ مشترکہ مہمیں اور جماعتیں تیار کر کے استیپی میں بھیجیں۔ سارے ملک کی اکادمیوں، انسٹیٹیوٹوں اور تجرباتی مرکزوں نے زمین کا جائزہ لینے اور اس کی تشخیص کرنے میں حصّہ لیا۔ روس کزاخستان، یوکرین اور بائیلوروس کے ہزاروں ارضیاتی سائنس دانوں، ماہرین نباتات آبی انجینیروں قابل استعمال زمین کے مساحوں اور زراعت کے ماہروں نے جمہوریہ کے ۸۰ ضلعوں کا جائزہ لیا اور کام شروع کرنے کے لئے ۲۳ اعشاریہ ۶ ملین ہیکٹر قابل کاشت زمین تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے۔

میرے پاس قابل استعمال زمینوں کی مساحت کا ڈپلومہ تھا۔ اس طرح اتنی بڑی جمہوریہ

کی مرکزی کمیٹی کا سیکریٹری ہونے اور ایک ماہر کی حیثیت سے مجھے اس کام سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ سائنسدانوں نے جلد ہی ہمارا رخ متعین کرنے میں ہماری مدد کی۔ انہوں نے جمہوریہ سرزمین پر چھ واضح قدرتی معاشی علاقے تشخیص کیے اور اس امر کی صاف منظوری دے دی کہ اناج کہاں بویا جائے، مویشیوں کی نسل کا کام کہاں کیا جائے کہاں ان دونوں کو آپس میں ملا دیا جائے اور نہری پانی استعمال کرنے والے فارم کہاں قائم کیے جائیں۔

اس وقت میں نے کزاختان کے کامریڈوں کے ساتھ بہت سی خوشگوار شناسائیاں پیدا کر لیں۔ میں جنگ کے دنوں ہی سے کزاخوں کو بہت پسند کرنے لگا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے مکمل سیدھے سادھے، فرض شناس اور بہادر سپاہی اور افسر تھے۔ لڑائی کے درمیانی وقفوں میں وہ ہمیشہ اپنے وطن اپنے لہلہاتے ہوئے گھاس کے وسیع استیپوں کو یاد کرتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی جب میں کسی کزاخ کو اپنا کوئی سریلا اور الم انگیز گیت گاتے سنتا تو اس کے پاس جا کر پوچھتا۔ ”تم کیا گا رہے ہو؟“

”استیپی کے متعلق — ریوڑ کے متعلق — اپنی محبوبہ کی یاد میں“

”کوئی شخص اپنی محبوبہ سے جدا ہو سکتا ہے، اپنے گھر سے جدا ہو سکتا ہے لیکن استیپی۔ ۔ ۔ ۔“

”یہاں تمہارے لئے یوکرینی استیپی جو ہے۔ کیا یہ بھی اتنا ہی اچھا نہیں ہے؟“

”ہاں — یہ اتنا ہی اچھا ہے لیکن ہمارا استیپی اور ہی چیز ہے۔“

اور اب کئی برس بعد میں یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ وہ کزاخ قوم کے کتنے اچھے سوویت کیڈر بن گئے تھے۔ ان میں اعلےٰ درجے کے پارٹی اور انتظامی عملے کے لوگ، مشہور سائنسدان، قابل سپیشلسٹ اور کلچر اور آرٹ سمیت تمام شعبوں کے ماہرین شامل ہیں۔

میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تمام کزاخوں ان کی بہت بڑی اکثریت نے گھاس کے استیپوں کو زیر کاشت لانے کے پارٹی کے فیصلے کا بہت زیادہ جوش و خروش اور پسندیدگی کی نظر کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ کزاخوں کے لئے بنجر زمینوں کی کاشت ایک پیچیدہ مسئلہ بن گئی تھی کزاخ لوگ صدیوں سے مویشی پالتے چلے آ رہے تھے اور اب ان کی کثیر تعداد کو استیپی

میں اپنی زندگی کا سارا پرانا ڈھانچہ توڑنا ہوگا ۔ ان کو فصلیں اگانے والے کسان ، فارم پر مشینیں چلانے والے اور اناج پیدا کرنے کے ماہرین بننا پڑے گا لیکن بنجر زمینوں کو زیر کاشت لانے کے کام میں بہت زیادہ مستعدی اور جرائت مندی سے حصہ لینے کے لیے مقامی لوگوں کے پاس عقل اور جرائت تھی ۔ کزاخ قوم نے تاریخ کے تقاضے پورے کر دیئے ۔ انہوں نے سارے ملک کی ضروریات کو سمجھ لیا اور اپنی انقلابی اور عالمگیر خوبیوں کا اظہار کر دیا ۔

دین محمد احمد ووچ کناثیف سے میری دوستی تقریباً چوتھائی صدی سے قائم ہے ان دنوں کزاخ جمہوریہ کی سائنسوں کی اکادمی کے صدر تھے ۔ اور یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ الما آتا کے قیام کے ابتدائی دنوں ہی سے ہم آپس میں دوست بن گئے ۔ انہوں نے کانوں کی انجنیئرنگ کی تعلیم حاصل کی تھی ۔ اور وہ غیر آہنی دھاتوں کے ماہر تھے اور ان کی دلچسپیاں محدود نہیں تھیں ۔ ان کا ذہن سیاستدانوں کی طرح کام کرتا تھا اور وہ وسیع اور جرائت مندانہ طریقے سے سوچ سکتے تھے اور وہ کزاخستان کے کثیر وسائل اور امکانات کے متعلق اپنے تخلیقی اور گہرے خیالات کا اظہار کر سکتے تھے ۔ وہ خاموش طبع ، بامروت اور خوبصورت آدمی تھے وہ مضبوط ارادے کے مالک تھے اور پارٹی کے اصولوں پر یقین رکھتے تھے ۔ جلد ہی وہ جمہوریہ کی مجلس صدارت کے چیئرمین مقرر ہو گئے ۔ آج کل وہ ، کزاخستان پارٹی تنظیم کے سربراہ اور سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے پولٹ بیورو کے ایک رکن ہیں ۔

دائماش احمد دوچ (سب لوگ ان کو پیار کے اسی نام سے پکارتے ہیں) کوئی بھی ان کا پورا نام دین محمد استعمال نہیں کرتا) نے بنجر زمینوں کے کام میں میری معاونت کے لیے مجھ کو ارضیاتی سائنس کے انسٹیچیوٹ کے سربراہ امیر بیگ اسپانووچ کا نام مشیر کی حیثیت سے تجویز کیا ۔ اس محنتی سائنسدان کے زیر ہدایت اس انسٹیچیوٹ نے کزاخستان کی زمین کی امتیازی خصوصیات کے متعلق وسیع معلومات جمع کی تھیں ۔ اور اس کے اراکین نے ریاستی فارموں کی تشکیل کے ہر کام میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا ۔

میرے پاس جمہوریہ کی وزارتِ زراعت کے قابلِ کاشت زمینوں کی مساحت کے محکمے کے سربراہ واسیلی الیگزنڈروو نج نیشرمیتیف کی خوشگوار یادیں بھی محفوظ ہیں۔ وہ بے مثال آدمی تھا۔ سردی ہو یا گرمی وہ ہیٹ کے بغیر فوجی بیلٹی دار کوٹ اور بڑے بڑے بوٹ پہنے اور ہمیشہ سپاہیوں کا سا فوجی تھیلہ اپنے کاندھے پر لٹکائے گھومتا پھرتا تھا۔ کزاخستان میں اپنے کام کے طویل برسوں کے دوران وہ ملک کے طول و عرض میں گھوم چکا تھا۔ اور استیپی کو آنکھیں بند کر کے بھی دیکھ سکتا تھا۔ اور جب کبھی ریاستی فارموں کی مرکزی عمارتوں کے لیے جگہوں کا انتخاب کرنا ہوتا تھا۔ تو اس کی موجودگی ناگزیر ہو جاتی تھی۔ اس کا وہ فوجی تھیلا مجھے باقاعدہ ایک ایسا دفینہ نظر آتا تھا جس کے متعلق ہم پریوں کی کہانیوں میں پڑھتے آئے ہیں۔ وہ اس تھیلے میں سے، نقشے، خاکے، اور یادداشتوں کے ایسے کاغذ بھی برآمد کر لیتا تھا جن میں سینکڑوں ندیوں، حد بندیوں کے نشانوں، پہاڑوں اور محفوظ مقامات پر کے ناموں کے علاوہ بہت سے ایسے مقامی باشندوں کے نام بھی درج ہوتے تھے جو واقعی اس زمین کے چپے چپے سے واقف تھے اور جن کو وہ نئے فارموں کی تشکیل کے کسی بھی کمیشن بھی شامل کرنے پر ہمیشہ اصرار کیا کرتا تھا اور یہ بوڑھے "اکساکل" بھی بڑی خوشی کے ساتھ ہمارا ہاتھ بٹاتے تھے۔

جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ مجھے قابل استعمال زمینوں کی مساحت کا کچھ تجربہ بھی حاصل ہے تو نیشرمیتیوف بہت خوش ہوا اور مجھ سے اپنے رفیقِ کار کی طرح پیش آنے لگا۔ بعض دفعہ وہ اس کا غلط فائدہ بھی اٹھا لیتا تھا۔ وہ مجھے کئی ایسے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی مداخلت کرنے کے لیے کہہ دیتا تھا جن کا فیصلہ میرے بغیر بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن اکثر اوقات سخت سنجیدہ قسم کی مداخلت بھی کرنی پڑتی تھی۔ ایک دن وہ سخت گھبراہٹ کے عالم میں قابلِ استعمال زمین کی مساحت کے کولی بھر نقشے اٹھائے بڑی تیزی سے میرے دفتر میں داخل ہوا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ نقشے کوکچیتاف علاقے سے بھیجے گئے تھے۔

دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں! انھوں نے کھیتوں میں کسی قسم کا امتیاز ملحوظ نہیں رکھا اور نئے علاقوں کو پرانی زمینوں کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ میں ضلعی مرکزی کمیٹی کو

ٹیلیفون کرتا ہوں اور برہمی کا اظہار کرتا ہوں لیکن وہ بڑے آرام سے کہتے ہیں۔ "شور کیوں مچا رہے ہو؟ ہل چلانے کا یہ ہمارا پہلا سال تو نہیں ہے۔ جیسے ہی موسم بہار کا آغاز ہوگا برف غائب ہو جائے گی اور ہمیں فوراً پتہ چل جائے گا کہ ہل کہاں چلانا ہے۔"

وہ ان اجتماعی فارموں کی بات کر رہا تھا جن کو کاشت کے لئے نئی زمینیں دی گئی تھیں۔ وہاں کے لوگ کئی برسوں سے ان استیپوں پر کام کر رہے تھے۔ اس لئے وہ قدرتی طور پر اپنے آپ کو بہت زیادہ تجربہ کار سمجھتے تھے اور اپنے کام میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس قسم کی نفسیات پر قابو پانا ضروری تھا۔ ہمیں حد سے زیادہ سادہ طریق کار اختیار کرنے کی مخالفت کرنی تھی اور اس بات پر زور دینا تھا کہ بنجر زمینوں کا انتخاب ہمیشہ سختی کے ساتھ سائنسی بنیادوں پر ہونا چاہیئے۔

ہمیں نہ صرف بعض فوری نوعیت کے اقدامات کرنے پڑتے تھے بلکہ معاملات کی تہہ تک پہنچ کر مستقبل کے منصوبوں کی تشکیل کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ اتنے شاندار مقصد کی تکمیل کے لئے وقت اور قوت کی پرواہ کرنا بے کار تھا۔ اس سے پیشتر کہ جمہوریہ کی مجلس وزارت کے فیصلے اور سوویت یونین کی وزارت زراعت کے حکم سے بالآخر ان کو منظور کر لیا جائے، میں نقشوں اور درجنوں فارموں کی تصریحات کا بار بار مطالعہ کرنے کی غرض سے رات گئے تک مرکزی کمیٹی میں ٹھہرا رہتا تھا۔

اگر ہم کچھ لوگوں کے بے شمار شکوک و شبہات کو ذہن میں رکھیں تو سب جانتے ہیں کہ سنہ ۱۹۵۴ء بنجر زمینوں کی کاشت میں عظیم کامیابیاں لے کر آیا۔ مجموعی طور پر سارے ملک کے ۱۳ ملین ہیکٹر کی بجائے ۱۹ ملین ہیکٹر زمین کاشت کی گئی۔ اور کزاخستان نے بھی اپنا کاشت کا منصوبہ مقررہ حد سے بڑھ کر مکمل کیا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس نے لوگوں میں بہت زیادہ جوش پیدا کر دیا اور اس منصوبے میں ان کا یقین اور بھی مستحکم ہو گیا۔

اپنے پہلے تجربے کا تجزیہ کر کے اور ملک کے امکانات کا جائزہ لے کر سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی اور سوویت یونین کی مجلس وزارت نے "اناج کی پیداوار

میں اضافہ کرنے کے لئے بنجر اور غیر آباد زمینوں کی اور زیادہ کاشت کے متعلق" ایک نیا فیصلہ منظور کیا۔ کزاخستان کو ۲۵۰ نئے ریاستی فارم قائم کرنے کا زاید کام دیا گیا۔

ان پہلے ۹۰ ریاستی فارموں کو جو ۱۹۵۴ء میں قائم کئے گئے تھے بہت زیادہ آسان زمینیں تفویض کی گئی تھیں۔ جو کہ نسبتاً ریلوے اور مقامی دریاؤں کے قریب واقع تھیں۔ اب ہمیں ان لامحدود استیپوں میں دور تک اندر جانا تھا۔ ہمارے مقررہ کام اور بھی زیادہ پیچیدہ ہو گئے۔ ایک لحاظ سے اب کاشت کے لئے زمین کا انتخاب کرنا زیادہ مشکل تھا۔ اس سے تضادات یا اگر آپ چاہیں تو اختلافی نقطہ ہائے نظر پیدا ہوئے۔

مجھے وہ لڑائیاں یاد آتی ہیں جو ہمیں دو علاقوں کے لئے لڑنی پڑیں۔ سوویت یونین کی وزارتِ زراعت کا خیال تھا کہ اکتوبنسک علاقے میں کوئی چیز بھی کاشت نہ کی جائے کیونکہ وہاں کی زمین اناج کی کاشت کے لئے ناموزوں سمجھی جاتی تھی۔ دوسری طرف جب کاراگانڈا علاقے کے مقامی کامریڈوں نے بنجر زمین پر ۱۸ ریاستی فارم قائم کرنے کی تجویز پیش کی تو ان کی "پیش رفت" کی کھلے دل سے حمایت کی گئی۔ میں نے ماسکو میں وزیر سے بات کی اور اسے بتایا کہ یہ ایک فاش غلطی تھی لیکن اس نے کاراگانڈا کے لوگوں کو محب وطن اور ترقی پسند بتایا اور اس کے ساتھ ہی ظاہر ہے کہ طیش میں آکر شمالی علاقوں کے سربراہوں پر جہاں بنجر زمین کے ذخیرے یقیناً بہت چھوٹے تھے قدامت پسندی اور دوسرے بشری گناہوں کا الزام لگایا۔

اس قسم کے زبانی مناظرے اعداد و شمار، دانش اور دلائل بغیر بالکل بے کار ہوتے ہیں میں ہوائی جہاز سے اکتوبنسک علاقے میں پہنچا۔ وہاں کے ماہرین سے ملا اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں اس علاقے میں کچھ زرخیز زمینیں موجود تھیں۔ میں نے سائنسدانوں کی ایک مشترکہ جماعت کو فوراً وہاں بھیجنے پر اصرار کیا۔ انہوں نے اپنا کام مکمل طور پر اور دیانتداری کے ساتھ کیا۔ کاراگانڈا کے ایک دورے سے بھی معلوم ہوگیا کہ ہم سچے تھے اس طرح ایک بار پھر مجھے، اس بات کا پورا یقین ہوگیا کہ زراعت کے لئے رضاکارانہ نہیں بلکہ سائنسی رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

الما آتا میں ہم نے جمہوریہ کی علاقائی پارٹی کمیٹی کے سیکریٹریوں اور علاقائی عاملہ کمیٹیوں کے چیرمینوں کا اجلاس منعقد کیا۔ کزاخستان کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے نئے ریاستی فارموں کے لیے زمینوں کے انتخاب کے نتائج خاص طور پر بحث کے لیے پیش کیے۔ اختتامی تقریر میں اس وقت میں نے کہا (میں کارروائی سے اقتباس پیش کرتا ہوں)

"ہم نے زمینیں مختص کرنے کے سلسلے میں بے اندازہ کام کیا ہے۔ تقریباً ۹ ملین ہیکٹر دریافت کیے گئے ہیں اور ان کی حدبندی کی گئی ہے۔ لیکن کام ابھی ختم نہیں ہوا۔ وزارت زراعت کے ساتھ مجازی اور حقیقی ہر دو لحاظ سے ان بنیادوں پر بحثیں ہوئی ہیں کہ اس وقت ہم پیچھے ہٹنا نہیں چاہتے۔ ہم اپنے موروچوں پر ڈٹے رہیں گے اور ہمیں امید ہے کہ ہم ان کا دفاع کر سکتے ہیں۔ ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ کارگاندا نے ابھی تک اپنے زمینی وسائل کو چھانٹ کر الگ الگ نہیں کیا۔ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ۱۸ ریاستی فارم قائم کیے جائیں۔ یہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے لیکن ان کی تربیت کے منصوبے کی حمایت نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ غیر موزوں زمینوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عملاقے کے متعدد اضلاع میں جن کا میں نے بذاتِ خود دورہ کیا ہے اچھی زمینیں بھی موجود ہیں جہاں ریاستی فارم قائم کیے جانے چاہییں۔"

استیپی کی مساحت اور نئے فارم قائم کرنے کے لیے جگہوں کو مختص کرنے کے متعلق میں اس قدر تفصیل کے ساتھ لکھتا ہوں کیونکہ بنجر زمینوں کو زیر کاشت لانے کا "دورِ آغاز" بہت زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ جس زمین پر کاشت کی جانی تھی اس کی قسمت اور وہاں کی ساری آئندہ زندگی کا انحصار اسی پر تھا۔

۳

نئی زمینوں پر پہلا موسم بہار میرے حافظے میں مسرت، کامرانی، شدید تناؤ اور مشکلات کے کئی نقش چھوڑ گیا۔ استیپ کا مسئلہ اس سے کہیں زیادہ مشکل ثابت ہوا، جتنا کہ وہ پہلے نظر آتا تھا۔ اپنے لوہے کے تاروں جیسی جڑوں کے گچھوں والی صدیوں پرانی گھاس اس مضبوطی سے جمی ہوئی تھی کہ اس میں ہل مشکل ہی سے چلتا تھا۔ ایک اور مشکل اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ نئی کزاخ زمینوں پر عام معنوں میں عملاً کوئی موسم بہار نہیں ہوتا موسم سرما دیکھتے دیکھتے موسم گرما میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ برف پگھلتے ہی حقیقی معنوں میں، سخت گرمی شروع ہو جاتی ہے۔ مئی میں بالکل بارش نہیں ہوتی زمین بہت جلد خشک ہو کر پتھر کی طرح سخت ہو جاتی ہے اور ہل چلانا دگنا مشکل ہو جاتا ہے۔

پہلی بار ہر جگہ بڑے جشنوں اور جلسوں کے ساتھ باہن ڈالے گئے۔ پہلے مربعوں پر بھی کامیابی کے ساتھ ہل چلائے گئے۔ نئی زمینوں پر یہ سب کام غیر معمولی تھے۔ سب جگہ سربراہوں نے بے لمس استیپوں کا برابر حصہ یعنی دو کلو میٹر مربع یا ۴۰۰ ہیکٹر کا رقبہ ہر ٹریکٹر ٹیم کو دیا۔

"تمہارا یہ چھوٹا سا مربع بہت اچھا ہے۔ کام شروع کرنے کے لئے بہت جگہ ہے!" ٹریکٹر ڈرائیور مذاق سے کہتے۔ "بس انجن سٹارٹ کرو اور جب تک پیٹرول ختم نہ ہو چلتے رہو۔"

لیکن ان کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ یہاں تو کثرت سے بار بار ٹھہرنا پڑ رہا تھا۔ انجن بند ہو جاتے، ہلوں کے پھل ٹوٹ جاتے اور فریم دہرے ہو جاتے تھے۔ صرف دیو پیکر ایس۔۸۰ ہی پانچ بنیدوں والے ہل کو کھینچ سکتا تھا۔ آسانی سے ہر طرف حرکت کرنے والے لیکن ہلکے ڈی۔ ٹی۔ ۵۴ اور "این اے ٹی۔ آئی" نئی زمینوں کے لئے اتنے طاقتور نہیں تھے۔ ہر جگہ لوگوں نے اپنے ہلوں کے ایک یا دو پھل اتارنے شروع کر دیے اس سے نہ صرف ان کی کارکردگی میں کمی واقع ہوئی بلکہ نئی زمینوں کی کاشت کا سارا منصوبہ ہی

معرضِ خطر میں پڑ گیا۔

نئی زمینوں کو بوائی کے لیے تیار کرنے کا کام بھی کچھ اتنا آسان نہیں تھا۔ یہ پہلے ڈسک ہلوں اور بعد میں ڈک فٹ کلٹیویٹروں کے ساتھ کئی بار کرنا پڑتا تھا۔ پھر واٹر فلنگ رولروں کے ساتھ سہاگہ پھیر کر زمین کو ہموار کیا جاتا تھا اور پھر کہیں جا کر بیج ڈالنے والوں کو اپنا کام شروع کرنے کی اجازت ملتی تھی کیونکہ زمین پر پہلی بار ہل چلانے اور بوائی کے درمیان چار یا پانچ دن سے زیادہ کا وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم جانتے تھے کہ اس کے بغیر زمین سوکھ جائے گی۔ اور اس پر بوائی کرنا بے کار ہو گا۔

کستانائی علاقے میں بوائی کا کام دیکھنے کے لئے اپنا پہلا دورہ مجھے یاد ہے۔ این۔ ایس کرشچوف وہاں پہنچ چکا تھا اور توبول سٹیشن پر ٹھہرا تھا۔ جلد ہی وہاں مائیکل سٹیٹ فارم پر ایک بڑی کانفرنس منعقد ہوئی۔ وہاں بھی نئی زمینوں کو قابلِ کاشت بنانے کا کام ہو رہا تھا۔ پی۔ کے پونومارینکو، میں خود، آئی۔ پی خراموف اول سیکریٹری کستانائی علاقائی پارٹی، آئی۔ جی سلازنیف علاقائی عاملہ کمیٹی کا چیرمین۔ ایم۔ جی مورتوریکو ڈائریکٹر کستانائی سٹیٹ فارم (اب کزاخستان کا وزیر زراعت) مشینی زراعت کے آل یونین انسٹیچیوٹ کے سائنسدان اور دوسرے، ہم سب فارم ڈائریکٹر کے دفتر میں جمع ہوئے بہت سے مسائل زیرِ بحث آئے مگر کلیدی مسئلہ بالہن کے ڈھیلوں کو الٹنے کا تھا۔

اس نے ہمیں بڑی مشکل میں ڈال رکھا تھا۔ عام قسم کا ہل گھاس دار مٹی کے بڑے بھاری ٹکڑے کو جسے ہل کے پھل کاٹتے تھے بالہن کی تہہ میں نہیں بٹھاتا تھا۔ کٹی ہوئی گھاس دار مٹی ہر طرف سے باہر بالکل آتی تھی اور تہہ کی ڈھیلے دار مٹی سے ڈھانپی نہیں جاتی تھی۔ اس قسم کے کھیت میں سہاگہ پھیرنا بہت مشکل تھا۔ ہم نے اجلاس ملتوی کر کے خود جا کر دیکھنے کا فیصلہ کیا کہ یہ سارا کام عملی طور پر کیسا نظر آتا تھا اور ایک ٹریکٹر ٹیم کی طرف روانہ ہو گئے۔

ٹریکٹر ڈرائیور سخت گھبرائے ہوئے تھے۔ کام خراب ہو رہا تھا۔ وہ کتنی بھی کوشش کرتے۔ مٹی کا ٹکڑا پوری طرح نہیں الٹتا تھا۔ میں ان کے پاس جا کر گفتگو میں شریک ہو گیا۔

اور پوچھا کہ ان کے خیال میں کیا کرنا چاہیئے تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ موجودہ ہل بالکل بیکار تھے۔ اور ایک اور قسم کا ہل ہونا چاہیئے۔

"کس قسم کا؟"

"ہم تو مدت سے کہہ رہے ہیں لیکن فائدہ کیا ہے؟" ایک ڈرائیور نے کہا۔ "آپ کو پیچیپار اور نیم پیچیدا اور مولڈ بورڈوں والے ہل تیار کرنے کا انتظام کرنا ہوگا اور یہ کام فوراً ہونا چاہیئے۔"

مجھے کہنا پڑتا ہے کہ جب این۔ ایس۔ کرنسچوف کو اس بات کا علم ہوا تو وہ سخت برہم ہوا اور سائنسدانوں پر کچھ سخت قسم کے الزام لگائے کہ انہوں نے اس کی پیش بینی کیوں نہیں کی تھی؟ ان کے پاس فیکٹریوں کو اس قسم کی تجویزیں بھیجنے کے لیئے یقیناً کافی وقت تھا؟ اس پر عمل کیا گیا اور ایک ہی مہینے کے اندر نئے ہلوں کی پہلی کھیپ نئی زمینوں پر پہنچنی شروع ہو گئی۔

لیکن یہ ایک مہینے کے بعد ہی ممکن ہو سکا۔ نئی زمینوں پر ہل چلانے کا کام پہلے ہی زور شور سے جاری تھا اور ہمیں اپنے کام کی رفتار کو قائم رکھنے کا کوئی طریقہ سوچنا پڑا۔ ایک شام میں نے معمول کے مطابق ریاستی فارموں کو یہ جاننے کے لیے ٹیلیفون کیئے کہ کتنی زمین پر ہل چلایا جا چکا تھا اور ان کو کیا مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ میں نے اور جائینکڈز ریاستی فارم کو بھی ٹیلیفون کیا اس کے ڈائرکٹر الیف۔ پی کوختین نے بتایا کہ کام اچھی طرح ہو رہا تھا لیکن اس نے ہم سے ہلوں کے کچھ فالتو پھلوں کی درخواست کی۔

"ہل کے پھل صرف پانچ منٹ میں ناکارہ ہو جاتے ہیں —— لیکن ہم پوری رفتار سے ہل چلا رہے ہیں۔ آیئے خود آ کر دیکھ لیجیئے۔"

میں نے اُسے پوچھا کہ گھاس اور مٹی کس طرح باہم میں الٹ جاتی ہے۔

"بالکل اچھی طرح۔" اس نے جواب دیا۔ "جس طرح چھوٹے بچے کو کپڑوں میں لپیٹتے ہیں۔ اتنی ہی آسانی سے ہم اسے الٹا رہے ہیں۔"

دوسری صبح ہماری ایک بڑی جماعت جائینکڈز فارم کے لیے روانہ ہوئی۔



لیونڈ بریژنیف ماسکو میں اخبار نویسوں سے بات چیت کر رہے ہیں۔

سوویت یونین کے نائب وزیر برائے ریاستی فارم۔ ایس۔ وی کلچنکو ہمارے ساتھ آملے اور ضلعی مرکز سے ہم نے نئی زمینوں کے لئے سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی، کے ایک نمائندے ایم۔ جی روجنٹس کو ساتھ لے لیا۔ میں مائیخیل جیورجیسوچ کو اپنے یوکرین کے قیام کے دنوں سے جانتا تھا جہاں وہ چیرنگوف علاقائی پارٹی کمیٹی کا اوّل سیکرٹری ہوا کرتا تھا۔ ٹھیک اسی وقت جب میں دینپر دپیتر وسک میں کام کیا کرتا تھا۔ میں نے اس کے بعد اس کو نہیں دیکھا تھا اور اس غیر متوقع ملاقات سے میں بہت خوش ہوا۔ بعد ازاں کو کچیتاف علاقائی پارٹی کمیٹی کے اول سیکریٹری اور پھر وزیر برائے ریاستی فارم اور کزاخ جمہوریہ کے وزیر زراعت کی حیثیت سے اس نے نئی زمینوں کی ترقی کے لیے بہت زیادہ کام کیا۔

اور جانیکڈز ریاستی فارم کے سفر کے دوران مجھے پتہ چلا کہ یہ وہی تھا جس نے "ایک چھوٹی سی چیز" کی تجویز پیش کی تھیں۔ اور اس کے زیر اہتمام ضلع میں نئی زمینوں کی کاشت کا کام اچھی طرح چل رہا تھا۔ کھیتوں کا منظر حوصلہ افزا تھا۔ ٹریکٹر ڈرائیور آسانی کے ساتھ اپنی عام رفتار سے کام کر رہے تھے اور ہل نئی زمین کو خوشگوار آسانی کے ساتھ مسلسل چرمرو کرتے ہوئے کاٹتے چلے جا رہے تھے۔ یہ کیسے ؟

"میں کہتا ہوں کہ یہ وہی چھوٹی سی چیز ہے۔" روجنٹس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم گھاس دار مٹی کی صرف ایک پتلی سی تہہ اتارتے ہیں۔ محض اوپر کا حصہ۔ دیکھیے تو ہل کی پھاڑیں صرف، ملی میٹر کی گہرائی تک مڑی ہوئی ہیں اتنا نہیں جیسا کہ ہدایات میں کہا گیا ہے۔ ہم اس طرح اس سے نپٹتے ہیں۔"

اور یقیناً ہل کی پھاڑیں جیسا کہ ہم نے اس وقت دیکھا گھاس دار مٹی کی ایک پتلی سی تہہ کاٹ رہی تھیں جیسے گوشت کے ٹکڑے کی باریک تہہ اتارتے ہیں اور اس کے گھاس والے رخ کو نیچے بالہن کی تہہ میں پھینک رہی تھیں وہ یقیناً یہ کام اسی آسانی کے ساتھ کر رہے تھے "جیسے بچے کو کپڑوں میں لپیٹتے ہیں۔" میرا دل چاہتا تھا کہ بس مائیخیل جیورجیسوچ اور فارم کے دوسرے کام کرنے والوں کو ملامت کروں۔ وہ اس کے متعلق خاموش کیوں رہے تھے ؟

"لیکن اتنی چھوٹی سی چیز کے متعلق کوئی مشکل ہی سے شور مچا سکتا تھا" میرا خیال تھا کہ لوگ خود ہی اس کے متعلق سوچ لیں گے یہ اتنا مشکل تو نہیں ہے" روجنٹس نے جواب دیا۔

"اس کا خیال بھی تو صرف تم کو آیا تھا ؟" میں نے کہا۔ "لیکن تم کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ سارا ملک نئی زمینوں پر آیا ہوا ہے اور ان میں کثرت نوجوانوں کی ہے۔ کوئی بھی کارآمد چیز جو تجربے سے سیکھی جائے اسے فوراً چاروں طرف پھیلا دینا چاہیئے۔ ممکن ہے کچھ تجربہ کار لوگوں نے بھی اس طریقے کے متعلق سوچا ہو لیکن ہدایت کی خلاف ورزی کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے ڈر گئے ہوں۔ یہ بات ہے کہ نہیں ستیفن ورلا سٹیو تچ ؟"

"ہاں، ممکن ہے وہ ڈر گئے ہوں۔" کلچنکو نے جواب دیا۔

"اس لیے اب ایک ہدایت نامہ جاری کرو۔ جہاں کہیں بھی ان کو اس گھاس دار مٹی کی وجہ سے مشکل پیش آ رہی ہو وہ اپنے ہلوں کی پھاڑیں ۔۱۱ کی بجائے ۷ سنٹی میٹر کے زاویے پر رکھیں۔"

"میں آج ہی لکھ دوں گا۔"

واپسی پر تمام راستے میں ہم مائیخیل جیور جیئوتچ کو مذاق ہی مذاق میں بیوقوف بناتے رہے کہ ایک یوکرینی تو جہاں تک ممکن ہو گوشت کا موٹے سے موٹا ٹکڑا کاٹنا پسند کرتا ہے لیکن وہ صرف ایک باریک سے ٹکڑے پر ہی قناعت کر گیا۔ ہم نے ایسی چیز پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

ایک دن کے بعد کستانائی علاقائی پارٹی کمیٹی کے بیورو کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ دوسری چیزوں کے علاوہ نئی زمینوں پر سڑکیں تعمیر کرنے کا سوال بھی زیر بحث آیا۔ اکثریت موٹروں کی آمدورفت کے لئے شاہراہوں کے حق میں تھی۔ یہ کام مہنگا تو ہو سکتا ہے اور وقت بھی زیادہ لگے گا لیکن طویل مدت کے امکانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک بنیادی اور جدید سڑکوں کا جال بچھانے کا کام فوراً شروع کرنا بہتر ہو گا۔ اہم جنکشنوں پر بیک وقت بڑے بڑے اناج گھر تعمیر کئے جانے تھے۔ لیکن این۔ ایس کرشچوف کا خیال تھا کہ بہت

سی چھوٹی پٹڑی کی ریلوے لائینیں تعمیر کرنا زیادہ مفید ہوگا جہاں اس کے دعوے کے مطابق دور افتادہ ضلعوں سے اناج لایا جاسکتا تھا۔ اس کے خلاف کسی دلیل کو بھی درخور اعتنا نہ سمجھا گیا اور ایک چھوٹی پٹڑی کی ریلوے لائن کت نائی رسے یورتسکوئی تک اور پھر ایک دوسری پاسل سے بزگالی رتک بچھادی گئی۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی لائن اناج کے نقل و حمل کی امیدوں پر پوری نہ اتری اور جلد ہی ان کو اکھاڑ دیا گیا۔

میں نے اس واقعہ کی طرف اس لئے اشارہ نہیں کیا کہ پارٹی اور ریاست کا کوئی اہلکار بیک وقت نقل و حمل کا ماہر۔ معاشیات کا ماہر اور انجینئر وغیرہ بھی ہونا چاہیے۔ ضروری نہیں کہ وہ یہ سب کچھ ہو۔ لیکن اسے عام ترقی کے اصولوں پر عبور حاصل ہونا چاہیئے اور اسے ٹھوس سائنسی اور عملی علم پر اعتماد ہونا چاہیے اور کسی بھی وقت اسے اپنے آپ کو انسانی جدوجہد کے تمام شعبوں میں واحد اور ناقابل تردید سند نہیں سمجھنا چاہیئے۔

معاشرے کی روح رواں جدید معاشیات اور سیاسیات اتنی پیچیدہ ہیں کہ صرف اجتماعی سوجھ ہی سے قابو میں آسکتی ہیں۔ ماہرین اور سائنسدان جو کچھ کہتے ہیں وہ سب سننا چاہیئے اور صرف انہیں کو نہیں جو ایک ہی رجحان اور مسلک رکھتے ہیں۔ ہمیں لوگوں سے مشورہ کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔ تاکہ کسی قسم کے عجلت میں بے سوچے سمجھے اور اپنی خوشی سے کئے گئے فیصلوں میں اصلاح اور تبدیلی کی نوبت نہ آئے۔ یہ اس وقت خاص طور پر خطرناک ہوتے ہیں جب کسی علاقے کی معاشی، معاشرتی اور تہذیبی ترقی کا کام ہو رہا ہو اور جب وہاں طویل مدت کی پالیسیاں اختیار کرنے اور دور تک آگے دیکھنے کا سوال ہو۔

کت نائی رسے میں نئی زمین کے علاقوں، ضلعوں، اور ریاستی فارموں کے دورے پر نکلا جہاں پر کہیں بوائی کا کام زوروں پر تھا۔

یسل اور اتباسر کے سٹیشنوں پر میں نے جو کچھ دیکھا اسے واقعی ہنگامہ کہنا چاہیئے وہ کسی طرح بھی اس سامان کو سنبھالنے کے قابل نہیں ہے جو وہاں پہنچ رہا تھا۔ ہر چند کہ وہ استیپی کی وسعتوں میں ایک چھوٹا سا سٹیشن تھا یسل کو ان دنوں بھی نئی زمینوں کا دروازہ کہا جاتا تھا۔ سامان کی بھاری مقدار اتباسر کے ضلعی سٹیشن پر بھی پہنچ رہی تھی

نیچے مکان اور پستہ قد نباتات والے اس چھوٹے سے قدیم گردآلود قصبے میں جس کے دروازے ہر قسم کے واقعات کے لیے کھلے رہتے تھے۔ مشینری۔ سیمنٹ، انتقال پذیر مکانات فیلڈ کمیپ ویگنیں، دھات، پیٹرول، بیج، خوراک اور سامان تجارت سے لدی ہوئی ریل گاڑیاں پہنچ رہی تھیں اور یہ سامان نہ صرف اس کے اپنے لیے، بلکہ تین ملحقہ ضلعوں کے لیے بھی تھا۔ گاڑیوں سے سامان نیچے اتارنے کے لئے قصبے کی ساری آبادی مجتمع کر لی گئی تھی۔

ضلع پارٹی کمیٹی کے بیورو کے اراکین، ضلع عاملہ کمیٹی کے اہل کار اور ینگ کمیونسٹ لیگ کے فعال کارکن سٹیشن پر رات دن فرائض انجام دیتے۔ گاڑیوں کی پیشوائی کرنے سامان اتارنے کی ہدایات جاری کرنے، نوواردوں کا استقبال کرنے اور ان کو مقامی لوگوں کے گھروں میں ٹھہرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں کہتا ہوں ور کوشش کر رہے تھے، کیونکہ نووارد ایک منٹ کے لئے بھی رکنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ وہ باہر اسٹیپی میں جانے کے لیے بیتاب تھے۔ اور اس ہنگامہ عام میں زور زور سے اپنے فارموں کے نام پکارتے پھرتے تھے۔ میسرونو وسکی! اتباسر سکی! دنیپر دیپر ووسکی! ابادما نسکی! ان کو یہ سمجھانا پڑتا تھا کہ اولین جماعتیں پہلے ہی ریاستی فارموں پر بھیجی جا چکی ہیں اور وہ لوگ پہلے ہی سے وہاں ہل چلا رہے تھے اور بوائی کا کام کر رہے تھے اور امدادی جماعتوں کے لئے رہائشی مکانات تعمیر کر رہے تھے۔ جب تک کہیں رہنے کی جگہ نہ ہو اور زیادہ نئے لوگوں کو وہاں بھیجنا بے کار تھا

اشم دریا کے دائیں کنارے پر واقع فارموں جیسے کہ اتباسر کے لیے مشینری اور لوگ اب بھی ٹریکٹروں اور ٹرکوں میں بھر کر بھیجے جا رہے تھے لیکن بائیں کنارے کے لیے مختص کچھ مشینری موسم بہار کی طغیانیوں کی وجہ سے رُکی پڑی تھی اسے یوں ہی بے کار پڑا رہنے دینا ایک جرم تصور ہوتا اس لیے مقامی احکام نے اسے عارضی طور پر دائیں کنارے کے اجتماعی اداروں، ریاستی فارموں اور مشینیں اور ٹریکٹر سٹیشنوں پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ٹریکٹروں کی ایک ٹیم یک بیک غائب ہو گئی۔

بعد میں معلوم ہُوا کہ ٹیم کے سربراہ ولادیمیر چیکالین نے اس فیصلے کی خبر سن کر رات کو اپنے لڑکوں کو جگایا اور ٹریکٹر ساتھ لے کر چلا گیا۔ ان لڑکوں کی منزل کوسومول کے زیر اہتمام چلنے والا "سرخ سویرا" اجتماعی فارم تھا۔ انہوں نے روانہ ہونے سے فوراً پہلے ایک ٹیم کی شکل اختیار کر لی تھی اور اپنے ٹریکٹروں کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ضلع پارٹی سیکریٹری واسیلی فلیپووتچ ماکارین ان "بھگوڑوں" کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اشم کے کنارے پر اسے کچھ ٹریکٹر اور خود چیکالین بھی بالکل اکیلا نظر آیا۔

"باقی تمہارے آدمی کہاں ہیں؟"

"بس وہ آنے ہی والے ہیں"

"تمہیں اس طرح نظم و ضبط کی خلاف ورزی کرنے کی اجازت کس نے دی ہے؟"

"ہم نظم و ضبط کی خلاف ورزی نہیں کر رہے۔ یہ ٹریکٹر کس کے لیے ہیں؟ سرخ سویرا اجتماعی فارم کے لیے، اور یہ وہی جگہ ہے جہاں وہ ہدایات کے مطابق نئی زمینوں کو زیر کاشت لانا چاہتے ہیں۔ ہم کوئی پایاب مقام تلاش کر لیں گے۔"

سخت کوشش کے باوجود بھی پارٹی سیکریٹری ٹیم کے سربراہ کو عقل کی بات نہ سمجھا سکا۔ وہ ڈٹا رہا۔ اس عرصے میں دوسرے ٹریکٹر ڈرائیور بھی دریا کے کنارے پر آ پہنچے۔ ان میں کچھ سفید ریش مقامی اکساکل بھی نظر آ رہے تھے۔ جب اسے پتہ چلا کہ گفتگو کس مسئلے پر ہو رہی تھی تو ایک بوڑھا ماکارین سے مخاطب ہوا۔

"واہ سیکریٹری صاحب، آپ اس لڑکے کو کیوں ڈانٹ رہے ہیں۔ قصور تو آپ کا اپنا ہے۔ آپ نے مشینیں پہلے ہی کیوں نہ بھجوا دیں۔ کیا آپ کو پتہ نہیں تھا کہ اتنی زیادہ برف کے بعد ایک بڑا سیلاب آئے گا۔"

کزاخوں نے لڑکوں کو پایاب جگہ دکھا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ اس جگہ دریا کی تہہ سخت پتھروں کی تھی۔ ڈرائیور جلد ہی اپنے ٹرک دوسرے کنارے پر لے گئے۔ اور اسی دن ان کو اجتماعی فارم کے کام پر لگا دیا۔ اور وہی پایاب جگہ بعد میں بائیں کنارے پر واقع دوسرے ریاستی فارموں دنیپروپیٹرووسک، میر ینووسکی اور بادژمانسکی کو مشینری بھیجنے

کے لیے استعمال کی گئی۔

ماکارین نے جب اس کے متعلق مجھے بتایا تو وہ ابھی مشتعل اور پریشان تھا۔ آخر اس میں خطرے کا کچھ عنصر بھی تو تھا۔ اور وہ نظم و ضبط کی خلاف ورزی کی وجہ سے بھی غصے میں تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مستقل مزاجی، پاشندبیری اور جرائت بھی تھی۔ اتفاق سے "بھگوڑوں" کے اس قصے کے بعد دریا پار کرنے کا ایک عارضی بندوبست کر دیا گیا۔ اتباسر کے لوگوں نے اپنی تمام کشتیاں پانی میں اتار دیں اور ایک ہی جگہ پر دو گھاٹ بنا دیے گئے۔ جہاں سے بہار اور گرمی کے موسم میں لوگوں، ٹرکوں، مشینری، ایندھن اور خوراک کو دریا پار پہنچایا جاتا تھا۔ یہ بھی اصلی محاذِ جنگ کی باتدبیری کی ایک مثال تھی۔ اور میں نے ان برسوں میں نئی زمینوں پر اس قسم کی اتنی مثالیں دیکھیں کہ ان کے متعلق میں یہاں سب کچھ بیان نہیں کر سکتا۔

اتباسر سے میں ماکارین کے ساتھ آگے روانہ ہو گیا۔ ہم اطمینان سے یکے بعد دیگرے فارموں کے دورے کرتے رہے اور الگ الگ ٹیموں سے ملتے رہے۔

یہ کزاخ سٹیپی کا پہلا نظارہ تھا جو میں نے موسم بہار میں دیکھا اور میں اس سے بہت محظوظ ہوا۔ کیا پہنائی تھی! سورج بھی ایک افق سے دوسرے افق تک جاتے جاتے تھک جاتا ہوگا۔ بہار آفریں سٹیپی شعلہ رنگ بنا ہوا تھا۔ سیلاب کے پانی کی نیلی جھلکیاں۔ دھوپ میں چمکتی ہوئی تازہ خوشبودار گھاس۔ لالے کے کھلے ہوئے پھول۔ اور سبزے کی اس عظیم وسعت کے ساتھ ساتھ سارے راستے پر ادھر اُدھر زمین کے سیاہ مربعے بکھرے ہوئے تھے جن میں پہلی بار ہل چلایا گیا تھا۔

لیکن دھوپ میں نہائے ہوئے اس حیرت انگیز دن میں بھی مجھے ایک پریشان کن خیال نے گھیر لیا تھا۔ میں نے اپنے مشاہدے کے دوران دیکھا تھا کہ نئے نئے ہل چلائے ہوئے مربعوں پر کاشت نہیں کی جا رہی تھی۔ بیج بونے والے پرانی زیرِکاشت زمین پر ہی کام کر رہے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ مقامی لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آ رہا ہے وہ دوسرے سال ہی بوائی کرتے ہیں۔ میں نے سوال پوچھنے میں عجلت سے کام

نہیں لیا۔ صرف ایک ٹیم کے ایک مقامی آدمی سے جوکہ بڑک ڈرائیور نہیں تھا میں نے پوچھا
"تم نئی زمین میں بوائی کب کرو گے؟ جون میں؟"

"جون میں بوائی؟" اس نے حیرت زدہ ہو کر بات دہرائی۔ "اس طرح تو ہر کوئی ہماری ہنسی اڑائے گا۔ ہمارے ہاں ایک کہاوت ہے جون میں بوائی کرنا ریت کے تودے پر تھوکنا ہے۔"

واپس اتباسر آتے ہوئے ماکارین راستہ بھر خاموش رہا۔

"تم کو رپورٹ کرنی چاہیئے۔" میں نے کہا۔

"رپورٹ کرنے کو ہے ہی کیا؟ آپ نے خود ہی دیکھ لیا ہے۔"

معلوم یہ ہوا کہ اتباسر ضلع میں کوئی بھی اس موسم بہار میں بوائی کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ کیوں؟ ماکارین نے وضاحت کی کہ یہ ایک قدیم رسم تھی کہ کوئی بھی زمین جس پر نیا نیا ہل چلایا گیا ہو اس پر دوسرے موسم بہار ہی میں فصل کاشت کی جاتی تھی۔ کیونکہ اس پر ہمیشہ دیر سے ہل چلایا جاتا تھا جو کسی صورت میں بھی جون سے پہلے نہیں ہوتا تھا۔ لیکن دیر سے کیوں؟ کیونکہ اس سے پہلے کسان بوائی کے کام میں مصروف ہوتا تھا۔ بوائی اور ہل چلانا وہ دونوں کام بیک وقت نہیں کر سکتا تھا اور جب تک وہ نئی زمینوں تک پہنچتا بوائی کرنا بے معنی ہو جاتا تھا۔ زمین دوسرے سال کے موسم بہار کا انتظار کرتی تھی اور صرف اسی طرح وہ اپنی پہلی اور عام طور پر بہتر فصل دیتی تھی۔ لہٰذا قدیم رسمیں، مقبول تصورات اور گہرے، تعصبات۔ اتباسر کے لوگوں نے اس مسئلے پر بہت طویل بحث کی تھی۔ اور پہلے سال بوائی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کے متعلق پہلے بھی بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ میری پشت پر سنجیدہ سائنسدانوں کا مشورہ تھا۔ میں نے ان ڈھیروں تحریروں کا مطالعہ کیا تھا جو ان مہم جو ٹیموں نے مجھے مہیا کی تھی جنہوں نے مدت ہوئی نئی زمینوں کی چھان بین کا کام شروع کیا تھا۔ میں اس کے متعلق مزید گفتگو بعد میں کروں گا۔ ۱۹۵۵ء کی آئندہ فصل کے لیے ہم نے جس قدر زمین پر ممکن ہو ٹھیک جون میں ہل چلانے کا منصوبہ بنایا۔ کیونکہ ان علاقوں میں موسم گرما

کے اواخر یا خزاں کے موسم میں نئی زمین یا موسم سرما کی غیر مزروعہ اراضی دونوں پر ہل چلانا اتنا ہی غیر پسندیدہ تھا جتنا کہ جون میں بوائی کرنا۔ سائنسدانوں نے بھی اس کی تصدیق کر دی تھی اور یہ بات ہمارے منصوبوں میں بھی درج تھی۔ لیکن اس پہلے موسم بہار میں ہم نئی زمین پر اپریل اور مئی میں ہل چلا رہے تھے اور وہ بھی دوسرے سال کی فصل کے لیے نہیں بلکہ اسی سال کی فصل کے لئے!

لوگوں کو قائل کرنا ضروری تھا۔ اپنے اپنے خیالوں میں گم ہم پھر واپس شہر میں گئے۔ میں نے ماکارین کے ساتھ اس کے گھر پر کھانا کھایا۔ ہم نے سائبریا کے گوشت کی ڈمپلنگ کے ساتھ ساتھ دودھ گلاس پیئے۔ یہ میرا پسندیدہ کھانا تھا۔ جو اس کی بیوی فیودوریا کونیپا نے تیار کیا تھا۔ ہم نے ایک گلاس نئی زمینوں پر کامیاب آغاز کے نام اور دوسرا اپنی میزبان خاتون کے نام پیا۔ اس شام واسیلی فلیپووچ ہر قسم کے سوال پوچھ پوچھ کر نہ تھکتا تھا۔

"کیا تمہیں واقعی یقین ہے کہ یہ زمینیں ملک کا سب سے بڑا اناج گھر بن جائیں گی؟"

"کیا تمہیں اس میں کوئی شک ہے؟"

"ہمیں اس زمین پر اتنی سخت محنت کرنی پڑی ہے . . . ."

"واسیلی فلیپووچ! مجھے نہ صرف یقین ہے بلکہ مجھے اس پراجیکٹ میں شریک ہونے پر فخر ہے۔"

میں اس شخص کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور اس کی ذہنی کیفیت سے واقف تھا۔ وہ ان پرانے مقامی اہل کاروں میں سے ایک تھا جس کو ہم نے کام کے یکسر بدلے ہوئے معیار کے باوجود اس کے سابقہ عہدے پر بحال رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور ہم نے غلط نہیں کیا تھا۔ عظیم واقعات نے پہلے ان کو صرف کسی حد تک حیران کر دیا تھا۔ ماکارین ان ہزاروں ضلع پارٹی کمیٹیوں کے سیکریٹریوں میں سے ایک تھا۔ جو پارٹی کے بنیادی سطح کے سخت مشکل کام کا زیادہ تر بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں۔ وہ دھوپ میں جلتے ہوئے دور افتادہ اسٹیپی میں گم ایک انتہائی خاموش چھوٹے سے قصبے میں رہ کر کام کر رہا تھا اور اس کی زندگی ایک نرم اور متوازن رفتار سے گزری تھی۔ لیکن پھر ۱۹۵۴ء آ گیا اور وہ قصبہ سارے ملک

کے سامنے زمینوں کی مہم کا مرکز بن گیا۔ ماکارین کے حق میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس کے پاس کسانوں کی سی وہ پختگی اور اس قسم کا دماغ تھا جو چیزوں کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے اور کسی شخص کو نئے مقصد میں گہرا یقین پیدا کرنے اور اپنی ہنر مندی کی تمام تر غیر معمولی طاقت کے ساتھ اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دینے کے قابل بناتا ہے۔

دوسری صبح میری درخواست پر اس نے ریاستی فارموں کے ڈائرکٹروں۔ اے۔ وی زاوُرالوف، آئی۔ جی لیخو بابا، اور جی۔ وائی طوطیکوف کو پارٹی کمیٹی کے دفتر میں جمع کیا۔ ضلع عاملہ کمیٹی کے چیئرمین ایس۔ کے گالوشچک اور اس کے نائب رحیم قیصارین اور دوسرے کامریڈوں نے بھی شرکت کی۔ ہم نے ایک بار پھر تمام چیزوں پر بحث کی۔ میں نے ہر شخص کی رائے کو غور سے سنا اور آخر میں کہا:۔

"یہ اچھی بات ہے کہ آپ اس عظیم پراجیکٹ کا مکمل اور محتاط جائزہ لے رہے ہیں لیکن آیئے ہم اصل موضوع کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں۔ کیا کوئی پرائیویٹ دیہاتی کسان چاہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں اس کی صحت بڑی اچھی ہو نئی زمین پر اتنی تیزی سے کام کر سکتا تھا جس طرح کہ ہم اب کر سکتے ہیں۔ یقیناً نہیں! ایک چوبی ہل کے ساتھ یا زیادہ سے زیادہ آہنی پھل والے ہل کے ساتھ وہ اپنی زمین کے ٹکڑے پر مٹی ہیں تو ہل چلا سکتا تھا لیکن وہ اس پر فصل اگانے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا اس طرح اس کو تقریباً ایک سال یا اس سے بھی زیادہ انتظار کرنا پڑتا تھا یہاں تک کہ مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے سورج، پانی یا کہرے کے اثر سے خود ہی ٹوٹ پھوٹ جاتے تھے۔ کیا ہم اس کسان کو اپنا معیار مقرر کر لیں اور اس کا تلخ اور ناگزیر تجربہ ادھار مانگ لیں؟ میرے خیال میں نہیں۔ آج ہم کو جو مشینری دستیاب ہے اس سے ہم ہل چلائی ہوئی زمین کو نرم، مسام دار اور دو تین دن میں بیج قبول کرنے قابل بنا سکتے ہیں اور اپنی محنت کا پھل اسی سال حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا کرنا سب سے بہتر ہے۔"

"فیصلہ کس چیز کا کرنا ہے؟ میں اتنے عرصے سے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں بوائی کرنی چاہیئے۔" زوادالوف نے گرمجوشی سے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر بوائی کریں۔"

آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ اس لئے نہیں کہ کوئی ہمیں روک رہا ہے یا منع کر رہا ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں "کہ دیکھنا کہیں سر کے بل نہ گر پڑنا۔ تم مقامی آدمی نہیں ہو۔ تم اس زمین کو نہیں جانتے۔ اور اس سے انسان کے ذہن میں شکوک و شبہات کا پیدا ہونا ضروری ہے۔"

"ہم نے جہاں کہیں اب تک ہل چلایا ہے وہاں بوائی ضرور کریں گے" ماکارین نے مجھے یقین دلایا۔ "آپ نے ہمیں قائل کر لیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو خواہ مخواہ پریشانی میں مبتلا کر لیا تھا۔"

یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ایک اور بات یاد رکھیں میں نے مزید کہا۔ جو دلائل یہاں پیش کئے گئے ہیں وہ زراعت سے متعلق اور تکنیکی نوعیت کے تھے اور اس مسئلے کے سیاسی پہلو کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا گیا۔ لیکن ہمیں جس چیز کا خیال رکھنا ہے وہ صرف بوائی کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اسی موسم بہار میں اس کی ضرورت ہے اس کے بعد نہیں۔ اور یہ صرف ایک معاشی ضرورت ہی نہیں ہے سیاسی مسئلہ بھی ہے۔ ہمیں ساری دنیا کو یہ دکھا دینا چاہیئے کہ ہم کمیونسٹ انتہائی کم مدت میں بڑے بڑے کام انجام دے سکتے ہیں اور اس کے علاوہ انسانی نقطۂ نظر سے بھی یہ ضروری ہے کہ ہر کاشتکار نئی زمینوں پر اپنی محنت کا پھل اسی سال حاصل کرے۔

۴

کبھی کبھی لوگ پوچھتے ہیں کہ نئی زمینوں کو زیر کاشت لانے کے خیال کا خالق کون ہے؟ میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ سوال بذاتِ خود غلط ہے اور اس سے ہماری پارٹی اور...... ہمارے عوام کی ایک عظیم کامیابی کو کسی ایک فرد کے "قصور" اور عزم کے ساتھ منسوب کرنے کی کوشش ظاہر ہوتی ہے۔

نئی زمینوں کی آبادکاری ایک عظیم الشان خیال تھا جس کو کمیونسٹ پارٹی نے جنم دیا اور اگر تاریخ کی اصطلاحوں میں بات کی جائے تو جس کو جامۂ عمل پہنا کر ایک بے کیف، دور افتادہ لیکن زرخیز، مشرقی ستیپی کو تقریباً فوراً ایک ترقی یافتہ معیشت اور سرسبز و شاداب کلچر کی سرزمین میں تبدیل کر دیا گیا۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قزاخستان، مغربی سائبیریا اور روس کے مشرق بعید کی وسیع پہنائیوں کی آبادکاری کا آغاز ۱۹ویں صدی میں یورپی روس کے فلاکت زدہ کسانوں سے ہوا۔ اور گریٹ ٹرانس سائبیرین ریلوے کے کھلنے سے اس میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ لاکھوں بے دخل، بے زمین، فاقہ کش عہدِ زار کے روسی کسان اپنے خاندانوں سمیت زمین اور مسرت کے حصول کی امید لگائے، مشرق میں "سرزمین موعود" کی طرف سخت مایوسی کی حالت میں نکل کھڑے ہوئے۔ وہ پُر ہجوم مال گاڑیوں، دو پہیہ چھکڑوں اور ویگنوں میں سفر کرتے تھے۔ مستقبل کے ان آبادکاروں میں سے ہزاروں اس طویل اور سخت مشکل سفر کے دوران بھوک اور بیماری سے چور ہو کر راستے ہی میں مر گئے۔ آرٹ اور تاریخ نے ہمارے لئے اس ڈرامائی داستان کے بہت سے شواہد چھوڑے ہیں۔ مثال کے طور پر سرجیائی ایوانوف کی پینٹنگ "ایک آبادکار کی موت" کو دیکھیے۔ دور افتادہ ستیپی کے راستے میں اپنی منزل سے بہت دور جہاں وہ کبھی نہیں پہنچ پائے گا ایک کسان خاندان کا سربراہ اس کا کفیل مر جاتا ہے۔ اس کی بیوہ اور اس کے بچوں کا کیا بنے گا؟ یہ وہ،

غور وانگیز سوال ہے جو ہم اس مشہور پینٹنگ کو دیکھ کر عموماً اپنے آپ سے پوچھتے ہیں۔
لیکن ان زمینوں پر جو ہل سے کبھی آشنا نہیں ہوئی تھیں، صحیح سلامت پہنچنے والوں نے بھی اپنے آپ کو سخت مصیبت میں مبتلا پایا۔ وہ اس اجاڑ اور سخت گیر ستیپی سے دست بدست معرکے میں مصروف ہو گئے جہاں نہ رہنے کو جگہ تھی نہ سڑکیں تھیں نہ پانی تھا اور نہ ہی کہیں سے کسی امداد کی توقع تھی جو ایک مریل ٹٹو ایک چوبی یا زیادہ سے زیادہ ایک آہنی ہل وہ کل "تکنیکی ساز و سامان" تھا جو ان کے پاس تھا۔

"نئی زمینوں کو زیر کاشت لانے کے عمل" نے قبل از انقلاب کے دور میں ملک گیر تباہی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ آبادکاروں کے متعلق زارشاہی کے سفاک اور غیر انسانی طرز عمل کو چیخوف، کورولینکو اور اسپنسکی نے غضبناک انداز میں بیان کیا ہے اپنے مجموعہ مضامین "آبادکاروں کی طرف سفر" میں گلیب اسپنسکی نے ایک بارڈی میں جو کچھ دیکھا اس کی تصویر کشی مخصوص انداز میں کی ہے۔

"کسی چیز کے کالے ڈھیر جو زیادہ بڑے نہیں تھے اور دیکھنے میں دلدلی کوئلے یا سوکھے گوبر کے ڈھیر نظر آتے تھے ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے اور ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں تھی جو انسانی آبادی سے بھی مشابہت رکھتی ہو۔ ایک بھی انسانی شکل کہیں دیکھنے کو نہیں ملتی اور نہ ہی اس بات کا کوئی امکان نظر آتا ہے کہ لوگ یہاں رہ سکتے ہیں اور پھر بھی وہاں وہ رہتے ضرور ہیں ۔ ۔ ۔ ۔"

ہم نے ستیپی میں ہر طرف اس طرح کے "کالے ڈھیروں" کے کھنڈر مٹی کے یہ گھروندے دیکھے جو ہمیشہ نئی زمینوں کے ان ابتدائی آبادکاروں کی بدقسمتی کے الم انگیز تاثرات پیدا کرتے ہیں۔

اس قسم کے ناقابل برداشت حالات کے پیش نظر کسانوں نے روس، یوکرین اور اور بائیلوروس کی طرف اتنی ہی اندوہناک تقدیر کی آغوش میں پناہ لینے کے لئے واپس بھاگنا شروع کر دیا۔ سخت غضبناک ہو کر لینن نے آبادکاروں کے متعلق زار حکومت کی پالیسی کو ہدف ملامت بنایا۔ انہوں نے لکھا۔ "وہ غریب رہے ہیں جو روس کی طرف واپس

آتے ہیں۔ سب سے زیادہ بدقسمت جنہوں نے سب کچھ کھو دیا ہے اور سخت غضبناک ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سائبیریا میں زمین کا مسئلہ اس قدر نازک صورت اختیار کر گیا ہے کہ حکومت کی سخت کوششوں کے باوجود بھی ہزاروں لاکھوں آبادکاروں کے قیام کا انتظام ناممکن ہو گیا ہے۔" اور ایک دوسرے مضمون میں انہوں نے لکھا۔ "واپس آنے والے آبادکاروں کی یہ بہت بڑی لہر ان کسانوں کی تباہی اور غربت کی خطرناک اور قابل رحم حالت کو بے نقاب کرتی ہے جنہوں نے سائبیریا جانے کے لئے اپنے وطن میں سب کچھ فروخت کر دیا تھا اور جن کو اب بالکل تباہ حالی اور مفلسی کی حالت میں سائبیریا سے واپس آنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے۔"

مغرب سے مشرق کی جانب اور مخالف سمت میں پریشان حال لوگوں کے بڑے بڑے گروہوں کی مراجعت نے جو خوفناک تاثر پیدا کر دیا تھا اس کے ازالے کے لئے اور حکومت کے اقدامات کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش میں اس مسئلے کے بورژوا طالب علم اس نظریے پر انحصار کرتے تھے۔ کہ سارا قصور بذات خود سٹیپی میدانوں کا تھا۔ ان کا اصرار تھا کہ زمینیں اپنی قدرتی خصوصیات کی وجہ سے ناقابلِ استعمال تھیں لیکن کیا روس میں ایک بھی ایسا شخص موجود تھا جو یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ان زرخیز نئی زمینوں پر ایک تہمت ہے جو صدیوں سے زرخیزی کو اپنے دامن میں سمیٹتی چلی آ رہی تھیں؟

آج سے بہت عرصہ پہلے ۱۸ویں صدی میں "سائبیریا کے خاکوں کی کتاب" کے مصنف ایس۔ یو رمیزوف نے سائبیریا اور شمالی کزاخستان کے متعلق لکھا تھا کہ "یہاں کی زمین اناج، سبزیوں، اور مویشیوں کے لئے بہت مفید ہے۔" نام نہاد سائنسدانوں کی ایجادات کا خاکہ اڑاتے ہوئے لینن نے ایک سے زیادہ مرتبہ لکھا ہے "وہاں ابھی تک زمینیں خالی پڑی ہیں . . . بہترین زمینیں۔ جن کو زیر کاشت لانا ضروری ہے۔" ان کے مجموعۂ مضامین کی ۱۳ ویں جلد کے صفحہ ۲۵۳ پر میں نے ایک حیرت انگیز اور پُر حاصل تبصرہ دیکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ زمینیں اپنی قدرتی خصوصیات کی وجہ سے اتنی غیر مفید نہیں ہیں جتنی کہ زراعت کے معاشرتی حالات کی وجہ سے غیر مفید ہیں . . . .

جو تکنیکی طریقوں میں جمود پیدا کر دیتے ہیں اور آبادی کو بے حقوق لوگوں کی سطح پر لا کر اس کو مظلومیت، جہالت اور مایوسی کا شکار بنا دیتے ہیں۔٭

انقلابِ اکتوبر نے زراعت کے معاشرتی حالات بنیادی طور پر تبدیل کر دیئے اور اس طرح مغربی سائبیریا، شمالی کزاختان، وولگا، شمالی کاکیشیا، یورال اور ہمارے مشرقِ بعید میں ہر جگہ نئی زمینوں کو استعمال کرنے کے مواقع پیدا ہو گئے ہیں۔ ۱۹۴۰ء تک ملک کا زیر کاشت رقبہ ۱۹۱۳ء کے مقابلے میں ۲۲ اعشاریہ ۴ ملین ہیکٹر تک بڑھ گیا تھا۔ سوویت یونین کے ارضی ذخیروں کی کاشت کے اگلے مرحلے کا آغاز ۵ ویں دہائی کے وسط میں کیا گیا تھا جب نئی زمینوں سے اناج حاصل کرنے کی اشد ضرورت اس تاریخی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے اصل موقع کے مطابق ہو گئی۔

پارٹی نئی زمینوں کے اندر تک اس بڑی پیش قدمی کا آغاز کرنے کے لئے طویل عرصے سے تیاری کر رہی تھی۔ دوسری دہائی کے اواخر میں مشہور عالم سائنسدان تلائیکوف نے اپنی چشم تصور سے یہ دیکھ کر کہ بڑے بڑے مشینی فارموں کا قیام نئی زمینوں کو مطیع کرنے کا امکان پیدا کرے گا ملک کے مشرقی علاقوں میں قابل استعمال زمین کا صحیح صحیح جائزہ لینے کے لئے پہلی مہم منظم کی۔ اس نے اپنی اس مہم کی کامیابی کا ذکر اپنے مضامین اور سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (ب) کی مرکزی کمیٹی کے نام ایک یادداشت میں کیا۔ ۱۹۳۰ء میں ۱۶ ویں کانگریس جس میں اتفاق سے تلائیکوف کو ایک آزمائشی رکن کی حیثیت سے پارٹی میں شامل کیا گیا نے مشرقی علاقوں میں اناج کی کاشت کا سوال اٹھایا۔ ''اجتماعی فارم تحریک اور زراعت کی انتہائی زیادہ ترقی'' نامی رپورٹ میں جسے مرکزی کمیٹی کے زرعی محکمے نے تیار کیا تھا۔ پارٹی کا موقف واضح طور پر پیش کیا گیا۔ وہ دلچسپ اور پیش بینی کی حامل رپورٹ درج ذیل ہے۔

. . . '' جہاں زیادہ قیمتی فصلیں پیدا نہیں ہو سکتیں اور جہاں ٹریکٹر چوبیس گھنٹے کام کر سکتے ہیں ہم وہاں گندم کاشت کریں گے۔ سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی (ب) کے ایک نئے آزمائشی رکن اور خشک زمینوں کی کاشت کے دنیا

کے سب سے بڑے ماہر پروفیسر تلائیگوف کے تخمینے کے مطابق کزاختستان میں ۵۰ سے ۵۵ ملین ہیکٹر تک ایسی زمین موجود ہے جو بوائی کے لیے کارآمد سمجھی جا سکتی ہے۔ اس میں سے ۳۶ملین ہیکٹر شمالی اضلاع میں سائبیریا اور یورال کے ساتھ واقع ہیں۔ یعنی اکیتوبنسک، کستانائی، پیرلوپاولو وسک، اکمولنسک، پاولوڈار اور سیمی پلاٹنسک۔ یہاں گندم کی فصلیں قابل زراعت رقبے کے صرف ۵ فی صد پر بوئی جاتی ہیں۔"

"ہم اس مسئلے کو کس طرح حل کرنا چاہتے ہیں؟ اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ گندم کے مسئلے کو انتہائی کم آبادی والے علاقوں میں حل کرنا ہوگا۔ ایسے علاقوں میں جہاں زمین ٹریکٹر اور کمبائن کو زیادہ سے زیادہ مستعدی سے استعمال میں لانے کی اجازت دے گی . . . . اس میں مزید ۲۰ سے ۲۵ ملین ہیکٹر پر گندم اگانے کے لئے تقریباً ۰۰۰،۱۰۰ سے ایک ملین تک ہارس پاور صرف ہوگی۔ ہم اس کی ذمہ داری لے سکتے ہیں اور ہمیں لینی ہوگی!"

"اس مسئلے کا انتظامی حل عملے اور جانوروں کا کم از کم استعمال ہے۔ تاکہ فصلوں کو ناکامی سے بچانے کے لیے بڑے بڑے محفوظ ذرائع کو وہاں نہ رکھنا پڑے۔ تمام تر مشینی ذرائع کے علاوہ ٹریکٹروں، ہر مشین اور ہر آدمی کے لیے پورا پورا کام مقرر ہونا چاہیے۔ یہاں بنیادی نکتہ یہ ہونا چاہیے کہ ایک آدمی کو ۲۰۰ ہیکٹر پر کام کرنا ہوگا۔"

یہ تجویزیں کانگرس نے منظور کر لیں اور لوگوں کی طرف سے بھی ان کے متعلق پسندیدگی اور حمایت کا اظہار کیا گیا۔ مرکزی اور مقامی اخباروں نے بھی نئی زمینوں کو زیر کاشت لانے کی ضرورت کے متعلق اس وقت بہت کچھ لکھا۔ سوویت یونین کی عوامی کمیسارئیٹ برائے زراعت نے کزاختستان اور سائبیریا میں اناج پیدا کرنے والے پہلے ریاستی فارموں کے قیام کا آغاز کیا۔ اور بعد میں جب نئی زمینوں کی وسیع ترقی کا انتظام کیا گیا تو ان کا تجربہ ہمارے لیے مفید ثابت ہوا۔ لیکن یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی کہ ان برسوں میں ملک ابھی کھیتی کی وسیع پیمانہ بوئی میں کافی مشینری نہیں بھیج سکتا تھا اور پھر جنگ شروع ہو گئی لیکن نئی اور غیر آباد زمینوں کو بڑے پیمانے پر زیر کاشت لانے کا

خیال ختم نہ ہوا۔ وہ خود زمین کی طرح اپنی قسمت بیدار ہونے کے انتظار میں رہا۔

۱۹۷۴ء میں نئی زمینوں کو زیر کاشت لانے کی ۲۰ ویں سالگرہ کے موقع پر الما آتا میں ایک کانفرنس میں اپنی تقریر کے دوران میں نے کہا تھا کہ تاریخی واقعات اور بڑے بڑے سیاسی فیصلوں کی اصل اہمیت عام طور پر فوراً ظاہر نہیں ہوتی یہ تیزی سے ان کا پیچھا نہیں کرتی بلکہ بہت دیر بعد جب ارادے اور حاصل شدہ نتائج کا موازنہ کرتا اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ان واقعات اور فیصلوں کے حقیقی اثر کا جائزہ لینا ممکن ہو جاتا ہے تو ان کی اہمیت سامنے آتی ہے۔ تاریخی فاصلہ تفصیلات کو دھندلا دیتا ہے اور اہم اور بنیادی خصوصیات کو نمایاں کرتا ہے۔ اور نئی زمینوں کے پراجیکٹ کے متعلق سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ۱۹۵۴ء میں پارٹی نے قومی سطح کا ایک انتہائی اہم اور ضروری کام متعین کیا تھا اور یہ اہم چیز سوویت عوام نے پوری طرح سمجھ لی تھی اور اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا تھا۔

آیئے ذرا پانچویں دہائی کے اوائل کی صورت حال کو یاد کریں۔ ان برسوں میں اناج کی صورت حال خاصی تشویشناک ہو گئی تھی۔ ملک میں اناج کی عام پیداوار کا تناسب ۹ فی صد فی ہیکٹر سے زیادہ نہیں تھا۔ ۱۹۵۳ء میں ۳۱ ملین ٹن سے صرف کچھ ہی زیادہ اناج پیدا ہوا۔ جب کہ اس کے مقابلے میں ۳۲ ملین ٹن اناج استعمال میں لایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو ملک کے محفوظ ذخیرے میں سے اناج خرچ کرنا پڑا۔

اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے بنیادی، فیصلہ کن اور سب سے بڑھ کر فوری نوعیت کی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔ ان حالات میں پارٹی نے پرانے زرعی علاقوں میں پیداوار بڑھانے کے مسائل سے اپنی توجہ ہٹائے بغیر فصلوں کے رقبوں میں نمایاں اور جلد از جلد توسیع کرنے کے کام کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اور یہ صرف مشرق کی نئی زمینوں کی قیمت پر ہی ہو سکتا تھا۔

میں خاص طور سے اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ فصلوں کے رقبوں میں یہ توسیع ماہیتی بھی تھی اور مقداری بھی۔ ملک کو صرف اناج ہی کی ضرورت نہیں تھی وہ خوراک کی

انتہائی قیمتی فصل گندم کی سخت کمی کے تجربے سے بھی گزر رہا تھا۔ اور یہ گندم صرف نئی زمینیں ہی مہیا کر سکتی تھیں جہاں اعلٰے معیار اور طاقتور قسموں کی گندم کاشت کی جا سکتی تھی۔ اگر سب کچھ ٹھیک رہا تو ملک کے اناج کے توازن میں ایک بنیادی اور میں کہوں گا کہ انقلابی تبدیلی رونما ہوگی۔

آج اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد اور خاص طور سے نمایاں نتائج کی وجہ سے ہر چیز ناقابل تردید نظر آتی ہے۔ ہم حیران بھی ہوتے ہیں کہ نئی زمینوں کے پراجیکٹ کا مخالف کوئی کیسے ہو سکتا تھا۔ لیکن مخالف اس وقت تھے۔ تاہم پارٹی کے مخالف گروہ کے ارکان ہی جو بہت جلد تشکیل ہونے والا تھا اس کے اصل اور سخت مخالف گردانے جا سکتے تھے، جو اس بات پر تلے ہوئے تھے۔ کہ نئی زمینوں کے متعلق کبھی کچھ نہیں بنیں گے۔ ان لوگوں کو ایک بالکل دوسری قسم کے لوگوں کے ساتھ نہیں ملانا چاہیئے وہ جو غلطی پر تھے۔ جن کو کچھ حقیقی شکوک تھے یا جو ضرورت سے زیادہ محتاط تھے۔ ان کو ہم نے صرف حقائق اور اعداد و شمار ہی سے قائل کرنے کی کوشش کی۔ ان کے موقف میں کوئی معاندانہ بات نہیں تھی۔ کسی بڑی ذمہ داری کے کام میں صحت مند شبہات کا پیدا ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ ہزاروں امکانات کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ ہر چیز کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل کا خیال رکھنا ہوتا ہے اور تیز رفتار اور یقینی فتح اور حرف فتح کا منصوبہ تیار کرنا ہوتا ہے۔

ہر قسم کے شبہات کے لئے ٹھوس وجوہات موجود تھیں۔ خالص قدرتی موسمی اور زرعی وجوہات کو لیجیئے۔ دوسرے بہت سے ملکوں کے برعکس خاص طور سے ریاستہائے متحدہ جہاں زراعت کے حالات تقریباً مثالی ہیں ہمارا ملک زیادہ تر نام نہاد بڑے خطرے کی زراعت کے منطقے میں واقع ہے۔ اس لئے کیا اس عنصر کے اثر میں اضافہ کر کے اور بڑے بڑے رقبوں کے نئے زرعی علاقے پیدا کر کے جہاں بعض ماہرین کی رائے میں فصلیں اگانا بالکل ناممکن تھا قدرت پر اور زیادہ انحصار کرنا سود مند ثابت ہو سکتا تھا؟ آخر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ۲۰۰ یا زیادہ سے زیادہ ۳۰۰ ملی میٹر سالانہ بارش والے قحط زدہ گرمی میں جھلسے ہوئے سٹیپوں میں ہزاروں لاکھوں ہیکٹر زمین پر گندم کاشت کی جائے گی۔

یہی وجہ تھی کہ اِس عظیم پراجیکٹ پر اتنی مکمل بحث کی گئی۔ ان دنوں مجھے ایک ضمنی واقعہ سنایا گیا جس میں کے۔ ای ورروشیلاف بھی شامل تھا۔ وہ زراعتی علاقے کے اپنے معمولی کے دوروں سے واپس آیا تھا۔ وہ بہت پریشان اور کسی حد تک افسردہ تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ نئی زمینوں کو زیر کاشت لانے کے کام پر بحث ہو رہی تھی۔ اور یہ جان کر کہ اس میں بہت زیادہ رقم، افرادی قوت اور مشینری کی ضرورت پڑے گی اس نے افسوسناک لہجے میں کہا۔ "اور سمولنسک کے دیہات میں بعض مقامات پر لوگ ابھی تک اپنے ہل خود کھینچ رہے ہیں۔"

پارٹی کے سامنے جو راستہ تھا وہ کسی طرح بھی آسان نہیں تھا۔ جنگ ختم ہوئے ابھی صرف ۹ سال ہوئے تھے۔ زخموں سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا۔ فاشیوں نے ....،، گاؤں جلا کر تباہ کر دیئے تھے۔ ....۹۸ ۱ اجتماعی فارم اور ۱۸۷۶ ریاستی فارم لوٹ لئے تھے۔ وہ ۷ ملین مویشی اور ۷ ملین گھوڑے ہانک کر لے گئے تھے۔ وہ علاقے جو دشمن کے قبضے میں نہیں آئے تھے ان کی مادی اور تکنیکی بنیاد "مشین اور ٹریکٹر" سٹیشنوں اور ریاستی اور اجتماعی فارموں کو بہت سخت نقصان پہنچا تھا۔ مشینیں کئی برسوں تک چلائی گئی تھیں۔ یہاں تک کہ اب وہ مرمت کے قابل بھی نہیں رہی تھیں۔ کھیتوں سے تناسل بڑھ جا رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ افرادی قوت کی ملک گیر کمی تھی۔ لاکھوں ٹریکٹر ڈرائیور، مکینک، انجینئر، اور ماہرین زراعت جنگ میں کام آ چکے تھے۔

سخت کوششوں کے بعد زرعی پیداوار کا قبل از جنگ کا معیار تو بحال ہو گیا تھا۔ لیکن دیہات کو ابھی تک امداد کی ضرورت تھی۔ زراعت آبادی کے لیے خوراک اور صنعت کے لئے خام مال کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا نہیں کر رہی تھی۔

سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی نے اپنے ستمبر ۱۹۵۳ء کے مکمل اجلاس میں ایک وسیع پروگرام منظور کیا جو زراعت میں رہنمائی کی خامیوں کو ختم کرنے کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ اس وقت یقیناً خود منطق، زر حاضر، اور تکنیکی اور افرادی قوت کی مشکل صورت حال کا تقاضا تھا کہ تمام توانائیوں کا رخ روایتی فصلیں پیدا کرنے والے فارموں کے علاقوں کی طرف موڑ

دیا جائے تاکہ اس کے مطابق پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔

لیکن پارٹی کا پروگرام ہر چند کہ وہ زراعت کے تمام شعبوں میں اضافے کے لیے بنایا گیا تھا فوری کامیابی کو یقینی نہ بنا سکا اور نہ ہی بنا سکتا تھا۔ یہ بات ہمارے اہم مقصد یعنی اناج کی پیداوار کے معاملے میں خاص طور پر صحیح تھی۔ کھیتوں میں فصلیں کاشت کر کے اور پودے لگا کر زیادہ پیداوار حاصل کرنا عام طور سے ایک طویل عمل ہوتا ہے۔ اس لئے اگرچہ اس میں خطرے بھی تھے۔ ہمیں اپنی رقموں اور ذرائع کے ایک حصے کو جرأت مندی کے ساتھ نئی زمینوں پر خرچ کر کے وقت حاصل کرنا پڑا جس سے ملک کے بری طرح متاثر ہونیوالے اناج کے توازن میں صرف ایک موسم میں ٹھوس اضافے کی امید تھی۔ نئی زمین کے پہلے ۱۳ ملین ہیکٹر جو ۱۹۵۴ء میں زیر کاشت لائے گئے تھے اگر حالات ٹھیک رہتے تو اسی موسم خزاں میں ہمارے اناج گھروں کے لئے اضافی ۸۰۰ — ۹۰۰ ملین پوڈ منڈی میں فروخت ہونے والا اناج پیدا کر سکتے تھے۔ اور یہی وہ راستہ تھا جو پارٹی نے اختیار کیا۔ اس طرح اس نے ایک طرف تو اناج کی شکل میں فوری اور ٹھوس نتیجے کی حامل مصافیاتی برتری اور دوسری طرف جنگی برتری حاصل کر لی جو اس حقیقت میں مضمر تھی کہ ہم باہر نئی زمینوں پر کم ہتھیاروں کے ساتھ ان کی دولت کو لوٹنے، ان کی زرخیزی کا بہترین پھل حاصل کرنے اور گھروں کو لوٹ آنے کے لئے نہیں جا رہے تھے بلکہ ایک طویل مدت تک وہاں ٹھہرنے کے لیے جا رہے تھے۔

اتفاق سے کلیمنٹ ووروشیلاف بھی ان لوگوں میں سے تھا جو یہ دیکھنا جانتے تھے کہ کوئی اہم ریاستی ذمہ داری بروقت تھی یا قبل از وقت تھی۔ وہ نئی زمینوں کا حامی تھا اور بعد میں جب اس نے کزاخستان کا دورہ کیا اور یہ گندم کے بے کراں کھیت دیکھے تو مسرت کے عالم میں اس نے مجھ سے کہا:۔

" یہ کتنی اچھی بات ہے کہ ہم یہاں آ گئے۔ بائیلوروس، سمولنسک اور وولوگدا کے لوگوں کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ یہاں ان وسیع پہنائیوں میں پک رہی ہے۔ اور یہ ایکسپریس ایمبولنس میں آ رہی ہے۔ کیوں نہ ہم نئی زمینوں کی گندم سے بھرے ہوئے

بڑکوں پر زرد صلیب کے نشان بھی لگا دیں جو گندم کے رنگ سے ملتا ہے یہ ہمارے لئے ایک عظیم مدد ہے - عظیم مدد!"

لیکن یہ سب کچھ بعد میں ہوا - اس وقت ۵۴-۱۹۵۳ء میں تو صرف بحث ہوتی رہی سب سے بڑا اعتراض یہ تھا: بالکل بنجر اور غیر آباد سیٹپی میں کسی عقبی مدد کے بغیر اتنا بڑا آرمیڈا داخل کرنے کا ارادہ کرنا کس کے لئے کس طرح ممکن ہے؟ سب سے پہلے بستیاں، سکول، ہسپتال، سڑکیں، مرمت کرنے کی فیکٹریاں، دکانیں اور اناج گھر تعمیر کرنا ضروری ہے اور اس کے بعد ہی مشینیں اور عملہ لانا چاہیئے!

اس کا جواب کوئی کیا دے سکتا تھا - اگر یہ سب چیزیں میسر ہوتیں تو یقیناً بڑی اچھی بات ہوتی لیکن وہ لوگ جو اس قسم کے سوال کرتے تھے - ان کو علم نہیں تھا کہ ہمیں نئی زمینوں سے فوراً اناج حاصل کرنے کی ضرورت تھی - ہم وہاں ان زمینوں کا انتظام کرنے ان کو قابل رہائش بنانے اور سارا اناج ایک ہی آپریشن میں حاصل کرنے کے لئے جا رہے تھے - سوشلزم کو قائم رکھنے میں سوویت عوام کو اکثر اوقات وقت حاصل کرنے کے لئے بالکل خالی ہاتھوں سے کام شروع کرنا پڑا ہے - پارٹی نے جن لوگوں کو اس پراجیکٹ میں حصہ لینے کے لئے کہا تھا ان کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ یہ ایک مشکل اور سخت مشکل کام ہوگا - یہ ایک جنگ ہوگی اور کوئی بھی جنگ شجاعت کا تقاضا کرتی ہے - اور ہزاروں لاکھوں محب وطن لوگوں نے شعوری طور پر یہ کارنامہ سر انجام دینے کا ذمہ لیا -

پارٹی اور انتہائی طور پر اہم اور بنیادی نوعیت کے فیصلے عوام کی رائے حاصل کئے بغیر نہیں کرتی اور یہ کام اس سے مستثنیٰ نہیں تھا - ۱۹۵۳ء کے اواخر اور ۱۹۵۴ء کے اوائل، میں روسی وفاق کی عملداریوں اور علاقوں، کزاخستان اور دوسرے جمہوریوں میں منعقد ہونے والے سینکڑوں اجلاس اور کانفرنسیں یہ ظاہر کرتے تھے کہ عوام پارٹی کے "نئی اور غیر آباد زمینوں کو زیر کاشت لانے کے خیال کی حمایت کرتے ہیں اور اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں -

ان جگہوں میں جہاں نئی زمینوں کے لئے حقیقت میں جنگ کا آغاز ہونیوالا

تھا وہاں بھی اس کے متعلق یقیناً بحث ہو رہی تھی اور شکوک و شبہات کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ لیکن شکوک و شبہات تو پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ پارٹی نئی زمینوں پر محض ایک معمولی سے حملے کا منصوبہ نہیں بنا رہی تھی بلکہ اس نے ایک بڑی، سطح کا قومی اور معاشی پروگرام سوچا اور تیار کیا ہے تو انہوں نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اس کی حمایت کی۔ وہ کہانی جو ایک شخص نے سنائی جس کا ذکر میں ان یادداشتوں میں پہلے کر چکا ہوں امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ اتباسر ضلع پارٹی کمیٹی کے اول سیکریٹری وی۔ الیف۔ مارکارین نے جو نئی زمینوں پر سوشلسٹ محنت کا ہیرو بنا اپنے شکوک و شبہات کے متعلق جو کچھ لکھا وہ درج ذیل ہے:۔

"اس وقت جبکہ کئی سال گزر چکے ہیں اور بہت سی باتیں ذہن سے اتر چکی ہیں۔ کسی قدر شیخی بگھارتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم سب جو کسی نہ کسی طرح نئی زمینوں کے مدار میں داخل ہوئے تھے گھڑ سواروں کی طرح برہنہ شمشیریں لیے ہوئے خاموش ستیپی پر ایک یلغار کر کے اس کو فتح کرنے کے لیے تیار تھے لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہوگا۔ میں دیانتداری سے یہ بات کہوں گا کہ جب ہمیں معلوم ہوا کہ اتباسر کے لوگوں کے مقدر میں کیا ہے تو میں اور میرے ضلعی کمیٹی کے ساتھی اگر نرم الفاظ میں کہا جائے حیران رہ گئے تھے۔ اور اس بات کا سمجھنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ ہم جو یہاں پیدا ہوئے، پروان چڑھے اور ان علاقوں میں کام کرتے رہے تھے جانتے تھے کہ نئی زمین کس قسم کی تھی۔ ہم کو اس بات کا علم تھا کہ وہ کس بیدلی سے اپنے آپ کو کسان کے سپرد کرتی ہے۔ یہ کوئی حادثہ نہیں تھا کہ ایک سو سال سے بھی زیادہ عرصے کے دوران اتباسر کے کسان صرف ۰۰۰ ۱۰ ہیکٹر زمین پر ہل چلا سکتے تھے اور اس کے ایک تہائی پر فصل کاشت کر سکتے تھے اور یہ بھی صرف بہترین اور انتہائی موافق برسوں میں ممکن ہو سکا تھا۔ لیکن اب آئندہ دو برسوں میں ہمارا ضلع آدھ ملین ہیکٹر کھولے گا اور تقریباً سارے ستیپی میں ہل چلائے گا اور اس کو اناج، پیدا کرنے کے قابل بنائے گا! یہ ایک قابل غور چیز تھی . . . نہیں ہم کو بالکل کسی قسم کا کوئی شک نہیں تھا کہ ملک ہمیں کافی تعداد میں مشینیں مہیا کرے گا۔ کیونکہ اس وقت

تک اس کے پاس ایک ترقی یافتہ صنعت اور بہت بڑے معاشی وسائل تھے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں ان مشینوں کو چلانا کس نے تھا؟ ابھی تک ایسی مشینیں ایجاد نہیں ہوئیں جو انسانی مدد کے بغیر خود بخود ہل چلاتی ہیں۔ بوائی کرتی ہیں اور اناج کی فصل کاٹتی ہیں۔ اور اسے روٹیوں میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ بعض لوگ مجھ پر مبالغ کا الزام لگا سکتے ہیں۔ لیکن میں ان دنوں کی حقیقی صورت حال بیان کر رہا ہوں۔ ہم ایک عظیم اور نامعلوم ذمہ داری کے کام کا آغاز کر رہے تھے اور اس میں خطرے کا بہت بڑا عنصر شامل تھا۔"

میرا پرانا دوست واسیلی فلیمونوچ ماکارین ٹھیک کہتا تھا۔ خطرہ ضرور تھا۔ اور ضلع پارٹی کمیٹی کے سیکریٹری کو پارٹی کی طرف سے مقرر کردہ کام کو احسن طریقے سے انجام دینے کا حق حاصل تھا۔ حقیقت میں یہ اس کے لئے ضروری تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ ضلع کمیٹی اکثر اوقات پارٹی، سوویت اور فارموں کے فعال کارکنوں کو جمع کرتی تھی۔ اور یہ کہ وہ بحث کرتے تھے یہاں تک کہ کام کرنے کے مختلف طریقے تجویز کرتے کرتے ان کے گلے بیٹھ جاتے تھے۔

"لیکن ہمارے شکوک و شبہات"، مارکارین آخر میں کہتا ہے۔ "جلد ہی دور ہو گئے۔ پارٹی نے وہ تمام طریقے متوجہ لئے تھے جن کی ہم تمنا کر سکتے تھے۔ اس کو عوام کے بے پناہ اعتماد ان کی اعلیٰ درجے کی شہری بیداری اور ان کے جوش پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ جلد ہی مشینری ہمارے ضلع میں آنی شروع ہو گئی۔ ہزاروں نوجوانوں کے خطوط ان اجتماعی اور ریاستی فارموں کے پتے دریافت کرنے کے لئے آئے جن کو امداد کی ضرورت تھی۔ پارٹی کی اپیل کے جواب میں سینکڑوں سپشیلسٹ، شاندار تکنیکی ماہر ہمارے پاس آئے اور بے مثال دلیرانہ کام کا آغاز ہو گیا۔

۵

پرانی ڈکشنریوں میں آپ کو "نئی زمین" کی اصطلاح تو مل جائے گی لیکن "نئی زمین والوں" کی اصطلاح نہیں ملے گی۔ یہ ۵۰ ویں دہائی میں وضع کی گئی تھی جیسے کہ اجتماعی کھیتوں کا "کسان" کی اصطلاح اجتماعی ملکیت کے برسوں کے دوران وضع ہوئی تھی۔ نئی زمین کے تصور کے خالص زراعتی مضمرات ختم ہو گئے اور یہ ایک معاشرتی اصطلاح بن گئی، جس سے شہری ذمہ داری کا اعلیٰ شعور اور سوویت حب الوطنی ظاہر ہوتی ہے۔ نئی زمین والا ایک تاریخ ساز شخصیت ہے اور ایک عہد شجاعت کا نمائندہ ہے۔ اور اس لفظ میں ایک خاص کردار مضمر ہے جسے وقت کے تقاضوں نے تشکیل کیا ہے۔

ایک دن جب میں کستانائی علاقے کے ایک ریاستی فارم پر پہنچا جہاں صرف ایک چھوٹا سا مکان نوواردوں کے لئے تیار تھا اور لوگ ابھی خیموں اور زمین دوز پناہ گاہوں میں رہ رہے تھے تو مجھے معلوم ہوا کہ یہاں کا بہترین کمرہ ایک نوجوان جوڑے کو دیا گیا ہے جن کے ہاں ابھی ابھی لڑکا پیدا ہوا تھا۔ ہر کوئی اس موقع پر خوشی منا رہا تھا۔ اور مسرور باپ نے مجھے بتایا: "ہم ابھی ابھی یہاں پہنچے ہیں لیکن آپ ہمیں ابھی سے مقامی نئی زمین والے کہہ سکتے ہیں۔"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔ "اس سارے فارم پر صرف ایک ہی نئی زمین والا وہ لڑکا ہے جو یہاں پیدا ہوا ہے۔ تم نے ابھی یہاں جڑیں پکڑنی ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ فوراً ہو جائے گا اور یہ آسانی سے نہیں ہو گا۔"

مجھے وہ باتیں یاد آتی ہیں جو عرصہ ہوا میں نے سیلینوگراڈ علاقے میں اور اسی ابنامیر ضلع میں پہلے موسم بہار اور پھر موسم خزاں میں کی تھیں۔ ان کا انداز ہی اور تھا۔ میں نے نئی زمینوں پر پہلے موسم بہار میں ڈائریکٹروں کی شکایات سنیں کہ تمام نوارد کسی طرح بھی وہاں ٹھہرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ مارنیوو کا ریاستی فارم کے ڈائریکٹر اے۔ وی۔ زاؤدالوف نے مجھے بتایا:

"ایک طرف تو یہ ملے جلے لوگوں کا گروہ ہے اور دوسری طرف وہ فوج کی طرح ہیں ـــــ تمام نوجوان لوگ۔ آج یہاں اور کل رخصت!"

"ہاں یہ ایک مسئلہ تو ہے۔" میں نے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "نوجوان لوگ ہمیشہ مہم جو ہوتے ہیں۔ ایک یا دو برس بیس ان میں سے کچھ واپس جانا شروع کر دیں گے۔ تم خود دیکھ سکتے ہو کہ ان میں سے بیشتر لوگ صرف خیموں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ وہ کوئی سخت چیز چاہتے ہیں تاکہ اس پر غلبہ حاصل کر سکیں۔ وہ ہر وہ چیز تعمیر کریں گے جس کی آغازِ کار میں ضرورت پڑتی ہے وہ اپنا کام کریں گے، اکتا جائیں گے اور دوسرے علاقوں کی طرف مراجعت کر جائیں گے۔"

"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

"تم کو یہ سوچنا ہے کہ اپنے عملے کو کس طرح ساتھ رکھا جائے۔ میرے ذہن میں اس کو کرنے کے دو طریقے ہیں۔ کچھ لڑکیوں کو یہاں آنے کی دعوت دو۔ گوالنیں، لوائی کا کام کرنے والیاں، ٹیلیفون پر کام کرنے والیاں، باورچنیں، ڈاکٹرنیاں، استانیاں۔ کیا ان کے لیے ابھی سے یہاں بہت سا کام کرنے کو نہیں ہے اور آئندہ نئی زمینوں پر تو اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ لڑکیوں کو بلاؤ اور بہت سے لڑکے ہمیشہ کے لئے یہاں کے ہو کر رہ جائیں گے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شادی شدہ لوگوں کو بلاؤ۔ لیکن تم کو ان کے لئے پہلے سے مناسب حالات پیدا کرنے ہوں گے۔ اس طرح ہم اس زمین کو آباد کر سکیں گے۔"

ہم حقیقت میں جس چیز کے متعلق بات کر رہے تھے وہ انسانی مسرت کا منصوبہ تیار کرنا تھا ہر کسی کو ایک گھر کی ضرورت ہوتی ہے۔ محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ ہی ریاست اور نہ ہی معاشرہ کسی کو "منتخب شخصیت" قرار دے سکتا ہے جیسا کہ وہ پرانے زمانے میں کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ کہیں بھی خالص "مردانہ" علاقے یا خالص "زنانہ" قصبے نہیں پائے جاتے۔ اور اگر مل جل کر رہنے کے مسائل مہارت سے حل کئے جائیں گے تو نوجوان لوگ ایک دوسرے کو تلاش کر لیں گے اور خوش ہوں گے اور خوش ان کو ہونا بھی چاہیے کیونکہ اس کے بغیر ملک خوشحال نہیں ہو سکتا۔

یہ اتباسر ضلع تھا جس نے جلد ہی لڑکیوں کو بلانے کا کام شروع کیا —— نوجوان عورتیں نئی زمینوں پر —— الما آتا واپس جا کر ۱۷ جولائی ۱۹۵۴ء کے پراودا میں میں نے ویمیر نیودکا ریاستی فارم کی نوجوان عورتوں کی طرف سے ایک خط پڑھ کر میں بہت مطمئن ہوا اس میں ریبیتہ بمیلیا نووا، الیگزانڈرا زاپجی، یلینا کلیشنیا، ویلنٹینا نیپوچیتوودا، پولینا پشکووا اور لیوڈمیلا سمیونووا نے لڑکیوں اور سارے ملک کی عورتوں کو نئی زمینوں پر آنے کی اپیل کی تھی۔ اس کا جواب بہت شاندار تھا۔ جب میں موسم خزاں میں کٹائی کے وقت واپس اتباسر آیا تو پھر زاؤدالوف سے ملا۔ وہ خوش بھی تھا اور سخت پریشان بھی۔

"کیا ہوا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آہ، لیونڈ ایلیچ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب میں یہاں کا ڈائریکٹر نہیں ہوں بلکہ بڑا ڈاکیہ ہوں۔ . . . . فارم پر ہزاروں لڑکیوں کے خطوط موصول ہو رہے ہیں وہ سفر کے لئے تیار بیٹھی ہیں۔ وہ سب یہاں آنا چاہتی ہیں۔ کسی اور جگہ نہیں! کسی نہ کسی طرح معاملات میں باقاعدگی پیدا کرنی پڑے گی۔ اور بھی بہت سے فارم ہیں۔ ورنہ یہ فارم تو ریاستی فارم کی بجائے بالکل دلہنوں کا ایک میلہ بن جائے گا۔"

"لڑکیوں کی یلغار" نے بہت سی مشکلات پیدا کر دیں۔ لیکن نئی زمینوں پر زندگی حقیقی معنوں میں ہماری آنکھوں کے سامنے تبدیل ہو گئی۔ انتہائی تیزی کے ساتھ یہ "فوجی" یا "مہم جوئی" کی زندگی نہ رہی اور اس میں سکون واطمینان کے عام انداز پیدا ہو گئے۔ اور آج نئی زمینوں پر میں چاہے کہیں بھی جاؤں مجھے ہمیشہ ایسے مزدور ملتے ہیں۔ جو یہاں ہی پیدا ہوئے تھے۔ ان علاقوں میں زندگی نے گہری اور مضبوط جڑیں پیدا کر لی ہیں۔

سوشلسٹ محنت کا ہیرو جان سلطان دمیئف اپنے بیٹے میرشن دمیئف کے ہمراہ کھیتوں پر جاتا ہے۔ یہ زمین نہ صرف مشہور اولین آباد کار نئی زمینوں والے مائیخیل ڈوفزک اور ولادیمیر وتیوک کو بلکہ ان کے بیٹوں اچھے کسانوں ولادیمیر ڈوفزک اور گرگوری وتیوک کو بھی جانتی ہے۔ جو یہاں ہی پیدا ہوئے تھے۔ میں شمالی کزاخستان علاقے میں زاداتوف ریاستی فارم پر ایک سے زیادہ بار گیا ہوں اور ڈائریکٹر مارک پاولووچ نکولینکو سے ملا ہوں جب

یہ بڑا تجربہ کار شخص ریٹائر ہو گیا تو فارم کی ڈائریکٹرشپ پر اس کا بیٹا ولادیمیر مارکووچ نکولینکو فائز ہوا۔ امان گیلدی عیاکوف جو کہ گستانائی علاقے میں کراسو ضلع کے لینن ریاستی فارم پر کمباین آپریٹر رہے نئی زمینوں پر سوشلسٹ محنت کا ہیرو بنا اور اس کا بیٹا ولادیمیر اسی ضلع میں کوبئیار گار ریاستی فارم کا چیف ماہر زراعت ہے۔ سینوگراڈ علاقے میں سارا ریاستی فارم کے کمباین آپریٹر آیوان گرگیوریوچ کومیچ نے خالص کسان خاندان قائم کیا ہے اس کے ۹ بیٹے ہیں جو اس کے ساتھ ہی اناج بونے اور کاٹنے کا کام کرتے ہیں۔ میں اس قسم کی کئی مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔ ہر چیز منصوبے کے مطابق ہوتی رہی۔ نئی زمینیں زیر کاشت لائی گئیں اور لوگوں نے وہاں رہنا شروع کر دیا۔

نئی زمین کا خیمہ جو ایم۔ ای ڈووفزک کی ٹیم کے زیر استعمال رہا تھا ماسکو میں انقلاب کے عجائب گھر میں طویل مدت تک نمائش کے لئے رکھا رہا۔ جہاں کبھی یہ خیمے اور زمین دوز پناہ گاہیں ہوا کرتی تھیں وہاں سینکڑوں بستیاں شہر آباد ہو گئے ہیں۔ آج کزاختستان کی نئی زمین کے اضلاع کے فارموں پر ۱۲۰۰۰۰۰ لوگ رہائش پذیر اور کام میں مصروف ہیں ملک کے دوسرے معاشی علاقوں میں سے کسی اور مقام کی طرح یہ مقامات بھی اب آباد ہو گئے ہیں۔

نئی زمین پر ابتدائی برسوں کی تصویریں کئی یادوں کو تازہ کر دیتی ہیں۔ غیر آباد بستی رٹیکروں کی قطاریں، فارموں کے ناموں والی بلیاں، خیمے، زمین دوز پناہ گاہیں، آدمیوں سے بھرے ہوئے ٹریلر، اور ہموار چھتوں والے مٹی کے گھروندے، جو "ملاحوں کی ٹوپیوں" کے نام سے مشہور تھے۔ لوگ ان گھروندوں میں لالٹینوں اور تیل کے چراغوں کی مدہم روشنی میں ٹھنسا کے رہتے تھے۔ ہر چیز عارضی، بے آرام کرنے والی اور کام چلاؤ تھی۔ لیکن ان کے چہروں کو دیکھنا —— وہ کتنے خوش و خرم اور مسرور ہیں ہر مسکراہٹ ہر اشارے سے اعتماد اور رجائیت ٹپک رہی ہے۔ ہم سب جوان دنوں نئی زمینوں پر کام کر رہے تھے۔ اس رجائیت اور اپنی طاقت سے آگاہ لوگوں کی اس ذہنی کیفیت کو محسوس کرتے تھے۔ اور بستی کتنا شاندار تھا جس کو ہم نے زندہ کر دیا تھا! جیسے

کسی بڑے حملے سے پہلے اس محاذ جنگ کی طرف آتی ہوئی ہر چیز حرکت کر رہی تھی۔ ان دنوں جو کوئی بھی نئی زمینوں پر آتا تھا اس کے مفادات اور آرزوؤں میں شامل ہونے کے احساس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

اس بات سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ کچھ لوگ نئی زمینوں سے واپس چلے گئے۔ کچھ موسمی پرندے تھے۔ لالچی لوگ جو ناممکن چیزوں کا تقاضا کرتے تھے اور اپنے مفادات کے سوا کسی اور چیز کی پروا نہیں کرتے تھے۔ وہ بے ساختہ طور پر "اولین آباد کار" کے نام سے نہیں بلکہ اپنے عرف "خود غرض" سے پکارے جاتے تھے۔ اور ان میں سے بعض کے ساتھ میری ملاقات شمالی کزاخستان کے اپنے پہلے ہی دورے کے دوران ہو گئی۔ ۱۹۵۴ء کے موسم بہار کے آغاز میں توبول کے سٹیشن پر میں ابھی ریل گاڑی سے نیچے اترا ہی تھا کہ ایک کرخت آواز والا نوجوان آدمی ہجوم کو چیرتا ہوا میری طرف لپکا اور حقیقی معنوں میں مجھ پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ ان کو کہاں لایا گیا تھا؟ ان کو یہاں آنے کے لیے کیوں کہا گیا تھا؟ رہنے کو جگہ کہاں تھی؟ اچھی مزدوری کہاں تھی؟ گرم کپڑے کہاں تھے؟ اس سیٹپی میں تو صرف ایک گلہری ہی اپنی بل میں رہ سکتی تھی!

میں صبر و تحمل سے اس کی باتیں سنتا رہا اور پھر کہا کہ ان کو اسی لئے یہاں آنے کی دعوت دی گئی تھی کہ وہ ان جگہوں کو رہنے کے قابل بنائیں۔ لیکن اس لڑکے کا غصہ ٹھنڈا ہونے میں نہیں آتا تھا اس نے اپنا ہلکا سا جیکٹ دکھایا اور فوراً بھیڑ کی کھال کے جیکٹ کی فرمائش کر دی۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس قسم کا شخص نہیں تھا جس کے ساتھ کوئی بحث کر سکے۔ اس قسم کے لوگوں کو میں فوراً سمجھ جاتا ہوں اس لئے مجھے اس کا منہ بند کرنا پڑا۔

"کیا تم سمجھتے تھے کہ یہاں ہر چیز تیار اور تمہارے انتظار میں ہو گی۔ اس ہلکے سے جیکٹ اور ٹوپی میں یہاں آنے کا کیا مطلب تھا؟ نئی زمینوں کو تم جیسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آہ۔ جب کوئی اپنے جائز حقوق طلب کرنا شروع کرتا ہے تو ہمیشہ ایسا ہی ہوتا

ہے۔ اس نے ذرا کم کرخت آواز میں جواب دیا۔

"نہیں لڑکے۔" میں نے کہا۔ "آج سے ایک یا شاید دو تین مہینے بعد تمہارے تقاضے جائز ہو جائیں گے اور وہ بھی جزوی طور پر۔ وہ پوری طرح تو صرف ایک سال بعد ہی جائز ہو سکیں گے۔ اس وقت ہم بھی تم سے اتنے ہی تقاضے کر سکتے ہیں۔ تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ ہم نے تم پر اعتماد کیا تھا اور اب ہمیں تمہارا متبادل تلاش کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کرنی پڑے گی۔ اور تم یقین کرو کہ ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ لڑکا "شویا" شہر سے آنے والے گروہ میں شامل تھا۔ اور یقیناً وہ عام اصول سے مستثنیٰ تھا۔ شویا نے ہمیں حقیقی معنوں میں کچھ سخت محنتی آدمی بھیجے تھے انہوں نے نرگائی سینیچی میں واقع فارم کو اپنے شہر کے نام پر شوٹسکی کا نام دیا اور یہ نئی زمینوں پر بہترین فارم بن گیا۔

اس حقیقت کو چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ ہم کو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔ دلیرانہ دہائیوں کے دوران ہمارے عوام نے مستقبل کے نام پر اپنا بہت کچھ قربان کر دیا تھا۔ اور انہوں نے بہت سی کڑی آزمائشیں برداشت کی تھیں۔ کئی مرحلوں پر ہمارے پاس ہر چیز کی کمی تھی ـــ کیل اور مٹی کا تیل، جوتے اور انتہائی سادہ قسم کا کپڑا، ہمارے سروں پر ایک چھت یہاں تک کہ روٹی بھی۔ لیکن پارٹی نے ہمیشہ لوگوں کو واضح طور پر بتایا کہ ہم ان مشکلوں اور قلتوں پر مسلسل اور مشترکہ کوششوں سے قابو پالیں گے اور ہماری زندگی آہستہ آہستہ خوب سے خوب تر ہوتی چلی جائے گی۔ اور اس حقیقت کے باوجود کہ ملک کو اکثر نئی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا وہ ہر سال بہتر ہوتی چلی گئی۔

یہ درست ہے کہ جن لوگوں کو ہماری تاریخ کے بعض ادوار میں مشکلیں برداشت کرنی پڑیں ان کی زندگی کسی طرح بھی آسان نہیں تھی۔ اور بعض اوقات تو وہ خطرناک حد تک سخت تھی۔ اس لحاظ سے ہر نسل کے سوویت عوام کو مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ روئے زمین پر کوئی قوم ہماری طرح اتنی آزمائشوں میں سے نہیں گزری۔ لیکن ہماری

مجموعی زندگی پر ایک نظر ڈالیئے۔ وہ ہمیشہ اعلےٰ درجے کی رہی ہے۔ رکاوٹیں چاہے کیسی بھی ہوں ہم نے ہمیشہ ان پر غلبہ پایا ہے۔ اور ہمارا آج کا دن ماضی سے اتنا ہی مختلف ہے جتنا کہ خلائی جہاز کسان کے چھکڑے سے۔

لیکن آیئے ان غلطیوں کی طرف بھی مڑ کر دیکھیں جن کا سامنا ہم کو نئی زمینوں پر اس وقت کرنا پڑا جب ان کو قابل کاشت بنایا جا رہا تھا۔ وہ یقیناً عارضی نوعیت کی تھیں۔ صرف کوئی خود پسند شخص ہی جو اجتماعی مقصد کے لیئے اپنی ایک انگلی بھی نہیں اٹھانا چاہتا تھا اس کو سمجھنے سے قاصر رہا ہوگا۔ اس قسم کے کسی بھی فرد کے لیئے لوگوں کے پاس ایک برجستہ ترکیب ہے۔ وہ صرف اپنے لیئے یہاں آئے ہیں۔

لیکن وہ نوجوان لوگ جن سے ہم ملتے تھے اور جنہوں نے نئے ماحول میں اپنے ہوش و حواس کھو دیے تھے ان کی بات اور تھی۔ ان سے بات کرنا۔ ان کو سمجھانا اور ان سے تھوڑی سی پدرانہ شفقت کا اظہار کرنا ہی کافی تھا۔ ہاں محبت اور شفقت سے جتینا ایک ایسی اصلاح تھی جو میں ان لوگوں سے بات کرتے ہوئے اکثر استعمال کرتا تھا جو نگران تھے۔ ایک ناتجربہ کار نوجوان آدمی کو کچھ سختی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اسے شفقت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ۱۹۵۴ء کے اس موسم بہار میں سیلنوگراڈ کے قریب جلیتر کے سٹیشن پر میں نے ایک لڑکے کو دیکھا جو سوٹ کیس اٹھائے ہوئے تھا ظاہر ہے کہ وہ گاڑی میں سوار ہونا چاہتا تھا۔

"کیا تم گھر واپس جا رہے ہو؟"

"ہاں میں جا رہا ہوں۔"

"زندگی بہت سخت ہے یہاں؟"

"ہاں۔ میں خود اپنی فطرت سے واقف نہیں تھا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ کہ مجھے اپنا گھر اس طرح یاد آئے گا۔ وہاں گرمی پڑتی ہے۔ مجھے اپنی کھڑکی سے آزوف سمندر دکھائی دیتا ہے۔ پھل دار درختوں پر بہار آئی ہوئی ہے۔ یہاں تو صرف برف کے جھکڑ اور طوفان ہیں اور یہ ہولناک ہوائیں۔ . . . "

میں اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"شروع میں ہمیشہ سختیاں ہوتی ہیں۔ لیکن ذرا اپنی عمر کے ان آدمیوں کی طرف دیکھو۔ جو محاذ جنگ پر لڑ رہے تھے۔ وہ اپنے گھروں اور اپنی ماؤں سے بھی دور تھے۔ وہ زیر زمین پناہ گاہوں میں رہتے تھے اور اس کے علاوہ حملے میں ان کو موت کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔ کوئی عظیم چیز آسانی سے حاصل نہیں ہوتی۔ یوکرین میں پھل دار درخت اگانا کچھ بھی مشکل نہیں ہے لیکن یہاں ستیپی میں پھل دار درخت اگانا بہت بڑا کارنامہ ہوگا اور پھر سال دو سال کے عرصے میں یہاں بھی گاؤں ہوں گے پھل دار درخت ہوں گے اصل چیز اپنے آپ پر اعتماد رکھنا ہے۔ تم کو زندگی کا آغاز ہزیمت سے نہیں کرنا چاہیے"

مجھے یاد ہے کہ وہ لڑکا گاڑی پر سوار نہیں ہوا تھا۔ میں نے بعد میں اسے ایک لاری میں بیٹھے دیکھا۔ میں اس لڑکے کا نام نہیں جانتا اور یقیناً اب وہ ایک نوجوان آدمی نہیں رہا ہوگا لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہے جنھوں نے اپنا مستقبل گھاس دار ستیپی کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا۔

"نئی زمینوں کی ویرانی میں انسانی بقا غیر ممکن ہے۔" ایک بورژوا اخبار نے ان دنوں لکھا تھا۔ "ہمیں پورا پورا یقین ہے کہ روسی معدہ نئی زمینوں کے اس ڈلے کو کبھی ہضم نہیں کر سکے گا۔"

ان دنوں اس قسم کی اور کتنی سخت پیش گوئیاں سننے میں آتی تھیں! اور پھر بھی رضاکاروں سے بھری ہوئی پہلی ریل گاڑیوں کی آمد کے تین مہینے کے اندر ستیپی گندم کے لامحدود کھیتوں سے سرسبز ہو گیا۔ جمہوریہ کا گندم کا رقبہ دگنا ہو گیا اور اس سال ۲۰ ملین ہیکٹر تک جا پہنچا۔ اور اگر جیسا کہ ہمارے حاسدوں نے لکھا ہم نئی زمینوں کے لیے "تیار نہیں تھے۔" تو ان زمینوں پر ہل چلانے والا اور فصل کی بوائی کرنے والا وہ کون تھا؟ وہ کون تھا جس نے ہمیں اس سال ۲۲۰۰۰ سے زیادہ نئے ٹریکٹر اور ۱۰۰۰۰ اسے زیادہ نئے کمبائن دیئے؟ وہ کون تھا جس نے ہمیں مکانوں، ٹمبر، سیمنٹ، سامان تجارت اور خوراک سے بھری ہوئی ہزاروں ریل گاڑیاں بھیجیں؟ نہیں، یہ بڑے غور و فکر اور

انتہائی مناسب طریقے سے تیار کیا ہوا حملہ تھا اور ہزاروں سال پرانا "نئی زمینیں" نام کا قلعہ طویل محاصرے کے بعد ہمارے قبضے میں نہیں آیا بلکہ برق رفتار یلغار اور دلیرانہ حملے سے فتح کیا گیا۔

یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر یہ لوگ طاقتور مشینری کے ساتھ مسلح ہو کر اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ سارا ملک ان کی پشت پر تھا سنیپی میں گئے اور اگر قومی بہادروں کی طرح ان کی تعریفوں کے گیت گائے جا رہے تھے اور آغاز ہی سے اپنی قابل رشک شہرت کا ثمر ان کو ملنا شروع ہو گیا تھا تو کیا جن تمام کاموں کے لیے یہ اصطلاح "نئی زمینوں والے" وضع کی گئی تھی ان میں مبالغہ آمیزی نہیں کی جا رہی تھی؟ نہیں، ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ ان لوگوں نے یقیناً ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا۔

شجاعت اپنے اظہار سے کئی طرح کرتی ہے۔ ایک آدمی اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر ایک جلتے ہوئے مکان میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک اکتا دینے والے کام کو روز بروز کرنے میں نا اہل ثابت ہوتا ہے۔ یہ لمحے کی شجاعت ہے۔ قوموں کی زندگی میں نازک مرحلوں کی شجاعت بھی ہوتی ہے۔ جب لوگ شعوری اور رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو ان سختیوں کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ کسی اور جگہ ان سے محفوظ رہا جا سکتا تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ نئی زمینوں کے لوگوں نے اپنے آپ کو شجاعوں کی صورت میں پیش کیا۔ وہ پہلے دور میں ... روزمرہ زندگی کی تمام مشکلوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ اور پھر اس انتہائی سخت زمین کو ایک بہتر رہائش گاہ میں تبدیل کرنے کے لیے صبر و استقلال کے ساتھ برسوں تک محنت کرتے رہے۔

الما آتا میں نئی زمینوں کے ۲۰ ویں جشن سالگرہ کے موقع پر میں نے ایک عجیب و غریب شخص آیئوان آیئوانووچ آیئوانوف کا ذکر کیا۔ وہ لینن گراڈ میں پیدا ہوا تھا۔ جنگ کے دوران اس نے اپنے آبائی شہر کا دفاع کیا۔ وہ سخت زخمی ہوا اور اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو گیا۔ ایک طویل مدت کے علاج کے بعد وہ کزاخستان چلا آیا اور وہاں آباد ہو گیا۔ اس نے اس شہر کو اپنا لیا اور اس شہر نے اس کو اپنا لیا۔ وہ ایک بہت

اچھا مشین آپریٹر بن گیا اور اس کے جنگی تمغوں میں محنت کے تمغوں کا اضافہ ہو گیا —— ۲ "آرڈر آف لینن" اور "ہیروز گولڈ سٹار"۔

سارے ہال نے تالیاں بجائیں اور میں نے بھی رسم سے یہی کیا۔ پھر دوسرے مقرروں نے تقریریں کیں۔ اور ان میں سے ایک نے جو کچھ کہا وہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ میری کہانی کی طرح ہے۔ اس نے بھی ایک کمیونسٹ کی بات کی ایک لینن گراد کے شہری کی۔ ایک جنگ کے آزمودہ کار کی۔ جو اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو گیا تھا۔ جو نئی زمینوں پر آیا تھا جو بہترین ٹریکٹر ڈرائیور اور سوویت محنت کا ہیرو بن گیا تھا۔ لیکن اس کہانی میں آدمی کا نام لیونڈ مایخیلو وچ کرتاؤ زوف تھا۔ . . . . . لوگ دوبارہ تالیاں بجانے لگے اور میں حیران تھا کہ کیا یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے ہیرو کا نام لے دیا تھا۔ لیکن نہیں یہ ناممکن تھا۔ وہ مجھے اچھی طرح یاد تھا۔

وقفے کے دوران میں نے کرتاؤ زوف کے متعلق دریافت کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ اس میں کوئی غلطی نہیں تھی۔ کرتاؤ زوف اور آبیوان دونوں نئی زمینوں پر کام کرتے ہیں۔ ان دونوں کی تقدیر ایک جیسی تھی اور وہ دونوں ہیرو ہیں۔ یہ ایک ایسا اتفاق ہے جسے میں علامتی کہوں گا۔ "نئی زمینوں والوں" کی اصطلاح ہمارے لیے شجاعت کی علامت ایسے ہی نہیں بن گئی۔

میں نے اپنی زندگی میں اکثر دیکھا ہے کہ عام حالات میں حقیقی ہیرو اصولی طور پر سیدھے سادے لوگ ہوتے ہیں وہ زیادہ نمایاں نہیں ہوتے۔ وہ صرف اپنے کام میں مگن ہوتے ہیں اس قسم کا ایک آدمی سیلینوگراڈ علاقے کے ڈالنی ریاستی فارم کا ایک ٹریکٹر ڈرائیور ڈانیئیل نسترنیکو تھا۔ فارم کا نام "فاصلہ" اسم بامسمیٰ ہے۔ یہ اس علاقے کے دور ترین گوشے میں واقع ہے اور نسترنیکو نے وہاں جانے کے لئے اپنا نام رضاکارانہ طور پر پیش کیا تھا۔ برفیلا موسم سرما ختم ہو رہا تھا اور جس ٹریکٹر ٹیم میں وہ کام کرتا تھا اس کو اپنے فارم کے مرکز سے کٹ جانے اور ایندھن کی کمی کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ جانی پیا ئیکا ایک غیر معروف چھوٹا سا دریا ممکن ہے اپنے کناروں سے باہر اچھل پڑے اور ارد گرد کے علاقے کو



لیونڈ بریژنیف "بنجر زمینوں" میں پہلی فصل کے موقعہ پر

سیلاب کے پانی میں ڈبو دے اس لیے ابھی جب اس کی اوپر کی سطح یخ بستہ تھی ٹرکوں کو پار لے جانا ضروری تھا۔ لنتر نیکو نے اس انتہائی خطرناک آپریشن میں اپنے ساتھیوں کی، مدد کی اور اس کے بعد ہی وہ اپنا ٹریکٹر لے کر روانہ ہوا۔ لیکن پگھلتی ہوئی برف جس کا نصف حصّہ پہلے ہی پانی کے اندر تھا۔ اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔

جب اس کے دوستوں نے اسے پانی سے باہر نکالا ان کو مردہ آدمی کی جیب سے سوویت یونین کے ہیرو کا کارڈ ملا اس سے پہلے فارم پر کسی کو بھی یہ خبر نہیں تھی کہ ایک ایسا آدمی بھی ان کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ یہ انکشاف ہوا کہ ڈانیئل لنتر نیکو نے اپنا ہیرو کا اعزاز جنگ کے دوران دنیپر کو عبور کرنے کے صلے میں حاصل کیا تھا اور اس وجہ سے اس کی موت دگنی افسوسناک ہو گئی۔ میں ہلاکت خیز گولہ باری میں دنیپر کو عبور کرنے والے بہادروں کو جانتا ہوں ستیپ سرزمین کا یہ چھوٹا سا دریا اس قسم کے جنگ آزمودہ آدمی کے لیے یقیناً کوئی رکاوٹ نہیں تھا لیکن ایسے المناک حادثات ہوتے ہی رہتے ہیں۔

ایک بات نے مجھے خاص طور پر بہت زیادہ متاثر کیا۔ لنتر نیکو کے خیمے سے اس کے دوستوں کو یوکرینی چیری کے پودے ملے۔ اگر وہ ستیپی میں اگانے کے لیے اپنے ساتھ یہ چھوٹے چھوٹے پودے لایا تھا تو وہ یقیناً قزاخستان میں آباد ہونے کے لیے آیا تھا۔ لیکن وہ ان کو درخت بنتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔

۱۹۵۴ء کا موسم سرما اپنی غیر معمولی بھاری برف باری اور کہرے کی وجہ سے سخت شدید تھا۔ نئی زمین نے شروع ہی سے نوواردوں کو امتحان میں ڈال دیا اور ان کو اپنے غیر دوستانہ مزاج کے تھپیڑے لگائے۔ جسموں کو چیر دینے والی ہوائیں مسلسل چیختی رہتی تھیں اور ستیپی میں سفر کرنا انتہائی مشکل اور خطرناک ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود ہزاروں ٹریکٹروں اور سینکڑوں ٹرکوں کے قافلوں کو بغیر سڑکوں کے علاقوں میں تیز ہواؤں اور برف میں سے گزر کر ابھی تک ناموجود ریاستی فارموں تک جانا پڑتا تھا۔

ستیپی میں برف کا طوفان کیسا ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنے بچپن میں پڑھی ہوئی پشکن کی "کپتان کی بیٹی" نامی کہانی سے اس کے متعلق سوچ سکتے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا ہے

کہ سیتپی کتنا فریب کار ہو سکتا ہے۔ ایک لمحے میں یخ بستہ آسمان افق تا افق نیلا اور دھوپ سے چمک رہا ہوگا۔ لیکن آدھ گھنٹہ بعد ہی چیختے، چکراتے، سیٹیاں بجاتے برف کے طوفان میں اور کوئی بھی چیز نظر نہیں آئے گی۔ ایک چھوٹی سی فرو گزاشت، محض ایک اتفاق انجن کا غیر متوقع طور پر بند ہو جانا اور کوئی شخص سیتپی میں بالکل اکیلا رہ جائے گا۔ جہاں سخت سردی اور سخت تاریکی میں چلنے کے لیے کوئی سڑک نہیں ہے۔

مجھے یاد ہے کہ واسیلی ریگوزوف کی موت کا ہر شخص کو کتنا صدمہ ہوا تھا۔ وہ کیف ریاستی فارم پر آنے والا پہلا شخص تھا اور ایک بلڈنگ فورمین کی حیثیت سے کام کر رہا تھا ایک قابل منتظم اور اچھا کامریڈ، خوش باش اور فطرتاً ملنسار اس کے ساتھی آباد کار جلد ہی اس کے ساتھ عزت اور شفقت سے پیش آنے لگے۔ ایک دن جب مطلع صاف تھا ریگوزوف ایک کانوائے کے ساتھ ریاستی فارم کی پہلی گلی کے لیے سٹیشن سے تیار شدہ مکان لا رہا تھا۔ یک بیک وہ ایک انتہائی شدید برفانی طوفان میں گھر گئے جو کئی دن جاری رہا۔ کانوائے ٹھہر گیا واسیلی نے پیدل ہی مدد کے لیے جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اکیلا ہی نکل کھڑا ہوا۔ راستہ بھول گیا اور فنا ہو گیا۔ وہ ایک بہادر آدمی تھا۔ اور بہت بڑی قوت ارادی کا مالک تھا۔ اس کی جیب سے ملنے والا خط درج ذیل ہے۔

"اس شخص کے نام جس کو یہ کاپی ملے۔ پیارے کامریڈ، براہ کرم یہ تحریر سیرافیما واسیلیوونا ریگوزووا کو ۱۵۔ گونچاروف سٹریٹ۔ فلیٹ نمبر ا۔ لوونت کے پتے پر پہنچا دیں۔"

میری پیاری سیرافیما! آنسو بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارے لئے سخت مشکل ہوگا لیکن جو سانحہ مجھے پیش آیا ہے اس پر میرا کچھ اختیار نہیں ہے۔ میرے چاروں طرف سیتپی کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ بے کراں ہے۔ میں ناک کی سیدھ چل رہا ہوں۔ طوفان تقریباً تھم گیا ہے لیکن افق کا کہیں کچھ پتہ نہیں کہ میں اپنا رخ متعین کر سکوں۔ اگر میں واپس نہ آیا تو ہمارے لڑکوں کی پرورش اس طرح کرنا کہ وہ اچھے انسان بنیں۔ آہ زندگی! مجھے زندہ رہنے کی کتنی آرزو ہے! بے شمار بوسوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے تمہارا

واسیلی"

یہ دیکھ کر کہ موت نزدیک تھی اس نے جمی ہوئی انگلیوں کے ساتھ مکرر لکھا۔

"اپنے لڑکوں ولادیمیر اور الیگزینڈر ریگوزوف کے نام"

میرے پیارے بچو۔ وووشکا اور شندکا! میں نئی زمینوں پر اس لئے آیا تھا کہ ہمارے عوام کو بھرپور اور بہتر زندگی ملے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرا کام جاری رکھو۔ زندگی میں سب سے بڑی چیز انسان بننا ہے۔ ایک بہت بڑا بوسہ تمہارے لئے۔ میرے پیارو۔ تمہارا ڈیڈی۔

یہ خط جیسا کہ ظاہر ہے خالصتاً ذاتی اور گھریلو قسم کا تھا۔ لیکن یہ تمام زندہ لوگوں کے نام ایک اپیل بن گیا۔ جب مجھ کو دھندلے حروف والے یہ ورق دکھائے گئے اور میں ان کو پڑھنے میں کامیاب ہو گیا تو میرا گلا رندھ گیا۔ میں نے اخباروں کو ٹیلیفون کئے اور تجویز پیش کی کہ اگر وہ اس کی بیوی سے اجازت حاصل کر لیں تو یہ خط شائع کر دیں۔ جب یہ خط چھپا تو ملک کے لاکھوں افراد نے اس کا جواب دیا۔ جو کام واسیلی ریگوزوف اور اس جیسے دوسرے دلیر آدمیوں نے شروع کیا تھا اس کو مکمل کرنے کے لیے رضاکاروں کی نئی پارٹیاں نئی زمینوں پر آگئیں۔ جس پہاڑی کے نزدیک واسیلی کو موت آئی تھی اب وہ اس کے نام سے موسوم ہے۔

آج کے کزاخستان کا نقشہ اس حقیقت کا شاہد ہے کہ یقیناً سارے ملک نے نئی زمینوں کو قابل کاشت بنایا تھا۔ اس کا جغرافیہ ریاستی فارموں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے۔ "ماسکو"۔ "لینن گراڈ"۔ "منسک"۔ "کیف"۔ "دنیپرو پیٹروسک"۔ "ارمادیر" "پولٹاوا" "تاگل" ۔ "سوچی" ۔ "پرم" "یاروسلاو"۔ "دوروتیز"..... بستیوں کے مقامی باشندے کزاخوں کے علاوہ بہت سے فارموں پر دوسری قومیتوں کے لوگ بھی نظر آتے تھے۔ نئی زمینیں بین الاقوامیت کا حقیقی سکول دانشمندی تجربے اور قابلیتوں کا ذخیرہ اور اپنے ملک کی تمام قومیتوں کو اپنے ساتھ ملانے کا عزم بن گئیں۔

نئی زمینوں کو ہمیشہ نئے لوگ ہی آباد کرتے ہیں۔ لیکن یہاں ایک خاص صورت پیدا ہو گئی تھی۔ ہم پہلے پنجسالہ منصوبوں کے زمانے سے بہت آگے بڑھ چکے تھے جب میگنیٹکا، ترکیب ریلوے، دنیپر ڈیم یا کومسومولسک۔ آن۔ آمور میں رضاکار صرف آریاں اور بیلچے لے کر آیا

کرتے تھے۔ نئی زمینوں کو ٹریکٹر، ڈرائیوروں، الیکٹریشنوں، ٹرک ڈرائیوروں، مستریوں اور معماروں کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اور ان قابلیتوں کے لوگ ہم کو سوویت یونین کے کئی جمہوریوں، علاقوں اور خطوں کی طرف سے بھیجے گئے۔ وہ نئے معاشی یونٹوں کی ریڑھ کی ہڈی بن گئے۔

لوگوں نے زمین پر اناج پیدا کیا اور زمین نے لوگ پیدا کئے۔ استعارے میں بات کریں تو نئی زمینوں نے محنت سے کام کرنے والوں، وطن سے محبت کرنے والوں ہنرمندوں اور اپنے آپ کو وقف کر دینے والوں کی ایک بہترین فصل پیدا کی۔ لیکن جس طرح کہ ملک کے ہر حصے سے اپنی خصوصیات اپنے کرداروں اپنے تجربوں اور رجحانوں کے ساتھ وہ یہاں پہنچے تھے ان کے درمیان از خود کوئی ربط پیدا نہیں ہو گیا تھا۔ اور یہاں میں سمجھتا ہوں کہ مجھے پارٹی کے انتظامی اور نظریاتی کام کے ان طریقوں کے متعلق کچھ کہنا چاہیئے جو ہمیں تیار کرنے پڑے۔ نئی زمینوں پر پارٹی کی تمام تر سرگرمی ایجاد و اختراع کا ایک کامیاب رزمیہ تھا۔ اپنے ماحول کے لحاظ سے وہ ایک بہت بڑے حملے کے آپریشن کے سیاسی کام سے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ میرے لئے وہ ابتدائی مہینے مسلسل سفر اور سینکڑوں ملاقاتیں اور مختصر مقابلے لے کر آئے۔ جب لوگوں کو زیادہ عرصے کے لیے روکا نہیں جا سکتا تھا اور میرے پاس خود بھی وقت بہت کم ہوتا تھا۔ کیونکہ مجھے ہمیشہ آگے جانا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی کہ میں ہمیشہ محاذ جنگ کے لئے ایک کشش محسوس کرتا تھا۔ میں ہر کہیں بیک وقت درجنوں جگہوں پر جانا چاہتا تھا جو کہ یقیناً غیر ممکن تھا۔ ہر چند کہ یہ کسی نہ کسی طرح ممکن ہو ہی گیا۔ پارٹی کے سیاسی کام کا نچوڑ اس وقت یہ تھا کہ لوگوں کے اس عظیم ہجوم کو متحد کیا جائے اور ان کو ایک ٹھوس پروگرام اور اجتماعی مقصد کا واضح شعور دیا جائے۔

مجھے یاد ہے کہ میں کس طرح اپنی کار میں یا جیپ کے طویل دوروں کے دوران رات کو خیموں میں اور شاموں کو الاؤ کے پاس پارٹی سکریٹریوں کے سامنے ایک ہی چیز کا ذکر بار بار کرتا تھا۔ وہ پیغام عملی طور پر کچھ اس طرح کا ہوتا تھا۔ کمیونسٹوں کو بار بار آپس میں ملنے دو ان کے لیئے پہلا کام یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے شناسائی پیدا کریں۔ صورت حال پر

بحث کریں۔ ایک دوسرے کی قدر و قیمت کا اندازہ لگائیں اور صرف اس طرح ہی وہ قیادت سنبھالنے کے قابل ہوں گے۔

"ہمارے پاس پارٹی کے اجلاس منعقد کرنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے" مجھے بتایا گیا۔

"یہ انتہائی ضروری ہے۔" میں نے زور دے کر کہا۔

بعض لوگ اعتراض کرتے کہ ہر طرف کئی قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں "ہمارے پاس یہ نہیں ہے انہوں نے ہمیں وہ نہیں بھیجا۔ . . . آپ جانتے ہیں کہ شروع میں کیا صورت حال ہوتی ہے۔"

"کوئی پرواہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "خاموش رہنے سے چیزیں کچھ زیادہ بہتر نہیں ہو جائیں گی۔ جب لوگ اکٹھے ہوتے ہیں بحث کرتے ہیں اور ہر چیز دل سے باہر نکال کے رکھ دیتے ہیں تو آپ جلد ہی دیکھیں گے کہ وہ خود ہی مسئلے کا حل پیش کر رہے ہیں۔ اور دوسری مرتبہ آپ ان کو ضرور بتائیں کہ کیا کچھ کیا جا رہا ہے۔ لوگ ملک کے ہر حصے سے یہاں آئے ہیں اور وہ مختلف قسموں کے ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہی ہے۔ لیکن اس کا ایک فائدہ بھی ہے ہمارے سامنے ایک سخت مشکل کام کرنے کو پڑا ہے۔ اور یہ فوراً ہی ظاہر کر دیتا ہے۔ کہ کوئی کتنے پانی میں ہے۔

پہلے موسم بہار میں میری ساری توانیاں اس بہت بڑی مشین کو حرکت میں لانے پر مرکوز تھیں اور ٹھہرنے اور دم لینے کے لئے کوئی وقت نہیں تھا۔

اور پھر نئی زمین سے اناج کی وہ بہت بڑی فصل آئی جس کا انتظار طویل مدت سے تھا اور جو کسی حد تک غیر متوقع تھی۔

۶

نئی زمینوں پر پہلے موسم خزاں کو میں کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔ یہ ۱۹۵۴ء کا موسم خزاں تھا۔ کوکچیتاف علاقے میں روزا ئیوُکا ضلعے کے ایک ریاستی فارم پر ایک اجلاس میں انہوں نے مجھے نئی زمین کی "ایکمولنکا" گندم کا ایک خوشہ پیش کیا۔ جب وہ خوشہ میرے ہاتھوں میں تھا تو مجھے اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ میرے ذہن میں یادوں کا ایک ہجوم امڈ آیا تھا۔ وہ پہلے منصوبے اور تصورات، وہ بے خواب راتیں، وہ مباحثے، وہ لوگوں سے بھری ہوئی ریل گاڑیاں، وہ ہمیشہ برفانی طوفان کی زد میں رہنے والے سڑکوں سے بے نیاز وسیع میدانوں میں اپنا راستہ خود بناتے ہوئے ٹرکوں کی لمبی قطاریں۔ وہ ستیپی میں پہلے الاؤ، وہ زمین پر ہلوں کی پہلی لکیریں، اور اب یہاں میری آنکھوں کے سامنے ایک خواب حقیقت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ستیپی پر افق تا افق گندم کا زرد رنگ چمک رہا تھا۔ مجھے وہ چند اولین آبادکار یاد آ گئے۔ وہ سب سے پہلے "نئی زمین والے"، جنہوں نے انقلاب کے فوراً بعد ان علاقوں میں فارموں کے کمیون قائم کئے تھے۔ ابوخوف اور سمینیکوف فیکٹریوں کے ان مزدوروں کا ذکر کرتے ہوئے جنہوں نے کزاخستان جانے کا فیصلہ کیا تھا لینن نے زراعت کے عوامی کمیسار کو ایک یادداشت میں لکھا تھا "ان کی طرف سے ایک شاندار پیش رفت ہو رہی ہے۔ ہر ممکن طریقے سے اس کی حمایت کی جائے۔"

ایشم ستیپی میں واقع اولین کمیونوں کے نام بڑے خوشگوار تھے۔ "انقلاب کی کرن"، "سچائی کی روشنی"، "نئی زندگی کی شاہراہ۔" لیکن زمینوں کی ان چھوٹی چھوٹی بستیوں کے پاس سامان کی سخت کمی تھی۔ مثال کے طور پر انقلاب کی کرن کمیون کے پاس ۴ بیل، ۱۱ گابھیں، ایک کٹائی کی مشین، ایک گھاس کاٹنے کی مشین، ۴ سہاگے، ۸ ویگنیں، ۴ مکان اور ایک باڑا تھا۔ یہ بات کہنے کے لئے کتنی قوت ارادی اور کتنے یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔

"ستیپی! تم کو ہمارے سامنے جھکنا پڑے گا"، "تم ہمارے ان داتا بن جاؤ گے!"
اور اب ان چھوٹے چھوٹے جزیروں کی جگہ پورے ستیپی پر پھیلا ہوا گندم کا ایک سمندر ہمارے سامنے تھا۔ اگلے وقتوں کا لہلہاتی ہوئی گھاس والا میدان ملک کا سب سے بڑا اناج گودام بنتا جا رہا تھا۔ نئی زمینوں پر پہلے سال کے کام کا یہ پہلا نتیجہ تھا۔

گندم کا سمندر ستیپی پر موجیں مار رہا تھا۔ ہوا اس کی بڑی بڑی موجوں میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی اور سورج ان کو چمکا رہا تھا۔ اور ہر شخص فخر محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس سارے اناج کو جمع کرنے کے لئے ابھی کتنی توانائی کی ضرورت تھی۔

آج کزاخستان کی نئی زمینوں پر بڑے بڑے اناج گھروں اور ذخیرہ گاہوں کا ایک بہت بڑا انتظام موجود ہے۔ لیکن ان دنوں ذخیرہ کرنے کی کل صلاحیت ۳ ملین ٹن سے زیادہ نہیں تھی جن میں قدیم طرز کے کھتے اور کئی قسم کے مٹی کے گھروندے بھی شامل تھے جن کو نئی زمینوں والے نے اس موسم خزاں میں "کتا خانوں" کا نام دیا تھا۔ اناج کی کٹائی اسے گوداموں میں رکھنے اور باہر بھیجنے کا انتظام بہر صورت کرنا تھا۔ سڑکوں، سٹیشنوں اور اناج کے نقل و حمل کے جنکشنوں پر ایک خاص قسم کی صورت حال پیدا ہو گئی۔

میں یہاں صرف ایک واقعہ بیان کروں گا۔ یہ اس وقت رونما ہوا۔ جب میں سینوگراڈ علاقائی پارٹی کمیٹی کے اول سیکریٹری نکولائی آیوانووتچ ذورین کے ساتھ پہلی بار ہوائی جہاز سے اتبا سر پہنچا۔ جیسے ہی ہم ہوائی جہاز سے اترے ہمارے میزبان ہمیں فوراً ریاستی فارموں اور کھیتوں پر لے جانے کی کوشش کرنے لگے تاکہ ان کے الفاظ کے مطابق وہ ہم کو فصل دیکھنے کی مسرت فراہم کر سکیں۔ لیکن ان دعوتوں پر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی اصرار کیا جا رہا تھا اور اناج حاصل کرنے والے مقامی ڈپو کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا جا رہا تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر ہم نے سب سے پہلے اسی کو دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ کسی نے خبردار کیا آپ وہاں نہیں جا سکتے۔ ڈرائیور آپ کے پرزے اڑا دیں گے۔ میں سچ کہتا ہوں وہ ایسا ہی کریں گے! وہاں بے شمار ٹرکوں کا ہجوم جمع ہو گیا ہے۔ ان کو اناج اتارنے کے لئے دو دن تک انتظار کرنا پڑے گا۔

"لیکن یہ اتنا خطرناک تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم ابھی ابھی کولوٹن ٹیشن پر گئے تھے وہ وہاں واقعی سخت مشکل میں مبتلا ہیں۔ اناج تو بے اندازہ ہے لیکن اسے لے جانے کے لئے کافی 'سڑک' نہیں ہیں۔"

ہم ڈپو پر پہنچے وہ ریلوے سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ خزاں کا دن چمکدار اور صاف تھا۔ قصبے کے نواح میں زنگ جیسے بھورے رنگ کے جھلسے ہوئے سٹیپی میں سینکڑوں اناج سے بھرے ہوئے سڑک ایک کلومیٹر سے زیادہ لمبی قطار میں کھڑے تھے۔ ڈپو بذات خود چیونٹیوں کے ایک برہم کھتے کی طرح تھا۔ جب وہ صحن کے وسط میں اناج کے ڈھیروں تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو چیختے چنگھاڑتے سڑکوں کے اوپر گرد کے بادل چھا جاتے تھے۔ قریب ہی ایک تعمیراتی مقام سے جہاں ایک نیا اناج گھر تعمیر ہو رہا تھا۔ ٹھن ٹھن اور ہتھوڑے چلنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ پرانا اور کسی حد تک چھوٹا سا اناج گھر ضرورت سے زیادہ بھر چکا تھا۔ سینکڑوں لوگ ادھر ادھر بے کار کھڑے تھے۔ ۲۰ کے قریب عورتیں اناج بوریوں میں بھر رہی تھیں جن کو اٹھا کر قلی مٹی کی نیچی جھونپڑیوں میں غائب ہو جاتے تھے جہاں بیج کا اناج جمع کیا جاتا تھا۔ سڑکوں پر سے اناج صرف ہاتھوں سے اتارا جا رہا تھا اور وہ بھی صرف دو یا تین جگہوں پر۔

میں ایک سڑک کے پاس گیا اور مٹھی بھر اناج اٹھایا۔ یہ نظارہ مسرت انگیز تھا، ٹھوس وزنی بیج میرے ہاتھوں میں سونے کی طرح چمک رہا تھا۔ ایک معجزہ!

ہمیں فوراً ڈرائیوروں نے گھیر لیا۔ اس قدر زیادہ شور وغل تھا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ڈرائیور چیخ رہے تھے کہ وہ مسلسل کئی دنوں سے رکے کھڑے تھے ان کو راتیں سڑکوں پر گزارنی پڑ رہی تھیں، کھانے پینے اور اس گرد میں نہانے دھونے کا کہیں کوئی انتظام نہیں تھا۔ لیکن یہ سب کچھ اس حقیقت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا کہ سٹیپی میں، ابھی سے اناج کے پہاڑ کھڑے تھے۔ میں نے ان کو اپنے دلوں کا غبار نکالنے دیا۔ اور پھر کہا "اپنے مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کا یہ اچھا طریقہ ہے۔"

مجھے معلوم نہیں کہ یہ میرا سکون تھا یا میری مسکراہٹ تھی جو اپنا کام کر گئی لیکن ڈرائیور

ضرور خاموش ہو گئے۔ آخر کسی کو یہ حق تو حاصل تھا کہ اس کی بات سنی جاتی۔

"ساتھیو آپ کو مشتعل نہیں ہونا چاہیئے۔" ہر چند کہ مجھے خود بھی علم نہیں تھا کہ کیا کرنا چاہیئے، میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ہم اس کے متعلق کچھ سوچیں گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم اس بھیڑ کو ختم کر دیں گے۔

میں نے وعدہ تو کر لیا تھا لیکن اس مسئلے کا حل کیا تھا۔ ہم نے ڈپو کا ایک چکر لگایا زیر تعمیر اناج گھر کا معائنہ کیا جو آئندہ موسم خزاں سے پہلے مکمل نہیں ہو گا۔ اور ان "لاکتا خانوں" پر بھی ایک نظر ڈالی۔ اس دوران مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری نظر ڈپو اور سٹیشن کے درمیان واقع اجاڑ جگہ کی ایک بڑی پٹی نام نہاد "انخلائی علاقے" کی طرف بار بار اٹھ رہی تھی۔ اس پر زنگ آلود بے کار لوہا سیمنٹ سریہ کنکریٹ کے بڑے بڑے ٹکڑے، گندگی ہر قسم کا کوڑا کرکٹ بکھرا پڑا تھا۔ یہ سب کچھ درہم برہم حالت میں مرجھائی ہوئی زرد گھاس میں پڑا تھا جس پر برسوں سے جمع ہونے والی گرد جمی ہوئی تھی۔

"یہ زمین کس کی ہے؟"

"ریلوے کی۔"

میں نے ریلوے کے اس حصّے کے اعلیٰ افسر سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ جلد ہی آ گیا اور بائز ک پر مینوف ترح پر مینوف کے نام سے اپنا تعارف کرایا۔ وہ ایک زیرک اور مستعد آدمی ثابت ہوا جو اپنا کام اچھی طرح سمجھتا تھا اور مذاق کرنا بھی پسند کرتا تھا۔ کیونکہ اس نے کہا۔ "براہ کرم میرے نام کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں بہت سے لوگ غلطی سے مجھے بالزک سمجھتے ہیں لیکن میں کوئی ادیب نہیں ہوں میں تو ریلوے کا آدمی ہوں اور نہ ہی فرانسیسی ہوں بلکہ خالص کزاخ ہوں۔"

جس مسئلے کو ہم نے حل کرنا تھا وہ بہت مشکل تھا۔ میں نے پوچھا کہ اناج حاصل کرنے والے عملے کا کوئی پرانا آدمی مل سکتا تھا۔

"ہم کو اسے تلاش بھی نہیں کرنا پڑے گا۔" پر مینوف نے جواب دیا۔ "نکانور جیسور جیسو یچ سائمنکوف یہ بالکل ہمارے ساتھ ہی کھڑا ہے۔ اس وقت تو یہ نیا اناج

گھر تعمیر کر رہا ہے لیکن یہ اناج حاصل کرنے والے علاقائی بورڈ کا سربراہ ہوا کرتا تھا۔ یہ اپنے پیشے کا پروفیسر ہے۔"

ہم اس اجاڑ جگہ کے کنارے ایک بھیڑ کی شکل میں کھڑے ہوئے۔ میں ضلعی عاملہ کو اچھی طرح جانتا تھا لیکن ذخیرے کے ڈپو کا سربراہ پودیانتکو میرے لئے نیا تھا۔ میں نے اس سے مختصر سی گفتگو کی اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ بحریہ کا سابق جنگ آزمودہ سپاہی تھا۔ لیکن میں نے اپنا پہلا سوال ریلوے کے آدمی سے کیا۔

"اس اجاڑ جگہ کے ٹکڑے کو صاف کرنے اور اس پر چھوٹی پٹڑی بچھانے میں کتنے دن لگ جائیں گے؟"

پرمینوف نے ایک کاپی پر کچھ حساب کیا اور کہا۔ "ایک دن صفائی کے لئے اور دو دن پٹڑی بچھانے کے لئے۔"

تم زیادہ دن نہیں بتا رہے چلو پانچ دن سہی ۔ ۔ ۔ ۔ ضلع میں کتنا اناج آیا کرے گا؟

دوورین نے جواب دیا۔ ایک سے زیادہ ضلعے اس ڈپو کو استعمال کرتے ہیں۔ فصل بہت بڑی ہے اور بیسیل، بلکاشینو، اور کرگل جینو کے اضلاع سب اپنا اناج ہمیں بھیج رہے ہیں اب اس کو کم از کم تین ملین پوڈ وصول کرکے آگے ارسال کرنے پڑیں گے۔"

"میں سمجھ گیا ہوں"، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اناج حاصل کرنے والے سے مخاطب ہوا "کیا ہم اس جگہ کو اناج کے بندوبست کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟"

"مجموعی طور پر ہم کر تو سکتے تھے۔" اس نے جواب دیا "لیکن محض زمین صاف کر دینا کافی نہیں ہے۔ اس سے قواعد کی خلاف ورزی ہو گی اور اس کے علاوہ سخت غفلت کا الزام بھی آئے گا"

"پھر کیا کرنا چاہیئے؟"

"اس پر ہل چلا دیں۔ اسے لپیٹ دیں اور کوٹ کوٹ کر اکٹھا کر دیں۔ اسے جراثیم سے پاک کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر ہم قواعد کی پابندی کریں تو دس دن لگ جائیں گے۔"

"نکانور جیوجیئوچ تمہارا تجربہ بہت زیادہ ہے۔ کیا اس کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے؟"

"مجھے اپنی زندگی میں ہر قسم کے موڑ کاٹنے پڑے ہیں۔" سائمنکوف نے جواب دیا۔ "اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔" . . . . . . "یہ زمین جلائی جا سکتی ہے۔ اس پر بہت سی خشک گھاس بچھا دیں اور پوری طرح آگ دیں۔ اس طرح مٹی چونا بن جائے گی اور یہ بھٹی کے فرش کی طرح سخت ہو جائے گی۔"

"یہ جراثیم سے پاک کیسے ہو گی؟"

"یہ کام آگ جو کر دے گی۔"

"تو پھر یہ طریقہ ہے اس مشکل صورتِ حال سے نکلنے کا!"

ہم سب تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہم نے ہر چیز کے متعلق غور کر لیا ہے لیکن پھر اناج حاصل کرنے والے ڈپو کا سربراہ کہنے لگا۔

نہیں لیونڈا لیبچ۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اناج کہاں رکھنا چاہیئے؟ سٹیپی میں یہ باہر کھلا پڑا رہتا ہے۔ اور یہاں بھی میرے پاس یہ باہر کھلا پڑا رہے گا۔ سارا ضلع مل کر بھی اتنے بڑے بڑے ڈھیروں کو ڈھانپنے کے لئے اتنی بڑی ترپال تیار نہیں کر سکتا۔ سارا اناج تباہ ہو جائے گا۔"

"ہم یقیناً تم کو ضروری مشینری مہیا کریں گے۔ میں خود اس کا ذمہ لیتا ہوں"

"اور اس کے متعلق کیا خیال ہے؟" اس نے اپنے انگوٹھے سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس کا ذمہ بھی آپ لیں گے؟"

یہ سخت حبس اور گرمی کا موسم خزاں تھا۔ سورج مشکل ہی سے حرکت کرتا نظر آتا تھا۔ آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا تک نہیں تھا اور پیش گوئیاں بھی خاصی حوصلہ افزا تھیں لیکن فوراً بارش شروع ہو جانے کی ضمانت کون دے سکتا تھا۔

"آپ جانتے ہیں" پوولیانیکو نے کہا۔ "کہ کھلی جگہ میں اناج جمع کرنا سخت منع ہے میں اس قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔"

اس قدر تکلف برتنے اور محتاط رویہ اختیار کرنے پر اس کو ملامت کرنا بہت آسان ہوتا لیکن اس متین چہرہ شخص میں ایک ایسی بات تھی کہ میں اسے پسند کرنے لگا۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ میں یہ کام کر دوں گا اور پھر وہ بعد میں کچھ بھی نہیں کرتے۔ (میں بعد میں ایک ایسے کامریڈ کے متعلق اور بہت کچھ کہوں گا جو ہر موقع پر "میں یہ کر دوں گا" کہا کرتا تھا) لیکن پوڈلیانسکو نے تو واقعی اناج کے پہاڑ وصول کرتے تھے اور ذاتی طور پر ان کے لئے ذمہ دار ہوتا تھا۔ میں دوسرے کامریڈوں کو بھی تشویش میں مبتلا دیکھ رہا تھا۔

"آپ کے لئے تو سب اچھا ہے" وہ کہتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ آپ اپنی ہدایات جاری کرتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہم کیا کریں؟ موسم پر تو ہمارا حکم نہیں چلتا اور نہ ہی ریل گاڑیوں پر اور کیا معلوم وہ ہم تک پہنچتی بھی ہیں یا نہیں۔

"اچھا تو آیئے ہم اس کا تجزیہ کرتے ہیں۔" میں نے کہا "اگر ہم اناج کو باہر دور کھیتوں میں کھلا چھوڑ دیتے ہیں تو وہ یقیناً برباد ہو جائے گا۔ یہاں ان کے پاس گودام نہیں ہیں اور جب سڑکیں کیچڑ سے بھری ہوں گی اور کہرا پڑنے لگے گا تو ہم اس کو باہر نہیں نکال سکیں گے۔ وہ لاکھوں پوڈ اکارت جائیں گے۔ نئی زمینوں پر سے ہمارا سارا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور لوگ کہیں گے کہ ہم بڑے باتونی ہیں۔ منظم نہیں ہیں۔ اور وہ ٹھیک ہی کہیں گے۔ لیکن یہاں تو سڑک ہے۔ سٹیشن ہے۔ مشینری ہے۔ یہاں ہزاروں لوگ ہیں جو کسی ہنگامی حالت میں اناج کو بچانے میں مدد کریں گے اگر ضرورت پڑی تو ہم فوج کے سپاہی۔ طالب علم، مزدور لے آئیں گے وہ اسے اٹھائیں گے اور ٹرکوں میں بھر دیں گے۔ وہ ہمارے کام آئیں گے۔ کیا تم اس فرق کو نہیں دیکھ سکتے۔ آئیوان گرگوریویچ؟ اناج کون سی جگہ محفوظ رہے گا۔ سٹیپی میں یا قصبے میں؟"

"یہ ٹھیک ہے کہ سب لوگ مدد کریں گے پوڈلیانسکو نے کہا" لیکن مقدمہ تو اکیلے مجھ پر چلے گا۔"

بظاہر تھا کہ اسے میرے حقیقی مدد کے وعدے پر بالکل یقین نہیں تھا میں اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے اس کی خودداری تک پہنچنا ہی پڑا۔

"پرانے زمانے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ کوئی آدمی جیسا جنگ میں ثابت ہوتا ہے ویسا ہی وہ اناج گاہنے کے فرش پر نکلے گا۔ تم نے محاذ جنگ پر حوصلہ نہیں ہارا تھا تو یہاں کیوں ایسا کر رہے ہو۔ امن کے زمانے میں بھی ہنگامی حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایسے لمحے جب ہم کو پکار کر کہنا پڑتا ہے۔ "حوصلہ نہ ہارو!" اس کے علاوہ ہم بھی تم سے یہ پوچھ سکتے تھے کہ کیا تم کو اس سے پہلے یہ علم نہیں تھا کہ اس بار نئی زمینوں پر فصل بہت اچھی ہوگی؟ تم نے چھ مہینے پہلے ہی اس کے لئے تیاری کیوں نہ کی؟ تم نے ہر ممکن کوشش کیوں نہیں کی؟ ہاں تو ٹھیک ہے چلو ہم مان لیتے ہیں کہ قصور ہمارا بھی ہے۔ ہم یہ الزام آدھا آدھا بانٹ لیتے ہیں۔ لیکن ہم تم کو زمین میں اس ٹکڑے کے لئے ذمہ دار اور سختی سے ذمہ دار ٹھہرائیں گے! تم کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ اناج کا ہر ذرہ یہاں سے اناج گھر میں بھیجا جاتا ہے جہاں اسے ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ اس انمول اناج کے لئے ہم سب مل کر جواب دہ ہوں گے۔"

یہ بحث باہمی افہام و تفہیم پر ختم ہو گئی۔ آئیوان جیور جیویس نے اسی اداس لہجے اور کسی قسم کے شاندار وعدے کئے بغیر کہا کہ وہ ہر ممکن کوشش کرے گا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ میں پوری دیانتداری سے کہتا ہوں کہ اس شخص کے سخت ضدی پن نے مجھ کو اور یقیناً ہم سب کو اس قدم کی پوری اہمیت سمجھا دی جو ہم اٹھا رہے تھے۔

اس نے ہم کو دوبارہ سوچنے اور تمام حقائق کا جائزہ لینے پر مجبور کر دیا تھا اور میں نے اپنی طرف سے اس اسٹیشن پر ہمیشہ نظر رکھنے کا وعدہ کیا۔

شاید کچھ لوگ کہیں گے کہ اس قسم کا کام کرنا اتنی بڑی جمہوریہ کی مرکزی کمیٹی کے سیکریٹری کو زیب نہیں دیتا کیونکہ یہ بہت ہی چھوٹی سطح کا ہے۔ اور بعض ساتھیوں کا خیال تھا کہ یہ بات میرے لئے کسی طرح بھی درست نہیں تھی کہ میں خود ان تفصیلات میں جاتا یہاں تک کہ کھیتوں میں کام کرنے والی ٹیموں کے کھانا پکانے کے برتنوں میں بھی جھانکتا پھرتا کیا اس سے چھوٹے درجے کے اہل کاروں کی ذمہ داری کم نہیں ہو جاتی؟ اس کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ نہ تو کاغذی کام کی کوئی مقدار نہ ہی ٹیلیفون پر باتیں لوگوں سے براہ راست

ملنے اور زندگی کو سمجھنے کا متبادل ہو سکتی ہیں۔ بدقسمتی سے ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہر قسم کی رپوٹیں جب وہ محکموں میں ادھر ادھر چکر لگا رہی ہوتی ہیں تو ان کو بگاڑا بھی جا سکتا ہے اور وہ بھی ایک ہی سمت میں —— مشکل حقائق کی شدت کم کرنے کی سمت ہیں۔

محض ”دفتر“ کی سربراہی کافی نہیں۔ ہمیں لوگوں کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھنا چاہیئے اور باہر جاکر کامیابیوں کو بھی اور مشکلوں کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے۔ اور اگر ضروری ہو تو موثر طور پر مداخلت کرنی چاہیے۔ اس قسم کے سیپی سٹیشن پر لوگوں سے بحث کرنے، ٹریکٹر ڈرائیوروں کی ایک ٹیم کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی برتن سے کھانا کھانے کے بعد ہم بہت کچھ سمجھنے اور بہت کچھ سیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ کوئی نئی چیز سیکھنا ہمیشہ ایک اچھی بات ہوتی ہے اور جب اس قسم کے بڑے اپریشن جیسے کہ نئی زمینوں کو قابل کاشت بنانا ابھی شروع ہی ہونے والے ہوں تو یہ بہت سخت ضروری ہے۔

اس کے علاوہ ایسے واقعات جیسا کہ ایک میں نے ابھی ابھی بیان کیا ہے۔ صرف ضمنی قصے ہی نہیں رہتے اکثر اوقات وہ بڑے بڑے فیصلوں کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ الماآتا واپس آکر میں نے اناج کے حصول کا مسئلہ مرکزی کمیٹی کے بیورو کے سامنے رکھا اور اس کے متعلق فیصلہ کر لیا گیا۔ میں نے سوویت یونین کے ریلوے کے نائب وزیر این۔ اے گندوبن کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ مسئلہ کس قدر ضروری تھا۔ ان دنوں وہ تقریباً اپنا سارا وقت نئی زمینوں پر ہی گزارتا تھا۔ اور حقیقی معنوں میں سینوگراڈ کے بڑے اختیاری مرکز کو ہدایات جاری کرتا تھا۔ وہ رات دن سامان کے نقل و حمل اور ٹریفک کی نقل و حرکت کی جانچ پڑتال کرتا رہتا تھا اور ہماری درخواستوں کا جواب ہمیشہ بہت جلد دیتا تھا۔ اس طرح چھوٹے سے واقعے کی لہریں دائروں میں باہر کی طرف جیسے کہ ساری زمینوں پر پھیل گئیں۔

لیکن اب میں اتباسر کے ایک ضمنی واقعے کا ذکر کروں گا۔ اس سال گرمی سخت تھکا دینے والی تھی۔ اناج کے حصول کے ڈپو پر گفتگو کے بعد کسی نے دریا پر جاکر نہانے کی تجویز پیش کی لیکن وہاں بھی یقیناً اسی مسئلے پر گفتگو جاری رہی۔

میں نے ضلع کے سربراہوں سے کہا ان سخت مشکلات کے باوجود جن کا آپ کو سامنا کرنا پڑتا ہے آپ کا ضلع اناج کی سپردگی میں بہت زیادہ آگے آسکتا ہے۔ آپ یقیناً یہ کام کر سکتے ہیں۔"

میں اتباسر کے ڈپو کی صورت حال کا سختی سے جائزہ لیتا رہتا تھا۔ میں نے جمہوریہ کے اناج کے حصول کے وزیر کو فوری طور پر وہاں جاکر عملی امداد بہم پہنچانے کے لئے کہا۔ میں اکثر ٹیلیفون پر پوچھتا رہتا تھا کہ انہوں نے کس قدر اناج حاصل کر لیا ہے۔ کتنا ارسال کر دیا ہے اور ان کو کس قسم کی مدد کی ضرورت تھی۔ سارا قیمتی اناج حفاظت سے ذخیرہ کر لیا گیا۔ اور بعد میں جب اتباسر کے لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری کر چکے (وہ منصوبے سے زیادہ مقدار کی تحریک کے پیش رو بن گئے تھے) اور جب پراودا نے ان کی پیش رفت کے متعلق ایک سیر حاصل مضمون شائع کیا (ایک اچھی اور مفید پیش رفت) تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں نے مشین آپریٹروں، ضلع پارٹی کمیٹی کے لوگوں اناج حاصل کرنے والوں اور ریلوے کے لوگوں کی کامیابی میں اپنی گہری مشغولیت محسوس کی۔

سنہ ۱۹۵۴ء میں اپنی تاریخ میں پہلی بار کزاخستان نے ملک کے اناج گھروں میں جمع کرنے کے لئے ۲۵۰ ملین پوڈ (۴ ملین ٹن سے اوپر) اناج ارسال کیا جو کہ اس سے پہلے کے بہترین برسوں کے مقابلے میں ۱۵۰ ملین زیادہ تھا۔ ہم تمام نئی زمینوں والے اس فتح کی حقیقی خوشی میں شامل تھے۔

۷

۱۹۵۴ء کے موسم خزاں کے بعد نئی زمینوں کے اندر ہماری پیش رفت میں اور بھی بڑے پیمانے پر ترقی ہوئی۔ ۹۰ نئے ریاستی فارموں کے علاوہ تقریباً ۲۵۰ مزید نئے فارم قائم کرنے پڑے۔ فارموں کی تعداد میں اضافے کا مطلب یہ تھا کہ ہماری ذمہ داریوں میں بھی ان کے مساوی اضافہ ہوا ہے۔

پھر بھی اس وقت تک جمہوریہ کی پارٹی تنظیم کو نئی زمینوں پر روزمرہ کے کاموں سے عہدہ برآ ہونے کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا اور کارروائی کے لئے ایک خاصا جامع طویل مدت پروگرام ظہور پذیر ہو رہا تھا۔ کزاخستان کی موجودہ زراعت کی بہت سی خصوصیات اس کا ڈھانچہ اور اس کے بنیادی رجحانات تقریباً ایک چوتھائی صدی پہلے قائم ہو گئے تھے اور اس وقت انہوں نے نمایاں صورت اختیار کرنا شروع کر دیا تھا۔

ان دنوں ہمیں کس چیز نے خاص طور سے پریشان کر رکھا تھا۔ کون سے مسائل کو اولیت دی جا رہی تھی۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہماری جدوجہد کس طرح آگے بڑھ رہی تھی یہ سب کچھ کسی حد تک میری کتاب "سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی زرعی پالیسی اور کزاخستان کی زمینوں کو زیر کاشت لانے کے مسائل" میں بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے تکرار سے بچنے کے لئے میں صرف اہم اصولوں اور ان برسوں کے لائحہ عمل کے نشانوں کا ہی ذکر کروں گا:۔

نئی اور غیر آباد زمینوں کو زیر کاشت لا کر اور پرانی قابل کاشت زمین کی پیداوار میں اضافہ کر کے اناج کو کزاخستان کی زراعت کا سب سے اہم شعبہ بنانا۔ وہاں اناج کی پیداوار میں پہلے دور کے مقابلے میں دس گنا اضافہ کرنا اور اس طرح جمہوریہ کو اناج پیدا کرنے والا ایک نیا اور اہم علاقہ بنانا۔

● — نئی زمینوں پر فصل پیدا کرنے کا ایسا سائنسی نظام تیار کرنا اور اسے بتدریج رائج کرنا جو انتہائی مشکل موسمی حالات میں بہترین طور پر مناسب ہو اور زمین کی قدرتی

زرخیزی کو محفوظ کرنا اور اس میں اضافہ کرنا۔

● ــــ ملک کے سب سے بڑے اناج پیدا کرنے والے ریاستی فارم قائم کرنے کے لئے ان میں ہر ایک کے لئے ہر وہ چیز تعمیر کرنا جس کی ان کو ضرورت ہو ــــ ساز و سامان سے اچھی طرح لیس پیداواری عمارتیں اور ہر قسم کے معاشرتی اور تہذیبی انتظامات اور سہولتوں سے مزین آرام دہ شہری قسم کے مکانات۔ جمہوریہ کے تمام پرانے ریاستی اور اجتماعی فارموں کو نئے فارموں کے نمونے پر مکمل طور سے دوبارہ منظم کرنا، وسعت دینا اور از سر نو تشکیل کرنا۔

● ــــ کم سے کم مدت میں نئی زمینوں کے علاقوں کو ریلوں، شاہراہوں اور فارموں کی درمیانی سڑکوں کے جال سے آپس میں ملانا۔ بجلی کے تار، ٹیلیفون اور ریڈیو مواصلات نصب کرنا۔ کلیدی مقامات پر بڑی صلاحیت کے اناج گھر اور زرعی مشینری کی تیاری اور مرمت کے لئے فیکٹریاں اور درجنوں دوسرے ادارے تعمیر کرنا۔ اور اس طرح شمالی کزاخستان کو ایک معاشی تنظیم کی صورت میں کام کرنے والے ایک اعلےٰ درجے کے ترقی یافتہ معاشی علاقے میں تبدیل کر دینا۔

● ــــ اناج کی پیداوار میں اضافے کی بنیاد پر اور اس کی فالتو اشیاء کو استعمال میں لاکر اور چارے کی فصلوں کے رقبے میں تیزی سے اضافہ کر کے خاص طور سے مکّی اور کاشت کی جانے والی گھاس کی پیداوار میں اضافہ کرکے اور گھاس کے کھیتوں کو بہتر بنا کر بنیادی طور پر چارے کے مرکز کو مضبوط کرنا۔ اور مویشیوں کی افزائش نسل میں ترقی اور مویشیوں کی ہر قسم کی مصنوعات کو ایک طویل مدت منصوبے کے تحت کم از کم دگنا کرنا۔

● ــــ جمہوریہ کے جنوب میں زمین کو بہتر بنا کر چاول، کپاس، چقندر، سبزیوں، پھلوں اور انگور کی کاشت کو بہت زیادہ ترقی دینا۔

یہ لائحہ عمل اتنا آسان نہیں تھا۔ اور اسے مختلف حصّوں میں تقسیم کر کے نہیں بلکہ مجموعی صورت میں بیک وقت مکمل کرنا تھا۔ اور یقیناً ہمیں موجودہ اور وہ بھی جن کا ابھی ہم نے سامنا کرنا تھا تمام مشکلات کا جائزہ لینا تھا۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس کام کے سلسلے میں جس کسی کے ساتھ ہمارا تعلق پیدا ہو ہم اس کے دل میں اپنے یقین اور توانائی سے جوش اور

ولولہ پیدا کریں۔

مویشیوں کی افزائش نسل کو لیجیے۔ بہت سے کامریڈوں نے اناج کی پیداوار کے جوش میں باقی تمام چیزوں کو پس پشت ڈال دیا اور زراعت کے دوسرے اہم شعبوں میں غفلت سے کام لیا۔

مثال کے طور پر ہم نے مصمم ارادے کے ساتھ مویشیوں کی افزائش نسل کو دوبارہ منظم کرنا شروع کیا۔ کبھی وہ وقت بھی تھا۔ جب کچھ چیزیں کثرت سے بار بار دہرانے پر مجھے ملامت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ یہ پہلے ہی بہت واضح ہے۔ لوگ کہتے ہیں ایک چیز کو بار بار دہرانے سے کیا فائدہ ؟ یہ یقیناً واضح تو تھی لیکن ترقی کی رفتار بہت سست تھی۔ اور بعض دفعہ تو چیزیں بالکل حرکت نہیں کرتی تھیں۔ مثال کے طور پر مکئی کی کاشت میں ترقی کے لئے بہت سخت محنت کرنی پڑی یہ ایک ایسی فصل تھی جو کرداخستان کے لئے واقعی نئی تھی۔ آخر کار ہم نے اس کو اناج کے طور پر بھی کاشت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بہت سی بوائی صرف چارے کے لئے تھی۔ اس سے مقامی کامریڈوں میں ایک قسم کی سخت مخالفت پیدا ہوئی۔ ایک اچھی قابل کاشت زمین پر کوئی گھاس پیدا کرنے کی کوشش کس طرح کر سکتا ہے ؟ اس سلسلے میں بار بار بحث کرنی پڑتی تھی۔ زور دینا پڑتا تھا اور عملی طور پر بتانا پڑتا تھا کہ مکئی کس طرح کاشت کی جاتی ہے فصل کیسے کاٹی جاتی ہے اور اسے ذخیرہ کس طرح کیا جاتا ہے۔

یوکرین اور مولداویا میں اپنے تجربے کی بنیاد پر میں اس فصل کی قدر و قیمت جانتا تھا لیکن کیونکہ میں ماہر زراعت نہیں تھا اس لئے میں نے ماہرین کی رائے حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے ایم۔ ای اوزرنی "مکئی کے جادوگر" کو خط لکھا جو کہ میرا دوست تھا اور دینپر دپیتروسک علاقے کے مشورین روگ نامی گاؤں میں رہتا تھا جلد ہی کچھ قیمتی مشوروں کے ساتھ اس کا جواب آگیا۔ میری درخواست پر اس نے کرداخستان کی خشک زمینوں کی مناسبت سے بیج کی کئی قسمیں بھی ارسال کیں۔ کام شروع ہو گیا۔ لیکن ہمیں ایک سے زیادہ مرتبہ اس معاملے کو مرکزی کمیٹی کے بیورو کے سامنے رکھنا پڑا۔ اور مکئی پر سیمینار منعقد

کرنے پڑے۔

پہلے موسم بہار کی آزمائشی بوائی سے بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے اور ۱۹۵۵ء میں ہم نے ۰۰۰ ء ۰۰ ء ۷ ہیکٹر رقبے پر اس فصل کی کاشت کر دی۔ مویشیوں کی افزائش نسل کے کام میں بھی ترقی ہونے لگی لیکن اس کی رفتار تیز نہیں تھی۔ یہ ہماری مستقل مزاجی تھی جس نے دوسرے کاموں کی طرح اس کام میں بھی ہماری مدد کی۔ میں نے جمہوریہ کے فعال کارکنوں کے ایک اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۵۵ء میں کہا:۔

"کچھ مسائل ایسے ہیں جن کی طرف ہمیں بار بار توجہ مبذول کرنی پڑتی ہے۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ میرے خیال میں ایک طرف تو اس کام کی انتہائی زیادہ اہمیت اور دوسری طرف اسے مکمل کرنے کی بہت بڑی مشکل۔ ان مسائل کو اٹھانے پر ہمارا بار بار اصرار کرنا ہمارے ارادوں کی سنجیدگی کا ایک اور ثبوت ہے۔ اپنے خیالات کو آگے بڑھانے کے لئے ہم اسی ایک جگہ پر مسلسل سخت محنت کرتے رہیں گے۔ وہ وقت ضرور آئے گا جب یہ مسائل ہمارے ایجنڈے پر باقی نہیں رہیں گے۔ اور اس وقت ـــــ ہمیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے ـــــ اس سے بھی وسیع اور بڑے پیمانے کے مسائل پیدا ہوں گے۔

بعض کامریڈ اس کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ نئی زمینوں سے پہلی فصل آنے کے موقع پر ان کو یہ نظر آنے لگا کہ شاید آخری مقصد حاصل ہو گیا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اب دم لینے کا موقع آ گیا ہے۔ انہوں نے اپنے عملے میں ردّ و بدل کرنا شروع کر دیا اور بعض کو ترقی دینے کی سفارشیں کرنا شروع کر دیں میں یہ نہیں کہتا کہ ان کامریڈوں کو اس کا حق نہیں تھا۔ اس کے برعکس میں ریاستی فارموں کے اوّلین ڈائرکٹروں کو بڑی اچھی طرح یاد کرتا ہوں اور ان کا بہت زیادہ احترام کرتا ہوں۔ انہوں نے بہت بڑا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور بعد میں ان میں سے اکثر بہت طاقتور منتظم ثابت ہوئے۔ لیکن اس وقت لوگوں کو اپنی جگہ سے ہٹانا بہت قبل از وقت تھا۔

ایک دن ان میں سے ایک فیوڈور بڑدفیموویچ مورگن میرے پاس آیا۔ وہ ایک ایسی شکایت لے کر آیا تھا جو کسی طرح بھی معمولی نہیں کہی جا سکتی تھی۔ اسے ایک بڑے عہدے

کی پیش کش کی گئی تھی لیکن اسے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کررہا تھا۔ مجھے اس شخص کے متعلق کچھ تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے بعد میں ہر چیز خود ہی ایک کتاب "نئی زمینوں کے متعلق خیالات" میں بیان کر دی تھی اس کا ریاستی فارم بھی بہترین فارموں میں سے ایک تھا۔ اور اکثر اسے دوسروں کے لیے مثال کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ اور اب اس ڈائرکٹر کو ضلع عاملہ کمیٹی کا چیرمین بنانے کی سفارش کی گئی تھی۔ اس طرح جو چیز بظاہر ایک عزت افزائی نظر آتی تھی اسی نے اس کو بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا۔ اس نے ابھی ابھی اس فارم کے کام کو بہتر بنایا تھا لوگوں سے دوستی پیدا کی تھی اور اس فارم کو سستا اناج پیدا کرنے کی ایک حقیقی فیکٹری میں تبدیل کر دینے کا منصوبہ بنایا تھا اور اب اسے ہر چیز سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ مجھے ذاتی طور پر مداخلت کرنی پڑی اور ایک بڑی کانفرنس میں اس موضوع پر جو کچھ کہا گیا وہ یہ ہے۔

"تولبوخین ریاستی فارم کے ڈائرکٹر مورگن کے کسی اور کام پر تبادلے کے متعلق چاہے اسے ترقی ہی کیوں نہ دی گئی ہو ہم کوچیتاف علاقائی پارٹی کمیٹی کے بیورو کے فیصلے سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ عملے کا تبادلہ کرنے میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہیے ریاستی فارموں کو ترقی دینے، مقامی زمین اور موسمی حالات پر نظر رکھتے ہوئے فصلیں اگانے کے نظام میں مہارت حاصل کرنے اور جو کام انہوں نے شروع کیا ہے اس کو ختم کرنے میں ان کی معاونت کرنی چاہیے اور صرف اس وقت ہی ان کو ترقی دے کر اعلے عہدوں پر بھیجنا چاہیے جب ایسا کرنا انتہائی ضروری ثابت ہو جائے۔"

ایک اور مثال۔ یودو کیا اندریئونا ذیچکو کو واتقریباً پچاس سال کی تھی جب وہ نئی زمینوں پر آئی۔ لیکن اس نے اپنی جوانی کے جوش وخروش، قوت ارادی اور کردار کی مضبوطی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اپنے وطن کے لیے سب کچھ کر گزرنے کی ایک انتہائی شعوری خواہش نے اسے ہمارے پاس آنے پر آمادہ کیا تھا اور یہی وہ جذبہ تھا جس نے اسے ستیپی میں دور دراز ریاستی فارم قائم کرنے کی توانائی بخشی تھی۔ اسے بھی جلد ہی ترقی دے

دی گئی لیکن اسے اپنے نئے عہدے پر کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد اس نے مندرجہ ذیل درخواست لکھی۔

"میں ضلع پارٹی کمیٹی کے ارکان سے پوری شدت کے ساتھ درخواست کرتی ہوں کہ مجھے ضلع پارٹی کمیٹی کے اول سیکریٹری کے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے۔ میں یہ درخواست اس لئے کر رہی ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ سال پارٹی اور اصل انتظامی کام کرنے والے ہر فرد کے لئے زیادہ مفید طریقے سے صرف کئے جا سکتے ہیں۔ میں درخواست کرتی ہوں کہ مجھے کسی پس ماندہ ریاستی فارم پر بھیج دیا جائے اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ وہاں دوسرے کمیونسٹوں اور مزدوروں کے ساتھ مل کر میں اسے سبلینوگراڈ کا سب سے اعلےٰ درجے کا فارم بنا دوں گی۔"

اور اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اس کی سربراہی میں آر۔ یوسک ریاستی فارم نے یقیناً بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ بوڑھی آندریئونا نے اپنی زندگی کے ۱۱ سال اس نئی زمین کی نذر کر دیے۔ جس سے اسے محبت ہو گئی تھی۔ اور جب وہ بستر مرگ پر تھی تو اس نے ہسپتال میں اپنی عیادت کو آنے والے دوستوں سے صرف ایک بات کہی :۔

"میری قبر کے گرد کوئی جنگلہ نہ لگانا۔ مجھے سیتپی سے جدا نہ کرنا۔"

پارٹی اور قوم کا افتخار اس قسم کے لوگ ہمارا سب سے بڑا اثاثہ ہیں۔ اور ہم ان کے ساتھ خاص مروت سے پیش آتے رہے۔ کزاخستان کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے علم میں لائے بغیر برطرف کرنا تو ایک طرف ریاستی فارموں کے ڈائرکٹروں اور انتظامی عملے کو ہٹانے کا کسی کو اختیار نہیں تھا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ ہم نے دس ڈائرکٹروں سے زیادہ کسی کو نہیں ہٹایا۔ اور یہ وہ لوگ تھے جن کے لئے نئی زمینوں کا بوجھ بہت زیادہ بھاری ثابت ہوا۔ ایسی ہی پالیسی دوسرے عملے کے لئے بھی روا رکھی گئی۔ ہم بہترین لوگوں کی عملی طور پر معاونت کرتے تھے۔ ہونہار لوگوں سے صبر و تحمل اور مروت سے پیش آتے تھے۔ اور ان لوگوں سے سختی سے پیچھا چھڑا لیتے تھے جو نمایاں طور پر صلاحیت سے عاری اور کام چور ہوتے تھے۔

غیر معمولی طور پر بہت اچھی فصل سے نئی زمینیں . . . . عام توجہ کا مرکز بن گئیں اخبار اس کامیابی پر رطب اللسان تھے۔ ہماری تعریف کرنا اور ہمیں مبارک باد پیش کرنا ایک دستور بن گیا لیکن ہم جانتے تھے کہ ہمارے لئے آرام سے بیٹھنا محال تھا۔ ہم اپنی کامیابیوں پر اتنی جلدی مطمئن نہیں ہو سکتے تھے۔ کزاخستان پارٹی تنظیم اس بات سے آگاہ تھی۔ کہ اناج گھروں کی تعمیر اور اناج ذخیرہ کرنے کی سہولتوں کے سلسلے میں اور لوگوں کو خیموں اور زمین دوز پناہ گاہوں سے جس قدر جلدی ممکن ہو سکے باہر نکالنے کے کام میں ہم کو آگے بڑھنا چاہیئے۔ یہ بہت زیادہ پیچیدہ اور ضروری مسئلہ بنتا جا رہا تھا۔

حقیقت میں ہمیں سب کچھ نئے سرے سے تعمیر کرنا تھا۔ لیکن کن چیزوں کے ساتھ؟ اگر ہر طرف جنگل ہوتے تو پھر اس بات کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ یہ تو سچ ہے کہ نئی زمینوں پر تیار شدہ مکانات اور تعمیراتی ساز و سامان پہنچ رہا تھا لیکن یہ ضروریات کے مطابق نہیں تھا۔ ہمارے منصوبے ہمارے امکانات سے آگے بڑھ گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ مقامی وسائل کا زیادہ سے زیادہ استعمال ضروری ہو گیا تھا۔ لیکن کسی صورت میں بھی کوئی شخص اتنا قابل اور با تدبیر ثابت نہیں ہو رہا تھا جتنا کہ اسے ہونا چاہیئے تھا۔

بعض اوقات میں کسی ضلع مرکز پر جاتا اور دریافت کرتا کہ تعمیراتی کام کس طرح ہو رہا تھا۔ بہت بری طرح۔ وہ کہتے۔ کیوں؟ اینٹیں نہیں ہیں۔ لیکن پھر ہم ضلع پارٹی کمیٹی کے سیکرٹری کے ہمراہ گلی میں نکلتے اور مضبوط عمارتیں دیکھتے جن پر ان کا سن تعمیر درج ہوتا تھا۔ ۱۹۰۸ء ـــــ ۱۹۱۷ء . . . . . . اور اس کے باوجود میں جانتا تھا کہ اس ضلع میں اینٹوں کے بھٹے نہیں تھے اور نہ ہی کبھی ہوا کرتے تھے۔

"یہ عمارتیں کس نے تعمیر کی ہیں"؟

"زمیستو دنے۔"

"انہوں نے یہ اینٹیں کہاں سے حاصل کی تھیں؟"

وہاں نیچے گہری گھاٹی میں انہوں نے ایک بھٹہ تیار کیا تھا اور اس میں وہ اینٹیں پکاتے تھے۔ یہ سکول بھی انہی اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ زیمستوو ہر چیز کا انتظام کر سکتے تھے اور تم ضلع پارٹی کمیٹی اور ضلع عاملہ کمیٹی کے ارکان یہ کام نہیں کر سکتے۔ ہم کس قسم کے سربراہ ہیں۔ یہاں ہر طرف وافر مٹی موجود ہے۔ کچھ بھٹے تیار کرو اور کچھ جگہوں پر کچی اینٹیں بنانے کے مرکز قائم کرو یہ مزید تین سو سال تک تمہارے لئے کار آمد ہوں گے۔

"اینٹیں بنانے کا مرکز؟ یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔"

لوگوں کو اس قدر انفعالیت سے کام لیتے دیکھ کر سخت غصہ آتا ہے۔ ماسکو کے نزدیک بروینخا میں مجھے اینٹوں کا بنا ہوا ایک شاندار قلعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ نوجوان آبادکاروں کا تعطیلاتی کیمپ تھا۔ میں نے اس عمارت کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ کسی نواب بیگم وغیرہ کی جاگیر کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ یہ قلعہ کس طرح تعمیر کیا گیا تھا؟ بالکل آسانی سے اس امیر عورت نے ایک پزاوہ قائم کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے اپنے لئے یہ مفصلاتی رہائش گاہ اور اس کی باہر کی عمارتیں ان اینٹوں سے تعمیر کیں اور بعد میں وہ پزاوہ فروخت کر دیا اور اس طرح تعمیر پر اٹھنے والے تمام اخراجات پورے کر لیے۔ یقیناً اس نے یہ سارا منصوبہ خود تیار نہیں کیا تھا اس کے پاس ایک ہوشیار منتظم تھا۔ یہ کام اس طرح کیا گیا تھا۔ لیکن آج ہمارے پاس ایک پوری پیداواری ٹیمیں ہیں۔ تجربہ کار سربراہ۔ انجنیئر۔ معمار موجود ہیں جو بڑی بڑی ذمہ داریاں تو سنبھال سکتے ہیں لیکن ایک معمولی پزاوہ تعمیر نہیں کر سکتے۔ اس کے برعکس وہ ریاست پر تکیہ کرتے ہیں اور ریاستی منصوبہ بندی کمیٹی کو درخواست لکھ کر بھیجتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ کس طرح نئی زمینوں پر ہمیں بعض سٹڈ فارموں سے اس قسم کی اینٹوں کی بنی ہوئی اصطبلوں کی کچھ پکی عمارتیں عارتیاً لینی پڑتی تھیں۔ ہمیں مشین اور ٹریکٹر ڈسٹنوں کے ورکشاپوں کے لیے ان کی ضرورت ہوتی تھی۔ جب میں نے لوگوں کو اس کے متعلق بتایا۔ جب میں ان کو سمجھانے اور شرم دلانے میں کامیاب ہوا تو میں نے جلد ہی سمجھدار منتظموں کو اینٹوں کی پیداوار کا انتظام خود کرتے ہوئے دیکھا۔ بعد میں وہ اس کے لیے میرا شکریہ ادا کرتے تھے اور حیران ہوتے تھے کہ ان کو اس کا خیال پہلے کیوں نہیں آیا تھا۔

مقامی تعمیراتی سامان میں سینٹھے بھی شامل تھے۔ یہ معلوم ہونے پر کہ بعض مہم جو لوگوں

نے دبائے ہوئے سینٹھوں کی سلیبوں سے اپنے لئے ابھی سے پختہ مکانات تعمیر کر لئے تھے
میں نے خود جاکر ان کو ایک نظر دیکھا۔ اور ان کو کافی تسلی بخش پایا یہ ابتدائی چند سالوں
کے لئے بہت کار آمد ثابت ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں بڑے پیمانے پر سینٹھے
جمع کرنا پڑیں گے۔ اور سلیبوں کی پیداوار شروع کرنی ہوگی۔ میں نے جمہوریہ کا ایک نقشہ
دیکھا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ سینٹھے کہاں کہاں پیدا ہوتے ہیں اور ان کو ان کی قدرتی
حالت میں دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ میں ہوائی جہاز میں ایلی دریا کی وادی کے ساتھ ساتھ جھیل
بلخاش تک گیا۔ ایک سو میٹر کی بلندی سے یہ سینٹھوں کا ایک گھنا جنگل نظر آتا تھا۔

جلد ہی دریاؤں کے کنارے اور سیتپی کی جھیلوں کے گرد و پیش میں جہاں کہیں بھی وہ
جس افراط کے ساتھ پیدا ہوئے تھے ہم نے سینٹھے حاصل کرنے کا انتظام کیا۔ فیکٹریوں نے
فوراً سادہ۔ آسانی سے چلنے والی اور زیادہ پیداوار دینے والی مشینیں تیار کیں جو ان کو کچل
کر اور دبا کر ٹھوس سلیبوں میں تبدیل کر دیتی تھیں۔ سلیبیں مکان تعمیر کرنے کے لئے بہت کار آمد
تھیں۔ جب ان پر پلستر کیا جاتا اور سفیدی پھیری جاتی تو وہ شاندار گرم مکان ثابت ہوتے
اس عمل کی آزمائش کرنے کے بعد ہم نے الما آتا کے نزدیک ایک اجتماعی فارم پر سینٹھوں کی سلیبوں
سے تعمیر کے کام کے متعلق ایک کل جمہوریہ سیمینار منعقد کیا۔

کزاخستان کی پارٹی مرکزی کمیٹی تعمیراتی مسائل کو بہت زیادہ اہمیت دیتی تھی۔
سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے نام ہماری عرضداشت ابھی تک فائلوں
میں موجود ہے کہ جب اس نے نئی زمینوں کی ترقی کا کام شروع کیا تو جمہوریہ کے پاس کتنے،
وسائل تھے۔ ہماری قوتیں بکھری ہوئی تھیں۔

تیس ۳۰ سے زائد کم صلاحیت کی تعمیراتی تنظیمیں مختلف وزارتوں اور محکموں کے ماتحت
کر دی گئیں تھیں۔ مجموعی طور پر ان کے پاس ۵۸ کنکریٹ مکسچر۔ ۶ اونچی کرینیں ۸ ٹرک،
۵ موٹر سے چلنے والی تنصیبی مشینیں۔ اور صرف ۵۷۰۰ مزدور تھے۔ نئے منصوبوں کو پایہ تکمیل
تک پہنچانے کے لئے ہمیں کم از کم ان سے دس گنا زیادہ آدمیوں کی ضرورت تھی۔

تعمیراتی سامان خاص طور پر اینٹیں یقیناً بہت بڑا مسئلہ تھیں۔ میں نے اپنے بہت سے

جمہوریوں کے سربراہوں سے اپیل کی اور میں یہ ضرور کہوں گا کہ اب سب نے ہماری، بہت زیادہ معاونت کی۔ آرمینیا، جارجیا، اسٹونیا اور بہت سی دوسری جگہوں سے، اینٹیں پہنچنا شروع ہوگئیں۔ قصّہ مختصر جیسے ہی وہ پیدا ہوتے رہے ہم ان مسائل سے عہدہ برآ ہوتے رہے اور کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوتے رہے۔

۸

سنہ ۱۹۵۴ء کے موسم خزاں میں کرغستان کے ادیبوں کی کانگرس جمہوریہ کی تہذیبی زندگی کا ایک اہم واقعہ تھا۔ میرے لئے کسی قومی کلچر سے متعلق معاملات میں شرکت کا یہ پہلا موقع نہیں تھا۔ مولداویا کے قیام کے دوران میں نے محسوس کیا تھا کہ جب کوئی شخص کسی دوسری جمہوریہ میں جا کر رہنا شروع کرتا ہے تو اس کے لئے وہاں کے عوام کی رسوم و روایات ان کی تاریخ اور ان کے آرٹ سے آگاہ ہونا ضروری ہوتا ہے۔ الما آتا پہنچتے ہی میں نے فوراً کتابوں کا ایک ذخیرہ جمع کر لیا اور کرغ ادیبوں اور فن کاروں سے ملاقاتیں کرنا اور تھیٹر دیکھنا شروع کر دیا۔ شاعری سے میرا لگاؤ بہت پرانا ہے۔ اور میں نے کرغ شاعروں کی بہت سی نظموں کا مطالعہ کیا ہے۔ خاص طور پر آبائی کی نظموں کا جن کی غنائیت عوامی دانش اور زندگی کے گہرے شعور نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔ آبائی نے کرغ عوام کو الگ تھلگ رہنے اور جمود کا شکار ہو جانے کی بجائے روسی اور دوسری قومیتوں کی کامرانیوں سے اپنے کلچر کو مالا مال کرنے کا پیغام دیا۔ یہ پیغام آج بھی برمحل ہے۔ کوئی بھی قومی کلچر جو اپنے آپ میں گم ہو جاتا ہے ناگزیر طور پر اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ عالمگیر انسانی خصوصیات سے عاری ہو جاتا ہے اور بدقسمتی سے اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

سوشلزم نے مدت ہوئی یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہر قومی جمہوریہ کی جس قدر زیادہ نشوونما ہوگی بین الاقوامیت کا عمل اتنا ہی زیادہ نمایاں ہوگا۔ کرغستان شاید اس کی سب سے زیادہ نمایاں مثال ہے۔ نئی زمینوں نے اسے بلا مبالغہ "سیارہ صد زبان" بنا دیا اور کرغ کلچر

دوسرے قومی کلچروں کے بہترین اجزا کو اپنے اندر جذب کر کے ترقی کر گیا۔ ایسا کرنا برا ہے یا اچھا؟ ہم کمیونسٹوں کا جواب ہے کہ یہ اچھا ہے بہت اچھا ہے! قومی روایات اور نو ایجادی کے اس اہم مسئلے کو بہت زیادہ آسان بنا دینا چاہیئے۔ اسے محض علم الاقوام کی سطح پر نہیں کھینچ لانا چاہیئے اور روزمرہ کی رسوم و روایات کو روس میں "ازباس" گول دائرے کے رقصوں اور "کوکوشنک" سر کے لباسوں اور کزاختستان میں "برتاس" اور گھوڑوں کے رواں گلوں تک محدود نہیں کر دینا چاہیئے۔

ہم مرکزی کمیٹی کے ارکان نے فن کاروں اور ادیبوں کو مسلسل مدد دینے کی کوشش کی ہے۔ نئی زمینوں کی مہم کی تمام مشکلات کے باوجود یہی وہ دور تھا۔ جس میں کزاخ، ریاستی نغمہ اور اجتماعی رقص ظہور پذیر ہوا۔ اخبار "کزاخ ادبیتی" کی اشاعت دوبارہ شروع ہوئی۔ اور ماسکو میں کزاخ ادب اور آرٹ کا دس روزہ جشن برپا ہوا۔ یہ سب کچھ بحث کے بغیر ہی نہیں ہو گیا۔ کچھ لوگ صرف اکائینز (شاعر) کے زبانی آرٹ پر توجہ مرکوز رکھنا چاہتے تھے لیکن جمہوریہ کے ادب میں بہت دور رس ماہیتی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں ہونہار نوجوان جو نہ صرف قدیم روایات اور نغموں سے آگاہ تھے اور ان سے محبت کرتے تھے بلکہ جن کو سوویت اور عالمی ادب پر بھی عبور حاصل تھا اب آگے آ چکے تھے۔ یہ لوگ آزاد اور بیباک ذہنوں کے مالک تھے۔ اور ان کی حمایت کرنا ضروری تھا۔ لیکن سب سے اہم چیز دانشوروں کے مابین فن کارانہ یکجہتی کے ماحول کو بہتر بنانا تھا۔ ان کو ایک مرکز پہ لانا اور جمہوریہ کو درپیش بڑے بڑے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ان کی توانائیوں کو یکجا کرنا ضروری تھا۔

مجھے اس ضمن میں یہ کہنا ہے کہ قومی علیحدگی کے حامی "قومی روایت کی عصمت" کے محافظوں کا بھیس بدل کر پر فریب طریقے سے کام کرتے ہیں اور مشکل ہی سے سامنے آتے ہیں۔ اس کے برعکس اپنے مدمقابل لوگوں کی بعض غلطیوں کا بڑی ہوشیاری سے فائدہ اٹھا کر ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ "پوپ سے بھی زیادہ مقدس" نظر آتے ہیں۔ مجھے وہ سارا ہنگامہ یاد ہے جو کسی کبنبیری کے کردار کے متعلق برپا ہوا تھا۔ ابتدا میں اسے ایک ترقی پسند

شخص ظاہر کیا گیا جو روس کے ساتھ کزاختان کے الحاق کا حامی تھا۔ بعد میں ایسی دستاویزات ہاتھ لگیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک رجعت پسند تھا اور الحاق کا مخالف تھا . . . .

میرے دل میں ماضی کی تاریخ کریدنے کی خواہش نہیں ہے اور اس کے علاوہ میں اپنے آپ کو اس میدان کا شہسوار بھی نہیں سمجھتا۔ مجھے جو چیز پریشان کر رہی تھی وہ یہ تھی کہ وہ جنگ جو بعض جذباتی تقریریں کرنے والے رہنماؤں نے شروع کی تھی اس نے اپنے مشہور لوگوں جیسے کہ ادیب مختار اوئیزوف اور جید عالم کانیش سپتیف کو جمہوریہ چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور کر دیا۔

ہم نے الما آتا واپس آنے میں ان کی مدد کی۔ کزاختان کی پیداواری قوتوں کی ترقی کے لئے عظیم سائنسدان کانش ایمانتیئوچ ستپیف نے بہت شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ مختار عمر خانوچ اوئیزوف کزاختانی ادب کا مسلمہ کلاسیکی مصنف ہے۔ میں بڑی شکر گزاری کے ساتھ ان لوگوں کو یاد کرتا ہوں۔ جن سے اکثر میری ملاقات رہتی تھی۔ جن کے ساتھ میرا گہرا التعاون تھا اور جن کے ساتھ اپنی گہری انسانی دوستی سے میں بہ لطف اندوز ہوتا تھا۔ اپنی گفتگو کے دوران ہم اکثر اس حقیقت کا اظہار کیا کرتے تھے کہ ہر قسم کی انتہا پسندی نقصان دہ ہوتی ہے۔ لوگوں کے انتہائی محبوب زبانی ادب کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ "میرے لینن گراڈ کے بچو!" جمبول کے یہ پر جوش مصرعے سارے ملک کو یاد ہیں۔ اکانیز کا یہ فن زندہ رہنا چاہیے۔ اور کزاخ قومی ادب اور مختلف قومیتوں کے سوویت ادب کے عام دھارے میں شامل ہو کر اس کو بھی ترقی کرنی چاہیے۔

اور ابھی میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی تھا۔ نئی زمینوں کے موضوع کو ادیبوں اور فن کاروں کی توجہ کا مرکز کس طرح بنایا جائے۔ مرکزی کمیٹی میں ادیبوں کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران میں نے کہا۔ ذرا ان چیزوں کو دیکھئے۔ جو میری آنکھوں کے سامنے تشکیل پذیر ہو رہی ہیں۔ لوگوں کے بڑے بڑے گروہ حرکت کر رہے ہیں۔ مختلف قومیتوں کے اجتماعی ادارے تشکیل کیے جا رہے ہیں۔ نئے خاندان پیدا ہو رہے ہیں۔ کردار پروان

چڑھ رہے ہیں۔ ہمارے دور کے ہیرو آزمائشوں سے گزر رہے ہیں۔ اور پختہ کار بن رہے ہیں۔ کرد اختستان میں روٹی کو ہمیشہ ایک نعمت اور ایک قیمتی چیز سمجھا جاتا تھا۔ پرانے زمانے میں مُلّا بھی کہا کرتے تھے کہ قرآن ایک مقدس صحیفہ ہے لیکن روٹی کے ایک ٹکڑے تک پہنچنے کے لیے اگر قرآن پر بھی پاؤں رکھنا پڑے تو جائز ہے اور اب اس علاقے میں روٹی کی بہتات ہو جائے گی۔ زندگی کا سارا ڈھانچہ تبدیل ہو رہا ہے۔ لوگ نئی نفسیات حاصل کر رہے ہیں۔ کیا یہ عظمت اور جو کچھ تشکیل پذیر ہو رہا ہے اس کی ڈرامائی اپیل کسی سچے فن کار کی تخلیقی قوت کو مہمیز نہیں کرے گی۔ اگر اس رزمیہ کو تاریخ کے لیے واضح طور پر رقم نہ کیا گیا تو حال اور مستقبل میں کوئی بھی ہم کو سمجھ نہیں سکے گا۔

اس صورت حال میں یہ ضروری تھا کہ جمہوریہ کے ادیبوں کی کانگرس مجموعی طور پر سودیت ادب کے جشن میں تبدیل ہو جائے۔ ہم نے مائیخیل شولوخوف، لیونڈ لیونوف، کارل یسین، مرزا ترسون زادے، میکسم ٹانک۔ اور دوسرے مشہور ادیبوں کو شرکت کی دعوت دی۔ اس کے بعد نغمہ کار، ایکٹر، اور فن کار اکثر نئی زمینوں کے مہمان ہوتے تھے اناج کی جنگ کے متعلق کہانیاں شائع کی گئیں، مووی فلمیں بنائی گئیں اور دکھائی گئیں ڈرامے سٹیج کیے گئے اور نئے گیت گائے گئے۔ انہوں نے یقیناً مثبت کردار ادا کیا۔

میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ نئی زمینوں کا رزمیہ کسی دن اسی قدر گہرائی اور شدت کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا جس قدر کہ خانہ جنگی "اور ڈان بہتا رہا" میں اور اجتماعی ملکیت "کنوارے کھیت" میں ظاہر ہوئی تھی۔ کسی ادیب یا فن کے لیے لوگوں کے کارناموں کی تصویر کشی سے بڑا کوئی اور تخلیقی کام نہیں ہے اور اس کام میں نئی زمینوں پر انجام دیئے جانے والے کارناموں کو بھی شامل کیا جانا چاہیے۔

۹

نئی زمینوں پر ۱۹۵۵ء کو "ناامیدی کا سال" قرار دیا گیا تھا۔ ہر چند کہ حالات بہت سخت تھے میرا اپنا اندازہ اتنا شدید نہیں تھا۔ مئی کے بعد ساری گرمیوں میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہ برسا۔ ہم ان بارشوں کا بے کار انتظار کرتے رہے جو باقاعدگی کے ساتھ جون میں ہوا کرتی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو انتہائی بُرے حالات کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

جو شخص کبھی سٹیپیوں میں نہیں گیا وہ ایسے موقع پر اناج پیدا کرنے والے کسان کے جذبات کو بالکل نہیں سمجھ سکتا۔ یہ ایک عجیب وغریب احساس ہوتا ہے۔ موسم بہار میں کبھی سٹیپی سیلاب کے پانیوں سے ایک سمندر میں تبدیل ہو جاتے اور لوگوں کو اپنی ورک ٹیموں تک کشتی میں بیٹھ کر پہنچنا پڑتا ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ برساتی نالے تھمتے پانی غائب ہو جاتا۔ صبح سویرے ہی سے جلتا ہوا سورج اپنا تباہی کا عمل شروع کر دیتا۔ وہ وہ اپنی ناقابل برداشت حبس آلودہ حدت برساتا ہوا سفیدی مائل میلے آسمان پر شام تک آہستہ آہستہ سفر کرتا اور پھر یہ سرخ قرمزی کرہ افق کے نیچے ایک گدلی، دھند میں ڈوب جاتا اور دوسرے دن تقریباً کسی مہلت کے بغیر پھر طلوع ہوتا اور ہر چیز کی زندگی کو نذر آتش کرتا چلا جاتا۔ اور یہ عمل ہفتہ بہ ہفتہ ماہ بہ ماہ جاری رہتا۔

اس دوران ہم نے فصل کاشت کرنے کا رقبہ گزشتہ سال کے مقابلے میں دگنا کر دیا تھا۔ نئی زیر کاشت لائی گئی زمینوں پر تقریباً دس ملین ہیکٹر اناج کاشت کیا گیا تھا۔ اس منصوبے سے ڈیڑھ ملین ہیکٹر زیادہ جو بہار میں کاشت کیا گیا تھا۔ اور بوائی بھی گزشتہ موسم کے مقابلے میں زیادہ تیز رفتاری، زیادہ محنت اور زیادہ بہتر طور سے کی گئی تھی۔ ایک سال میں جمہوریہ نے فصلیں اگانے میں ایک بڑا قدم آگے کی طرف اٹھایا تھا لوگ اپنی محنت کے نتائج ابھی سے دیکھ سکتے تھے اور وہ عزم کے ساتھ مسلسل کام کرتے رہے وہ ابھی تک اس تباہی سے بے خبر تھی جو ان کے انتظار میں تھی۔

ہم یہ تو یقیناً جانتے تھے کہ اس علاقے میں گرمی اور خشک سالی غیر معمولی چیزیں نہیں تھیں۔ لیکن ہم ابھی تک ستیپی کے کیلنڈر کی بے رحم کجروی سے آشنا نہیں تھے۔ جو دس برسوں میں ایک بار اس سرزمین پر خاص طور سے ایک سفاک اور تباہ کن خشک سالی لاتا ہے۔

ہم نے اپنا حملہ شروع کرنے سے پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ عناصر کے ساتھ جنگ ناگزیر تھی۔ جب نئی زمینوں کو زیر کاشت لانے کی معاشیات تیار کی گئی تھیں تو ماہرین نے تخمینہ لگایا تھا کہ اگر دو سال تک بھی سخت خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا تو بھی ہم اوسطاً ۵۰۰ ملین پوڈ (۸ ملین ٹن) فی سال کے حساب سے اناج حاصل کر سکیں گے۔ اس تخمینے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں تھی لیکن اس کا علم ہونا ایک بات ہے اور اتنی قیمتی فصل جسے کاشت کرنے میں اس قدر محنت صرف ہوئی تھی اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے برباد ہوتے دیکھنا بالکل دوسری بات ہے۔

ایسے موقعوں پر لوگ کس طرح بارش کی آرزو کرتے ہیں۔ اعصابی تناؤ برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ رات کے وقت کھڑکی پر ہلکی سی سرسراہٹ بھی لوگوں کو گھروں سے باہر کھینچ لاتی ہے۔ "بارش!" لیکن نہیں۔ یہ کھڑکی اور چھت پر بارش کے قطرے ٹپ ٹپ نہیں گر رہے بلکہ یہ تو خشک ہوا کے دوش پر آتی ہوئی گرد ہے۔

ستیپی میں سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ ہوا بھٹی کے جھونکے کی طرح پھیپھڑوں کو جلا دیتی ہے۔ پرندے اڑنا بند کر دیتے ہیں جیسے کہ انتہائی سخت سردی پڑ رہی ہو پودے سوکھ جاتے ہیں۔ ان کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اور وہ مرجھا کر مٹی میں مل جاتے ہیں۔ زمین میں گہرے شگاف پڑ جاتے ہیں اتنے بڑے کہ ان میں ایک سبل سما جاتا ہے۔ گندم کے بڑے بڑے قطعے پہلے زرد اور پھر سفید پڑ جاتے ہیں۔ اور خالی خوشے سرسراتے ہیں جن میں اناج کی پکنے کے لئے ابھی وقت ہی نہیں ملا تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ گرد کے بادل اٹھاتے ٹیلیگراف کے تار توڑتے اور چھتوں کے پرخچے اڑاتے ہوئے گرم ہوا کے جھکڑ چلتے ہیں۔

ہم اس درد کو سمجھ سکتے ہیں جو ایک کسان اس وقت محسوس کرتا ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی سال بھر کی محنت کا سارا پھل اس کی تمام کوششیں اور امیدیں ہر چیز کتنی بے دردی سے برباد کی جا رہی ہے۔ اور اس آزمائش سے گزرنے کے لئے بڑے دل گردے اور مضبوط اعصاب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس بات کا علم بھی کہ سینیپی آئندہ موسم میں اس سارے نقصان کو پورا کر دیں گے کچھ زیادہ مددگار ثابت نہیں ہوتا۔ ہم ہمیشہ اپنی فصل آج ہی اور اسی وقت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اس بات کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ میں اس صورت حال کو بہت زیادہ آسان بنا کر پیش کروں اور چیزوں کو اس سے بہتر بنا کر ظاہر کروں جیسا کہ وہ حقیقت میں تھیں۔ ان مہینوں میں ہم مرکزی کمیٹی کے ارکان کو لوگوں کی طرف سے خط موصول ہونے شروع ہو گئے کہ اب کیا کرنا چاہیے کام کس طرح جاری رکھنا چاہیے۔

کزاخستان کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے بیورو نے نئی زمینوں کی تمام پیداواری ٹیموں کے عام اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ لوگوں کو دیانتداری سے صورت حال سے آگاہ کیا جائے۔ ان کا دل بڑھایا جائے۔ ان کی توجہ ان کاموں کی طرف مبذول کرائی جائے جن کو ان حالات میں اولیت حاصل ہونی چاہیئے اور انہیں یہ بتایا جائے کہ فصلیں پیدا کرنے میں ایک سال دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ایک وقت آئے گا جب ہماری زمینیں بھی اچھی فصلیں پیدا کریں گی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ان لوگوں کو بھی خبردار کیا جو باہر اضلاع میں جاتے تھے کہ وہ لاابالی رجائیت پسندوں کی طرح کام نہ کریں۔ اس وقت عوام میں پارٹی کا کام کرنے کے یہ بڑے بڑے مقاصد تھے۔

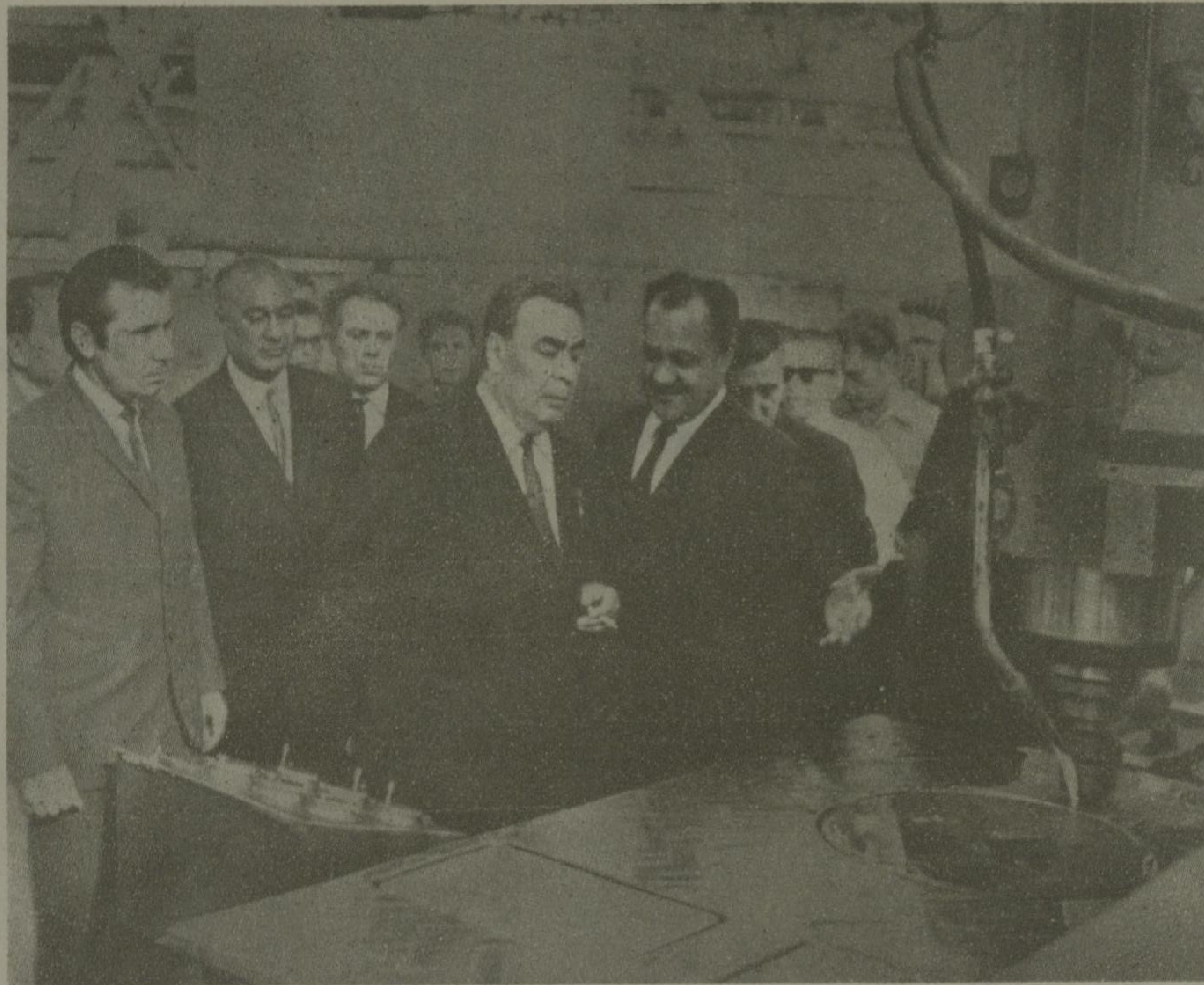
میں یہ ضرور کہوں گا کہ کھلے اور صاف صاف مباحثوں کے بعد جو ہر ریاستی فارم پر منعقد ہوئے تھے نئی زمینوں والے نئے جوش و خروش کے ساتھ کام میں جٹ گئے۔ شعلے برساتے ہوئے سورج کے باوجود ہم کٹائی کی تیاری کرتے رہے۔ اور خزاں کے اواخر تک مویشیوں کے چارے کے ذخیرے جمع کرنے میں مصروف رہے۔ ہم نے تعمیر کے کام کو خاص طور سے ریاستی فارموں میں وسیع پیمانے پر اور زیادہ محنت کے ساتھ تیزی سے آگے

بڑھایا خوراک اور صنعتی ساز و سامان نئی زمینوں پر اتنی بڑی مقدار میں پہنچ رہا تھا کہ سارے موسم سرما کے دوران مسلسل رسد کی ضمانت دے سکتا تھا۔

ہم کو سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی حمایت اور مدد بھی حاصل ہو گئی میں سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی کے سیاسی بیورو کے ارکان کی بہت زیادہ قدر کرتا ہوں جنہوں نے ان برسوں کے دوران نئی زمینوں کو تیزی اور کامیابی کے ساتھ زیر کاشت لانے میں اتنی زیادہ محنت کی۔ میں اکثر ان سے ملتا تھا اور مشورہ کرتا تھا۔ اور مجھے ہمیشہ اپنے سوالوں کے درست اور واضح جواب ملتے تھے۔ مجھے پارٹی کی ٹھوس معاونت اور اخلاقی حمایت بھی حاصل رہی۔

اور مشکلات کے باوجود ہم نے ۱۹۵۵ء میں اپنا کام پورے یقین کے ساتھ جاری رکھا اس یقین کی بنیاد کیا تھی؟ ہم سب یقیناً سخت مایوس ہوئے تھے کہ ہم نے زمین پر جو اس قدر زیادہ محنت صرف کی تھی اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے تھے۔ لیکن کئی ایک فارموں نے بڑی اچھی فصل کاٹی تھی۔ کوکچیتاف علاقے کے زانوف ریاستی فارم نے جو ۱۹۵۴ء میں قائم ہوا تھا ۲۲۵۰۰ ہیکٹر رقبے سے ۶ء۹ فی صدی ہیکٹر اور الما آتا علاقے کے روزلاول ریاستی فارم نے اپنے ۲۰۰۰۰ ہیکٹر رقبے سے ۱۹ء۱ فی صدی ہیکٹر گندم پیدا کی۔ اور اس قسم کے فارموں کی تعداد کچھ کم نہیں تھی۔ ہمیں اس امر کی پوری تحقیقات کرنی ہوگی کہ وہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے کچھ فارموں نے تو گندم کی فصل کاٹی لیکن دوسروں کے پاس جھلسے ہوئے کھیتوں کے سوا کچھ نہ رہا۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ پیداوار کی کم اوسط کے باوجود یہ نئی زمینیں ہی تھیں جن سے جمہوریہ نے اس سال اپنی اناج کی مجموعی فصل کا ۸۰ فی صد حاصل کیا۔ کزاخستان نے بھی زیر کاشت لائے جانے سے پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ و موٹا چارہ پیدا کیا۔ اور ۵۰۰۰۰ ٹن زیادہ دودھ اور ۱۲۲۰۰ ٹن زیادہ گوشت مہیا کیا۔ تقریباً ڈیڑھ ملین ٹن چارہ زیادہ نمکی ذخیرہ کیا گیا۔

یہ کامیابیاں یقیناً معمولی تھیں لیکن ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ نئی زمینیں اناج اور فارموں کی دوسری پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنے کا کردار اس وقت بھی ادا کر رہی تھیں اور



لیونید بریژنیف تاشقند کے ایک کارخانے میں کاریگروں کے ساتھ

آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔ اس لئے ہمارا نعرہ تھا۔ کام جاری رکھو!

لیکن فصل کی ناکامی آخر فصل کی ناکامی ہوتی ہے اور اس نے بہت سے مسائل کا حل سخت مشکل بنا دیا۔

میں پارٹی اور حکومت کے اہل کاروں کے ایک کل یونین اجلاس کے سلسلے میں ۱۹۵۵ء کے اواخر میں ماسکو میں تھا۔ اس قسم کے اجتماعات سے مجھے سخت کوفت ہوتی ہے۔ کیونکہ، لوگ مسلسل بے شمار سوال پوچھتے چلے جاتے ہیں اور یا پھر اس کے برعکس جان بوجھ کر کسی اور موضوع پر گفتگو کر کے اپنی ہمدردی جگانے لگتے ہیں۔ اور جب میں نے کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اعلان کیا کہ کزاخستان آئندہ سال ریاست کو ۶۰۰ ملین پوڈ اناج مہیا کرے گا تو سارے ہال میں بے اعتمادی کی بڑبڑاہٹ سی پھیل گئی۔

زمانہ کتنا بدل گیا ہے۔ اگر ہم آج نئی زمینوں سے ۵۰۰ سے ۶۰۰ ملین پوڈ سالانہ کا نشانہ قائم کرنے کی کوشش کریں جسے اس وقت بہت بڑا عطیہ سمجھا جاتا تھا تو اسے سخت ناکامی کا نام دیا جائے گا۔ آج کل ہم اوسط کے حساب سے تقریباً ایک بلین پوڈ (۱۶ ملین ٹن) سالانہ کزاخستان کا اناج حاصل کرتے ہیں۔

جاپان میں جیسا کہ آئی۔ اے گونچاف نے اپنی تصنیف "پلاڈا جہاز" میں لکھا ہے کہ جو کچھ بھی وہاں ہوتا تھا مثلاً آندھیوں، بارشوں اور زلزلوں کے لیے گورنروں کے سر قلم کر دیئے جاتے تھے۔ ہمارے سر تو خطرے میں نہیں تھے لیکن ۱۹۵۵ء کے افسوسناک حالات کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو ایک ایسے جرم کا مرتکب محسوس کرتے تھے جس میں ہمارا کوئی قصور نہیں تھا۔ میں نے اس احساس کو بھلایا نہیں ہے۔ اور آج وہاں کے منتظموں کو حوصلہ افزائی کا ایک لفظ پہنچانے کے لیے میں کبھی کبھی ان اضلاع میں ٹیلیفون کرتا ہوں جو قدرتی آفات کا شکار ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے الیانووسک علاقے میں بلایا گیا۔ لیونڈ ایلیچ آؤ اور ہم سے ملو۔ ہم نے اناج کی شاندار فصل پیدا کی ہے۔ اور اس کے فوراً بعد خشک ہوائیں چلنی شروع ہو گئیں اور ہر چیز جل کر رہ گئی۔ ظاہر ہے کہ علاقائی پارٹی کمیٹی کا اول سیکریٹری بخت پریشان، فکرمند اور غمگین تھا۔ میں نے اس سے صورتِ حالات کے متعلق معمول کے مطابق

اطمینان اور سکون کے ساتھ بات کی اور ہم اس بات پر متفق ہو گئے کہ کیا کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کامریڈوں کی مدد کس طرح کی جائے۔

لیکن تباہی کے اس سال کے دوران ہم کو بھی جو سارا عرصہ اپنی کامیابی کے متعلق اتنے پُر اعتماد تھے بعض اوقات یہ ثابت کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ ہم درست تھے میں نے جب ایک بہت بڑی کانفرنس میں این۔ ایس کروشچوف کے سامنے یہ اعلان کیا کہ نئی زمینیں اب بھی اپنی اصل قدر و قیمت ظاہر کریں گی تو اس نے مجھے کسی قدر تیزی کے ساتھ ٹوک دیا۔ "ہم تمہارے وعدوں سے شامی کباب تو نہیں بنا سکتے۔!"

لیکن میرے پاس اس کو یقین کے ساتھ جواب دینے کا ہر جواز موجود تھا۔ "اس کے باوجود ہمیں یقین ہے کہ جلد اور بہت جلد نئی زمینوں پر اناج کی ایک بہت بڑی فصل پیدا ہو گی!"

ہم نے نئی بہار کی تیاری کے لئے بہت سخت محنت کی۔ اب صرف ایک ہی نجات ایک ہی امید، ایک ہی علاج تھا ــــ کام۔ ۱۹۵۶ء میں ۲۷ ملین ہیکٹر نئی زمینوں پر بوائی کی جانی تھی اور ان میں سے ۲۲ ملین اناج کی فصلوں کے لئے تھے۔ اور ایک بار پھر میں ہر ایک چیز کو دیکھنا، ہر ایک سے ملنا اور ہر ایک کام وقت پر مکمل کرانا چاہتا تھا۔

۱۰

ہم آج کل اناج، گوشت اور سبزیوں کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے بڑے بڑے مادی اور مالیاتی وسائل مخصوص کرتے ہیں جو ان برسوں میں ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ ہم جدید ترین مشینری نصب کر رہے ہیں زراعت کو نئے ساز و سامان سے لیس کر رہے ہیں، پیداوار کے تخصص اور ارتکاز کو یکساں طور پر فروغ دے رہے ہیں اور غیر سیاہ مٹی والی قدیم روسی زمینوں کا کایا پلٹ کرنے جیسے مربوط پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے پر کمربستہ ہو رہے ہیں۔

لیکن ہمیں ایک اور چیز بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قومی معیشت میں کوئی ثانوی موضوع نہیں ہوتا۔ ہمیں آج بھی بعض ایسے کام مد مقابل جاتے ہیں جو ملین اور بلین خرچ کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں لیکن نام نہاد "معمولی چیزوں" سے قطع نظر کر لیتے ہیں اور اس کے باوجود سب سے اہم کام یہ ہے کہ ہر اس چیز کا محتاط اور معقول استعمال کیا جائے جو ہمارے اختیار میں ہے اور ملک کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ فضول خرچی منع ہے۔ معیشت کا دائرہ جتنا وسیع ہوگا اس قسم کی بدانتظامی کے اثرات اتنے ہی تکلیف دہ ہوں گے۔

اس بات کا علم مجھے اس وقت ہوا جب میں ابھی نئی زمینوں پر ہی تھا۔ اس لئے میں ان معمولی چیزوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا جن پر عوام کی زندگی میں بہت سی باتوں کا انحصار ہے۔ مثال کے طور پر جب میں شمالی کزاخستان کے ایک بڑے دورے پہ تھا تو مجھے سلینوگراد علاقے کے آئزوبلنی ریاستی فارم پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ سٹیپی میں بہت دور سلیٹی دریا کے کنارے ایک خوبصورت لیکن اس وقت ویران مقام پر واقع تھا۔ میں شروع ہی میں پہلے بھی وہاں جا چکا تھا۔ اور اس کے وہ نو خیمے دیکھ چکا تھا لیکن اس مرتبہ مجھے وہاں ایک پوری بستی نظر آئی۔ وہاں بڑے بڑے مکانات ایک کیفے ٹیریا ایک دکان، ایک حمام، ایک بیکری، ایک ورکشاپ،

ایک بڑا دفتر اور ایک گیراج بھی تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور خاص طور سے اہم بات یہ بھی کہ لوگوں نے بذات خود تقریباً ۸۰ جھونپڑیاں تعمیر کر لی تھیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ واقعی ہمیشہ کے لئے وہاں آباد ہو گئے تھے۔ میں نے ان کے ساتھ گفتگو شروع کر دی اور پوچھا کہ ان کو کن چیزوں کی ضرورت تھی اور ان کی زندگی کیسے گزر رہی تھی۔ اور اس سلسلے میں جو کچھ میں نے سنا وہ درج ذیل ہے۔

"ہمارے ہاں پیسوں کی کمی ہے۔ گگڑیوں کو نمک لگا کر رکھنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔"

"ہمیں ایک سوٹ کی ضرورت ہے لیکن ہم اسے کہاں سے خریدیں ہ؟"

"اگر ایک بچھڑا مل جائے تو بڑی ایک اچھی بات ہوگی۔ . . . . ."

یہ بے کار سوال نہیں ہے۔ ہر ایک چیز بڑی مقدار میں نئی زمینوں پر بھیجی گئی تھی اور اس کے باوجود ابھی تک پیسوں کی کمی تھی اور جانوروں کی بھی ضرورت تھی اور وہ بھی محض نعمت خانے میں اضافے کے لیے نہیں۔ میں نے اپنے ابتدائی برسوں میں نوواردوں کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا تھا کہ ایک ہاتھ میں سوٹ کیس ہوتا تھا اور دوسرے میں ٹوکری جس کے اندر کتے کا پلا یا بلی ہوتی تھی۔ اور دنیپروپیترووسک سے تو ایک لڑکا یارو سلاول ریاستی فارم پر پنجرے میں ایک زندہ مرغا لئے ہوئے پہنچا اور مجھ سے کہنے لگا کہ "یہ بستی کے لئے بہترین الارم کلاک ہے۔" یہ یقیناً ایک مذاق تھا لیکن اس غیر آباد زمین پر یہ مرغا سب کے لیے مسرت کا باعث تھا۔ لڑکوں نے گلہریوں اور بستی کے کچھ پرندوں کو بھی سدھا لیا تھا۔

ہم ان سب چیزوں کو محض خبط کہہ سکتے تھے لیکن زندگی نے مجھے ان چیزوں کو سمجھنا اور ان کا احترام کرنا سکھا دیا تھا۔ میں بھی بچپن میں کبوتروں کی اڑتی ہوئی ٹکڑی کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ ہمارے لیے نئی زمینوں پر اصل چیز یقیناً اتنے ملین ہیکڑ اور اتنے ملین پوڈ تھے لیکن سبزیوں کے اپنے ذاتی باغیچے لگانے

اور جانور اور مرغیاں پالنے کے لیے، لوگوں کی مدد کرنا ضروری تھا۔ اس کے بغیر وہ ملین اور بلین کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتے تھے، جس دیہاتی کے پاس مویشی اور زمین کا ایک ٹکڑا تک نہ ہو وہ ایک ایسے درخت کی مانند ہوتا ہے جس کی جڑیں نہ ہوں ان برسوں میں ہمارے لیے، ابتدا ہی سے یہ ظاہر کر دینا ضروری تھا کہ ہم بستی کو حقیقت میں ہمیشہ کے لیے، قابل سکونت بنانا چاہتے تھے۔

اس بات پر غور کرتے ہوئے میں نے کھیتوں پر نظر ڈالی تو اچانک مجھے ایک اور نوادر نظر آیا۔ ایک تنہا پہاڑی کوّا سیاہ قابل کاشت زمین پر ایک خامیاں تلاش کرنے والے ماہر زراعت کی طرح اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا۔ اور پہاڑی کوّا جیسا کہ ہم جانتے ہیں کھیتوں کا پرندہ ہے ایک بار جب وہ اتنی دور سے اڑ کر یہاں پہنچ گیا تھا تو وہ ہمیشہ یہاں رہنے کے لیے، آیا ہوگا۔

آیئز، وبلنی فارم پر ہونے والی گفتگو مجھے یاد تھی اور میں نے بعد میں کچھ پرانی دستاویزات کا مطالعہ بھی کیا۔ سنہ ۱۹۳۴ء میں سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی (ب) کی مرکزی کمیٹی کی ایک یادداشت کزاخستان علاقائی پارٹی کمیٹی کو بھیجی گئی تھی اس میں دیہی اور صنعتی علاقوں میں بڑے پیمانے پر اور مضبوطی کے ساتھ باغبانی کی ترقی کا سوال اٹھایا گیا تھا اس ہر لحاظ سے مکمل یادداشت میں تجویز کیا گیا تھا کہ اس شعبے کو پارٹی اور حکومتی اداروں کی طرف سے اور اجتماعی اور ریاستی فارموں اور مشترکہ ملکیت کے اداروں کے سربراہوں کی طرف سے بھی انتہائی، عملی اور مکمل امداد بہم پہنچائی جائے، اور باغبانی جلد ہی ترقی کر گئی، اور اس نے قابل اعتماد مادی بنیاد قائم کرلی لیکن کئی سال گزر گئے، اور دفعتاً اس کو زوال آنا شروع ہو گیا۔ اور اپنے ابتدائی دنوں کے مقابلے میں اس کا رقبہ سمٹ کر آدھا رہ گیا۔ لیکن اس کے باوجود مثال کے طور پر جمہوریہ اجتماعی اور ریاستی فارموں کے مقابلے میں سبزیوں کے ذاتی قطعوں سے ۱/۲ ۴ گنا زیادہ آلو حاصل کر رہا تھا۔

جب ہم بعض ڈائرکٹروں پر اس لیے نکتہ چینی کرتے کہ وہ اپنے لوگوں کو

کھانے کے لئے محض جئی کا پتلا دلیہ اور آٹے کی ٹکیاں دے رہے ہیں تو ہمیشہ یہ جواب ملتا کہ ہمارے ہاں کھانے پینے کی چیزوں کی کمی ہے۔ ہماری مدد کی جائے۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ بعض مصنوعات دیہات کے لئے ابھی مختص کی جانی چاہییں۔ لیکن آلو، گوبھی ککڑیاں اور بند والے مختص کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جو کہ ہر فارم پر آسانی سے پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہی بات انڈوں اور دودھ کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔ بہت ہی پرانے زمانے سے کسان مرغیاں پالتا آیا ہے اور انڈے شہر میں بیچتا رہا ہے۔ اور اب وہ ہر انڈا ماسکو سے حکم آنے پر ہی کیوں حاصل کرے؟ میں جس چیز کے متعلق لکھ رہا ہوں وہ آج بھی انتہائی متعلقہ ہے آج بھی بہت سے احکام ایسے ہیں جو خود تو کچھ نہیں کرتے لیکن ایک لمحے کے لئے بھی یہ سوچے بغیر کہ ریاست ان کو کہاں سے لائے گی قادر مطلق اشیائے مختص پر انحصار کرتے ہیں۔ ہم کو اپنے ملک میں ہر موقع اور زمین کا ہر ٹکڑا فارم کی مصنوعات پر اضافہ کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہیے تاکہ اپنے مشترکہ دستر خوان کے لئے "کسی قدر زائد" میسر آسکے۔ بعض اوقات ریل گاڑی کی کھڑکی سے دور تک بکھری ہوئی غیر آباد زمین نظر آتی ہے جو زراعت، گھاس اگانے اور مویشی پالنے کے لئے بڑی اچھی طرح استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس طرح یہ سب چیزیں مثلاً ٹماٹر اور ککڑیاں تمام راستے جنوب سے اور انڈے، پنیر اور دودھ سینکڑوں کلومیٹر دور جگہوں سے لانے کی بجائے مقامی وسائل سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

پارٹی، حکومت، معاشی اداروں اور صنعت کے سربراہوں کو یہ سب چیزیں ذہن میں رکھنی چاہییں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ بڑے اور چھوٹے قصبوں کے ارد گرد ٹھوس زراعتی مرکز، مخصوص ادارے اور ذیلی یونٹ قائم کریں۔ تاکہ یہ بات یقینی ہو جائے کہ آلو، گوشت، سبزیاں اور پھل دکانوں پر وافر مقدار میں مہیا ہے، سویرڈلووسک تیومین، ارکتسک، اور سوویت یونین کے دوسرے شہروں میں اس قسم کے مواقع موجود ہیں۔ یہ وہ چیز تھی جس کے متعلق سنہ ۱۹۷۸ء کے موسم بہار میں یورال، سائبیریا اور مشرق

بعید آکڑے کے دوران۔ مجھے مقامی سربراہوں کو دوبارہ بتانا پڑا۔

لیکن کزاخستان میں بہت پہلے ۱۹۵۵ء میں بڑے پیمانے پر سبزیوں کے باغیچے لگانے کے کام کو ترقی دینے اور اس کے لئے جس کا جی چاہے اسے حسب ضرورت زمین کا ایک پلاٹ اور آلات مہیا کرنے اور ہر ممکن امداد دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ مربانی اور ذاتی استعمال کے لئے جانوروں کی فروخت کے لئے بھی یہی پالیسی اختیار کی گئی تھی۔ تمام ریاستی فارموں پر ذیلی یونٹ قائم کرنا کچھ کم ضروری نہیں تھا۔ یہاں ایک عجیب صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ جس وقت نئی زمینوں کا پراجیکٹ شروع کیا گیا تھا اس قسم کے یونٹوں کی تعداد گھٹ کر تقریباً ایک چوتھائی رہ گئی تھی۔ اپنے عالمی منصوبوں اور عظیم پراجیکٹ کے دوران لوگوں کو جو کچھ ثانوی حیثیت کا نظر آتا تھا وہ اس سے دستکش ہو چکے تھے۔

"یہ معمولی چیزیں" — اور یہاں اعداد و شمار مفید رہوں گے۔ مندرجہ ذیل تصویر پیش کرتی تھیں۔ مالکانہ حقوق والی ذیلی اراضیوں پر گیارہ ۰۰۰ ہزار گائیں اٹھائیس ہزار بھیڑیں، پیٹھے کی فصلوں کے تین ہزار سات سو ہیکٹر، سبزیوں کے پانچ ہزار ہیکٹر، اور آلو کے گیارہ ہزار ہیکٹر کسی کو خبر نہیں کہ کہاں غائب ہو گئے تھے۔ ملک ابھی تک سخت مشکل حالات میں سے گزر رہا تھا اور یہاں ہم پیداوار کی ایک بڑی مقدار سے محروم کئے جا رہے تھے۔ اس سلسلے میں فوری نوعیت کے اقدامات کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ ذیلی یونٹوں کے لئے رقمیں اور زمین مختص کر دی گئی۔ دودھ دینے والے مویشی لائے گئے۔ گرم مکان اور مرغیوں کے شیڈ تعمیر کئے گئے۔ نرم پھلوں کے پودے لگائے گئے۔ ان کی پیداوار ریاستی فارموں کے منصوبوں میں شامل کی گئی اور ان کی تکمیل کے لئے ڈائریکٹروں کو سختی سے ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ نئی زمین والوں کو بہتر رسد بہم پہنچانے اور یہ دیکھنے کے لئے کہ بستی پر زندگی بہتر ہو رہی تھی لوگوں کو نفسیاتی امداد مہیا کرنے کے لئے یہ سب کچھ ضروری تھا۔

یہ سب کچھ یاد کرتے ہوئے اور ان برسوں کی دستاویزات کا مطالعہ کرتے

ہوئے میں نے دیکھا کہ میں نے کرگل جینو ضلع کا ذکر کئی بار کیا ہے۔ میں ان دنوں اس کے معاملات اور خاص طور سے اپنے ایک دورے کے دوران جو کچھ میں نے چینتیاک ریاستی فارم پر دیکھا تھا اس کے متعلق بہت پریشان تھا۔ میں نے پہلی بار اس فارم کا دورہ ۱۹۵۴ء کے موسم گرما میں کیا تھا اور میرے سامنے اس کی ایک افسوسناک تصویر آئی تھی۔ ایسی جگہوں پر فوراً محسوس ہو جاتا ہے کہ کچھ خرابی موجود ہے۔ لوگ کسی بھی نووارد کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور ایک شاکی ہجوم کی شکل میں اس کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے ہیں۔ مجھے بھی ایک فریادی عورت نے گھیر لیا جس نے اپنی کہانی اس طرح بیان کی:

"کامریڈ نمائندہ میں نہیں جانتی کہ آپ کون ہیں۔ لیکن ہمارے کام میں دلچسپی لیں اور ہماری مدد کریں۔ ہمارے ہاں بجلی نہیں ہے۔ ایندھن نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مٹی کا تیل بھی نہیں ہے۔ کھانے پکانے کے برتن نہیں ہیں اور نہ ہی پکانے کے لیے کوئی چیز ہے۔"

میں اس کے ساتھ مقامی دکان میں گیا۔ وہاں نمک تک نہیں تھا۔ گود میں بچہ لیے ہوئے ایک عورت نے مجھے اتنی ہی فکرمندی سے کہا:

"کامریڈ برزنیف۔ یہاں دودھ بالکل نہیں ہے۔ سوجی بھی نہیں ہے۔ ہمیں بتائیے کہ ہم بچوں کو کیا دیں۔ آپ کے بھی بچے ضرور ہوں گے۔ آپ ایک باپ ہیں اس لیے ہماری مدد کریں۔"

میں نے مزدوروں کی کوآپریٹو کے نمائندے سے ملنے کے لئے کہا۔ ایک بھی پلک جھپکے بغیر اس نے کہا کہ سوجی ختم ہوئے صرف ایک دن ہوا ہے۔ لیکن میں اس کی مکار آنکھوں سے جان گیا کہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ میں نے عورت سے وعدہ کیا کہ میں کھانے پینے کی اشیاء کی کمی کی تحقیقات کروں گا لیکن جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ حیران کیا وہ دودھ کی کمی تھی۔ اس وقت تک ہم نے بہت سے ریاستی فارموں کو بشمول سینتیاک ان مزدوروں کے لئے مویشی مہیا کیے تھے۔ جو ان کو ذیلی طور پر رکھنا

چاہتے تھے۔ ہم نے اس کے متعلق رپورٹ مانگی تھی کہ کس کس کو کتنی گائیں، سورٹ، گھوڑے اور مرغیاں الاٹ کی گئی ہیں اور یہ معاملہ وہاں ختم کر دیا تھا۔ لیکن جب میں فارم پر گھوم رہا تھا تو، ہجوم مجھے کھینچ ٹریا میں لے گیا اور ہم ان معاملات پر بحث کرنے کے لیئے بیٹھ گئے۔

"تمہارے پاس فریلی فارم پر کتنی گائیں ہیں؟"

"تقریباً پچاس"

"پھر تو تمہارے پاس کافی مقدار میں دودھ ہونا چاہیئے۔"

"کچھ امید تو ہے! وہ یہاں سے ۵۰ کوس دور ہیں۔ وہ وہاں چرنے کے لیئے گئی ہیں۔"

اس وقت تک انہوں نے ڈائریکٹر کو ڈھونڈ نکالا تھا۔ وہ تیزی سے اندر آیا اور آتے ہی فوراً شکایتیں شروع کر دیں۔

"لیونڈ الیچ! یہ بہت خطرناک بات ہے۔ میں کسی بھی عورت کو گوالن بننے پر آمادہ نہیں کر سکا۔ ان میں سے کوئی بھی دودھ دوہنا نہیں چاہتی۔"

"کیا چراگاہ میں ان کو دوہنے کا کوئی انتظام نہیں؟"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"کیا تم بچوں کے لیئے فکر مند نہیں ہو کہ ان کو دودھ نہیں مل رہا۔ اور گایوں کو جو نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"فکر مند نہیں ہوں؟ میں تو خوف زدہ ہوں۔ میں مقدمہ چلائے جانے کا انتظار کر رہا ہوں۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ میں نے یوکرین خط لکھا ہے میں کچھ لڑکیوں کو یہاں آنے اور ہماری مدد کرنے کی دعوت دے رہا ہوں۔"

یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اور میں عورتوں سے مخاطب ہوا۔

"تم کیوں مدد کرنا نہیں چاہتیں؟ تم دیکھ رہی ہو کہ صورت حال کیا ہے؟"

"ہم بچوں کا کیا کریں؟ وہ چھٹ پڑیں۔ ہم سب شادی شدہ ہیں۔ ہمارے بچے ہیں۔"

"فرض کرو کہ کچھ عرصے کے لئے ہم یہ گائیں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں۔ کیا تم ان کی دیکھ بھال کرو گی۔ ان کا دودھ دوہو گی۔ ہے؟"

"یقیناً ہم یہ کریں گی۔ ہم ان کا دودھ دوہیں گی اور ان کو سٹیپی میں چھوڑ دیں گی اور ہمارے خاوند بھی ان کا دودھ دوہ سکتے ہیں۔"

"ہاں تو کامریڈ کوو النکو دیکھ لو۔ تم جیل جانے کے لئے تو تیار ہو گئے ہو لیکن اتنی آسان چیز کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے رہو۔ یہ گائیں مزدوروں میں تقسیم کر دو۔ وہ ان کو دوہیں گے اور اپنے بچوں کا پیٹ بھریں گے اور پھر بعد میں تم کو تمہاری گوالینیں بھی مل جائیں گی۔"

"مجھے اس کا خیال تک نہیں آیا۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا . . . . ."

میں نے ڈائریکٹر کے ہمراہ بستی کا دورہ کیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ تعمیراتی کام بڑے برے طریقے سے ہو رہا تھا۔ مکانوں میں گھٹیا مسالہ استعمال کیا گیا تھا اور ان کی بنیادیں مناسب طریقے سے نہیں اٹھائی گئی تھیں۔ میں نے اس کی خوب خبر لی۔ دیانتداری کی بات یہ ہے کہ اس کے بار بار اس جملے کو دہرانے کی وجہ سے کہ "میں سب ٹھیک کر دوں گا" . . . . میں نے ابھی سے کووالنکو پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا تھا۔ میں نے اس پر واضح کر دیا کہ میں واپس آؤں گا اور ہر چیز کی جانچ پڑتال کروں گا۔ لیکن جب میں نے سٹیپناک فارم کا دوبارہ دورہ کیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کوئی چیز بھی تبدیل نہیں ہوئی تھی: دکان اور کینٹین یا میں چیزوں کی رسد بہتر ہو گئی۔ لیکن وہ گزشتہ سال کی مداخلت کی وجہ سے تھی دوسرے معاملات میں کووالنکو نے ایک انگلی تک نہیں ہلائی تھی۔ لوگوں کو پانی بھی ابھی تک مشکل سے مل رہا تھا ہر چند کہ گزشتہ دورے کے دوران میں نے ڈائریکٹر سے کہا تھا کہ سڑک پر پانی کی ٹینکی رکھ کر گھر گھر پانی پہنچایا جائے۔ یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں تھا لیکن پھر بھی میں سخت سرزنش کے جواب میں اس کا وہی فقرہ سنا کہ میں سب ٹھیک کر دوں گا . . . . !"

یہ نا اہلیت ضرور تھی لیکن نئی زمینوں پر ایسی خطرناک بے بسی اور غفلت کے واقعات شاذونادر ہی ظہور پذیر ہوتے تھے۔ وہ اہلکار جو اپنے فرائض سے اتنے شرمناک طریقے سے غفلت برتتے تھے ان کو برداشت کرنا مشکل تھا۔ اور مجھے سیلینوگراڈ علاقائی پارٹی کمیٹی کے مکمل اجلاس میں اس بات کا ذکر کرنا پڑا۔ آسائشوں کی بہم رسانی کا مطلب لوگوں کو ہر چیز مہیا کرنا اور ان کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ ایک خالص معاشی کام سے کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اس میں پالیسی کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اور اس کام میں غلطیاں بہت مہنگی پڑتی ہیں۔ کیونکہ جنگ میں جانی نقصان اور امن میں مادی اور اخلاقی وسائل کے نقصان کی شکل میں ہمیں ہمیشہ اپنی غلطیوں کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔

اس علاقے میں مناسب اور مکمل زندگی کو یقینی بنانے کے لئے سیتپی کی بستیوں کو ایسے لوگوں کی تحویل میں ہونا چاہیے تھا جو نہ صرف منصوبے کو مکمل کرنا چاہتے ہوں بلکہ ان تمام چیزوں کے لئے ذمہ داری کا احساس رکھتے ہوں۔ جن سے لوگوں کی زندگیاں تشکیل پذیر ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پر کوکچیتاف علاقے میں کراستو آرمتیسر اجتماعی فارم کا دورہ کرنا مجھے بہت پسند تھا۔ نہ صرف اس لئے کہ اس کا انتظام بہت اچھا تھا بلکہ اس لئے بھی کہ وہ اتنی شاندار اور مزیدار روٹی پکاتے تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں نے اس سے بہتر روٹی کہیں اور کھائی ہے۔ وہ اتنی موٹی اور خوشبودار ہوتی تھی۔ پیوتر آیپوانو وچ نکولائیف کی ٹیم میں یہ خاص طور پر بہت اچھی ہوتی تھی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جب ہم روٹی پکا رہے ہوتے ہیں تو آپ اسے ایک میل سے سونگھ سکتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ اپنے الما آتا کے کامریڈوں کی دعوت کرنے اور شہر کے نانبائیوں کو یہ بتانے کے لئے کہ یہ کام کس طرح کرنا چاہیئے میں نے ایک بار کچھ روٹیوں کی فرمائش کی تھی۔

جب میں بستیوں کا دورہ کرتا تھا تو مناسب طریقے سے تیار کیا ہوا ہر گندال اور احتیاط سے اگایا ہوا ہر پودا دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ مجھے اپنے گھروں سے محبت

کرنے والے بعض لوگوں کی اس محنت کو دیکھ کر خوشی ہوتی تھی جو وہ پھول اور درخت اگانے میں صرف کرتے تھے اور بعض دوسرے لوگوں کی اس غفلت کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی جو وہ اپنے گھروں کی حالت - اپنے صحن اور ساری بستی کے متعلق روا رکھتے تھے ۔

میں نے ایک بار سابق گامکن ضلع پاولوڈار علاقے کے ایک گاؤں میں رات بسر کی (بدقسمتی سے مجھے اس گاؤں اور اجتماعی فارم کے چیرمین کا نام یاد نہیں رہا جس کے گھر میں ٹھہرا تھا) صبح کے وقت میں گاؤں کی سیر کے لیے باہر گیا اور یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا کہ اس کی صرف دو گلیاں تھیں - لیکن ایک میں تو بعض گھروں کے سامنے درخت تھے جب کہ دوسری گلی بالکل خالی تھی - ایسا کیوں تھا؟ وہاں کے چیرمین نے مجھے مندرجہ ذیل کہانی سنائی ۔

اومسک شہر میں رہنے والے ستیپی علاقے کے گورنر نے ایک بار اس گاؤں کا دورہ کیا تھا - آج کا تمام شمالی کزاخستان ستیپی انقلاب سے پہلے اس علاقے میں شامل تھا - اپنے دورے کے دوران گورنر نے ہر خاندان کو اپنے مکان کے سامنے اتنے ہی درخت لگانے کا حکم دیا جتنے کہ اس خاندان کے افراد تھے تین سال کے بعد یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے یا نہیں اس نے دوبارہ گاؤں کا دورہ کیا - معائنہ کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ کچھ مکانوں کے سامنے تو درخت تھے لیکن دوسرے مکان پہلے کی طرح درختوں کے بغیر گرد آلود حالت میں تھے - اس نے گاؤں کی اس ایک ہی گلی میں رہنے والے تمام لوگوں کو اپنے بیوی بچوں سمیت باہر آنے اور اپنے مکانوں کے دروازوں کے سامنے کھڑا ہونے کا دوبارہ حکم دیا - اس نے ایک سپاہی کو بھاری بکسوئے والی بیلٹ دی اور گلی میں چلنے لگا - جن مکینوں نے درخت لگائے تھے اس نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کو چاندی کا ایک ایک روبل دیا لیکن جنہوں نے اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی ان کو اس بیلٹ کے ساتھ فی ضرب فی درخت کے حساب سے پٹنے کا حکم دیا - جب سزا دی جا رہی تھی تو گورنر پکار پکار کر کہتا

بکسوا استعمال کرو۔ واسیلی بکسوا! اور یہ تھا وہ طریقہ جس سے گلیوں میں درخت نظر آنے لگے۔ چیئرمین نے اپنی بات ختم کی اور ہنسنے لگا۔

مذاق برطرف۔ ہمارے اپنے زمانے میں بھی نئے ریاستی فارموں پر درخت اگانے کی مہم کے لیے حقیقت میں سخت محنت سے کام لینا پڑتا تھا اور آج کل جب میں بستیوں پر آتا ہوں اور سبزے سے ڈھکی ہوئی بستیاں، لہلہاتے ہوئے ثمر دار باغ، پھولوں سے لدے ہوئے سیب اور چیری کے درخت، بکائن اور رنگ برنگ پھولوں کی جھاڑیاں، بے شمار جھیلوں اور تالابوں کی دلکش چمک اور ان کے دھوپ میں جھلسے ہوئے کناروں پر مچھلی کے ناگزیر شکاری دیکھتا ہوں تو ایک مسکراہٹ کے ساتھ اومسک کے گورنر کی کہانی یاد کرتا ہوں۔

★ ★ ★

بعض اوقات ریل گاڑی سے اور اکثر اوقات ہوائی جہاز سے مجھے بہت زیادہ سفر کرنا پڑتا تھا۔ اور بعض دفعہ ایک ہی سفر کے دوران میں یہ دونوں چیزیں استعمال کرنا تھا اس طرح میرا بہت سا وقت بچ جاتا تھا جو ہمیشہ بہت کم ہوا کرتا تھا۔ جنکشنوں یا علاقائی مرکزوں پر طویل وقفوں کے دوران گاڑی کا ڈبہ میرے لیے ہوٹل کا کام دیتا تھا۔ ایک ہوائی جہاز ہمیشہ میرا منتظر ہوتا تھا اور میں ایک ہی دن میں بہت سے علاقوں اور ریاستی فارموں کا جلد از جلد مختصر دورہ کر لیتا تھا۔

کیف میں میرے لیے ایک ا۔ این۔ ۲ ہوائی جہاز خاص طور سے تیار کیا گیا اس میں ایک طاقتور ریڈیو ٹرانسمٹر لگایا گیا تھا اور مسافروں کے کمپارٹمنٹ میں ۶ نشستیں تھیں۔ عملے کے پاس ایک فولڈنگ بستر بھی ہوتا تھا جو جہاز کے عقبی حصے میں رکھا رہتا تھا۔ دوسری تمام صورتوں میں یہ وہی قابل اعتماد ا۔ این۔ ۲ اسپ کار تھا جسے ہر کوئی اچھی طرح جانتا ہے۔ ہمارے دوروں کے لیے یہ ناگزیر تھا۔ ہوا باز جانتے تھے کہ فضا میں سے اترنے کی جگہ کس طرح منتخب کرنی ہے اور ستیپی میں تو وہ کسی ہل، ٹریکٹر یا فیلڈ کیمپ کے نزدیک کہیں بھی اتر سکتے تھے۔ یہ ہوائی ٹیکسی

آرام وہ تو ضرور تھی لیکن آدمی اس میں بہت جلد تھک جاتا تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح اس کا عادی ہو چکا تھا لیکن ایک دن ہمارے مشہور فلمی ستارے پیوبوف اور لووا، میریا لیڈ بینیا، اور نکولائی کرابوچکوف کو اس کا مزا چکھنا پڑا۔ وہ نئی زمین والوں کو محظوظ کرنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن حاضرین غائب تھے۔ ہر کوئی کہیں دور ستیپی میں تھا۔ انہوں نے مجھ سے شکایت کی۔ "ہم نے کتانائی میں اپنے فن کا ایک مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن ہم نئی زمینوں والوں کو بہ نفس نفیس دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں کوئی گاڑی نہیں دے سکتے؟"

"کیوں نہیں؟ میرا ہوائی جہاز حاضر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہوابازوں سے کہہ دیا "میں کل شہر میں مصروف ہوں گا اور تم ان کامریڈوں کو ورک ٹیموں کے پاس لے جانا۔ جہاں کہیں تم کو آدمی نظر آئیں۔ وہاں اتر جانا۔"

ہوابازوں نے سخت محنت سے کام کیا۔ ایک ہی دن میں انہوں نے دو یا شاید تین اضلاع تک پرواز کی۔ اس دن بہت تیز ہوا چل رہی تھی۔ ہوائی رخنے بہت سخت تھے۔ اور اداکار مردوں سے بدتر حالت میں قصبے میں واپس آئے۔ کرابوچکوف کیونکہ مضبوط کردار کا آدمی تھا اس لئے وہ ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا تھا لیکن عورتیں تھک کر چور ہو چکی تھیں۔ میں نے ان کی حالت دیکھی تو ہواباز کو ملامت کی:۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ضرورت سے زیادہ ہی کام کیا ہے نکولائی؟"

"لیکن وہ خود اصرار کرتے تھے۔ جب وہ ہوائی جہاز سے باہر آتے وہ اس کے پروں کے نیچے کچھ دیر لیٹ کر آرام کرتے پھر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے اور کہتے ہمیں کہیں اور لے چلو۔ بڑی بہادر عورتیں ہیں۔ . . . ."

میں نے اداکاروں کا شکریہ ادا کیا لیکن دیکھا کہ اب وہ میرے ہوائی جہاز کو صبح کی طرح رشک سے نہیں دیکھتے تھے۔ بعض دن ایسے بھی ہوتے تھے جب ہمیں گھنٹوں ستیپی پر چکر لگانے پڑتے تھے۔ ایک دن ہواباز نے مجھ سے کہا: "میرے خیال میں ہم آپ کو ہوابازوں کی فہرست میں شامل کر سکتے ہیں۔ آپ نے اب تک

...۱۰ گھنٹے کی پرواز کرلی ہے ۔"

"ہوابازوں کے لیے سال کی مقررہ حد کیا ہے ؟"

"ایک سو بیس گھنٹے ۔"

"پھر تو میرے ہواباز بننے میں ابھی بہت وقت ہے ۔"

"یہ حالات پر منحصر ہے۔ ہم عام اصولوں کے مطابق تو پروازیں نہیں کرتے ۔"

"کیا یہ پروازیں عام اصولوں کے مطابق نہیں ہیں ؟"

"ہماری مقررہ بلندی کتنی ہے ؟ ایک سو میٹر۔ اور پھر اترنے کی جگہ تلاش کرنے میں ہمیں کتنی رکاوٹوں کو پھلانگنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں تو ایک گھنٹہ دو گھنٹوں کے برابر ہو جاتا ہے ۔"

میں جہاز کے عملے ۔ کپتان نکولائی موائیف، نائب ہواباز موبین ابی سیف اور فلائٹ انجنیئر، الیگز انڈر کہ گلیکوف کو بہت پسند کرتا تھا۔ ان کا چھوٹا سا ہوائی جہاز جسے وہ مانکیٹو کے نام سے پکارتے تھے کئی مہموں میں حصہ لے چکا تھا۔ سٹیپوں میں جہاں سال بھر میں ۵۰ سے زیادہ دن آندھی کے بغیر نہیں ہوتے یہ چھوٹا سا ہوائی جہاز ہمیشہ ادھر ادھر سخت تھپیڑے کھاتا تھا اور زمین پر بھی اسے آرام نصیب نہیں ہوتا تھا بے شمار موقعوں پر جہاز کو باندھ رکھنے کے لیے کوڑے کے بھرے ہوئے ٹرک لانے پڑتے تھے تاکہ وہ الٹ نہ جائے اور ہوا سے پاش پاش نہ ہو جائے۔ موسم کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اور کبھی کبھی قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے سارا سال پرواز کرنی پڑتی تھی۔ ہم غروب آفتاب کے بعد اور یہاں تک کہ رات کو بھی زمین پر اتر آتے تھے جو کہ ۱۲ این۔ ۲ کے لیے سخت منع ہے۔ لیکن ہمارے معاملات قواعد سے ہم آہنگ نہیں تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے ہمیشہ کے ہمسفر ساتھی اپنے پیشے کے استاد تھے ۔

ان دنوں بہت سے ہواباز جٹ طیاروں کی تیز رفتار اور طویل فاصلے کی پروازوں کے خواب دیکھا کرتے تھے اور شاید میرے ہوابازوں کے خیالات بھی ایسے ہی تھے ۔ لیکن وہاں اس قسم کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ان کے ذمے اور فرائض تھے اور وہ انہیں

بڑے صبر و تحمل اور دیانتداری سے انجام دیتے تھے۔ میں نے صرف ایک بار ان کو حد سے زیادہ پریشان اور بڑی حد تک خوف زدہ دیکھا ہے۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو یہ واقع ناماں ڈویرینن ریاستی فارم پر پیش آیا تھا۔ ہم نے دور کھیتوں میں ایک ورک ٹیم تک پرواز کی۔ یہ مئی کا مہینہ تھا اور گھاس کا رنگ ابھی سے گہرا سبز تھا۔ مطلع صاف تھا اور ہمارے نیچے ستیپی ایک میٹھی روٹی کی طرح ہموار پڑا تھا۔ اترنے کی جگہ کا انتخاب کرنے میں کوئی مشکل درپیش نہیں تھی۔ جیسا کہ میں نے محسوس کیا ہم کسی تکلیف کے بغیر زمین پر اترے لیکن جیسے ہی انجن بند ہوا۔ اوّل ہوا باز جو عام طور سے میرے بعد طیارے سے اترتا تھا، حقیقی طور پر ایک برجستہ "معاف کیجئے" کے ساتھ دروازے کی طرف لپکا۔

میں اس کے پیچھے طیارے سے باہر آیا اور اسے اس راستے پر تیزی سے جاتے ہوئے دیکھا جو ہمارے طیارے کے پہیوں نے گھاس میں بنا دیا تھا۔ وہ کوئی چیز تلاش کر رہا تھا یکایک وہ ٹھہر گیا۔ اپنے بازو ہلائے اور ان ٹریکٹر ڈرائیوروں پر برسنا شروع کر دیا جو قریب ہی کام کر رہے تھے۔ لوگ جمع ہو گئے۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔

ہمارے بائیں پہیئے کے نبائے راستے سے آدھ میٹر دور گھاس میں ایک ہل پڑا تھا اس کے دو پھل آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ فضا میں سے یہ کسی کو بھی نظر نہ آیا ہوگا۔ اور ہوا سیف نے بھی اسے صرف اس وقت دیکھا تھا۔ جب ہوائی جہاز زمین کو چھونے لگا تھا۔ یہاں ایک بڑا افسوسناک حادثہ پیش آ سکتا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے ہوائی جہاز کے عملے کو روکا جو ٹیم کے سربراہ اور ٹریکٹر ڈرائیوروں سے مکہ بازی شروع کرنے ہی والے تھے۔ انہیں یقیناً کسی طرح بھی اس بات کا علم نہ ہوگا کہ بالکل ٹھیک اس کھیت میں ہوائی جہاز اترنے والا تھا لیکن اس ہل کو کسی اور چیز کی طرح استعمال کے بعد یقیناً محفوظ جگہ پر پہنچا دینا چاہیئے تھا اور اسے وہاں ہی نہیں چھوڑ دینا چاہیئے تھا۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو صاف ظاہر کرتا تھا کہ بدانتظامی اور غفلت ہمیشہ جرم کی سرحد پر کھڑی ہوتی ہے۔

جب میں کزاخستان سے رخصت ہو رہا تھا، اور ہم نے الوداع کہا تو ہوائی جہاز کے کپتان نے مجھے بتایا کہ دو برسوں کے دوران اس نے میرے ساتھ ستیپی کے مختلف

حصوں میں ۴۰۸ بار جہاز کو زمین پر اتارا تھا۔ اس نے یہ بات بڑے فخر کے ساتھ کہی اور میں اس کے جذبات کو ایک پیشہ ور کی حیثیت سے اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس شاندار ہواباز کی مہارت کو جانتے ہوئے جب میں بعد میں سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے سیکرٹری کی حیثیت سے نئی زمینوں پر واپس آیا تو میں صرف نکولائی گرگوریوچ مرلیئیف کے ساتھ ہی پرواز کرتا تھا۔ اس طرح ایک بار پھر ہمارا پراجیکٹ پورے زور شور سے جاری تھا۔ میں ہمیشہ سفر میں رہتا تھا۔ وقفوں کے ساتھ سوتا تھا اور جو ملتا تھا کھا لیتا تھا۔

اور ایک دن سیلنوگراڈ میں اچانک میری طبیعت خراب ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں سٹریچر پر پڑا تھا۔ اس سے پہلے بھی ایک بار دل کا دورہ پڑنے پر مجھے سیمی پلاٹنسک سے الما آتا لے جایا گیا تھا۔ اور جو ڈاکٹر مجھے ہسپتال میں داخل کرانا چاہتے تھے۔ ان کو ٹالتے ہوئے مجھے گھر پر آرام کرنا پڑا۔ میں اسے مذاق میں ٹال دیا کرتا تھا کہ اگر ایک بار آپ مجھے ہسپتال لے گئے تو پھر آپ ہمیشہ کے لیے مجھے وہاں رکھ لیں گے۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ میرے پاس بیمار ہونے کے لیے وقت نہیں تھا۔ نئی زمینیں مشکل بعض اوقات الجھے ہوئے اور ہمیشہ ضروری نئے پراجیکٹوں اور مسائل کے انبار لگا رہی تھیں۔

اناج کی جنگ اپنے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔

۱۱

ہیں نئی زمینوں کے متعلق اپنی زرعی ٹکنالوجی کی پالیسی کو مختصر طور پر بیان کروں گا۔ کیا ہمارا کام غلطیوں سے بالکل مبرا تھا؟ نہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کیا ہمیں اس بات کا علم تھا کہ ہم ایک خاص قسم کی خطرناک زراعتی مہم کا آغاز کر رہے تھے؟ ہاں ہم جانتے تھے اور ہم اس کے لیے تیار تھے۔ کیا ہم نے ماہرین کی ان فہمائشوں پر غور کیا تھا کہ مجموعی طور پر سارے سٹیپوں کو زیر کاشت لانے سے وہ ایک صحرا میں تبدیل ہو سکتے ہیں؟ ہم نے یقیناً ان پر غور کیا تھا اور ان کو پیش نظر رکھا تھا۔ مختصر الفاظ میں نئی زمینوں کے متعلق پارٹی کی زرعی ٹکنالوجی کی پالیسی یہ تھی کہ سٹیپی کی قدیم فطرت میں انسانی مداخلت کے منفی اثرات کو کم سے کم کر دیا جائے۔ کھیتوں میں زراعتی عمل کے بہترین طریقے دریافت کیے جائیں اور پھر فصلیں پیدا کرنے کا ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جو خشک سالی کے خطرے کے شکار علاقے سے اچھی طرح ہم آہنگ ہو لیکن ابتدا میں ہم یہ نہیں جانتے تھے اور نہ ہی جان سکتے تھے کہ یہ اپنے مخصوص حالات میں کس قسم کا ہوگا۔ ایک بڑی اچھی مشرقی کہاوت ہے کہ "جو چلتا رہتا ہے وہ منزل تک جا پہنچتا ہے۔"

انقلاب سے کچھ عرصہ پہلے لینن نے لکھا تھا:

"روسی مزدور اپنی آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اپنے انقلابی عمل سے ہر چند کہ وہ غلطیوں سے بھرا ہوگا یورپ کو حرکت کی قوت عطا کر دیں گے اور ناشائستہ لوگوں کو اپنی انقلابی بے عملی کی معصومیت پر فخر کرنے دو"

بے عملی کی معصومیت — ایک برجستہ جملہ! فطرت کے نعمت خانے کو ہاتھ نہ لگانا ہمارے لیے دنیا میں آسان ترین بات ہوتی، اس سے کسی قسم کی غلطی کا امکان باقی نہ رہتا۔ لیکن ہم ان قدیم سٹیپوں میں عقل انسانی کی طاقت میں گہرے یقین کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔ ہمیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ اس عظیم پراجیکٹ کے دوران جرقوم کے

لئے اس قدر اہمیت کا حامل تھا ہم زمین کی زرخیزی بحال رکھنے کا کوئی طریقہ دریافت کر لیں گے اور ہم نے یہ نیا طریقہ آغاز کار ہی میں دریافت کر لیا۔

ہم نے بہار میں بوائی سے پہلے ہل چلانا بہت جلد ترک کر دیا۔ ہمارے پاس زیادہ تر صرف مئی، جون اور خزاں میں ہل چلائی ہوئی غیر مزروعہ اراضی تھی۔ ہم نے ہوا سے کٹی ہوئی زمین کے شگافوں میں بوائی کرنے کا طریقہ رائج کیا۔ برف کو محفوظ رکھنے کا کام منظم کیا، ایک قابل اعتماد غیر مزروعہ اراضی کے رقبے کا حصول یقینی بنایا قصہ مختصر ہم نے خشک سالی کے شکار ستیپی علاقے میں کاشت کاری کے سب سے بڑے مسئلے کو حل کرنے یعنی مٹی میں نمی برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ہم نے بوائی کا شیڈول بھی تیار کیا ہر چند کہ یہ کسی طرح بھی آسان کام نہیں تھا۔ آج نئی زمینوں پر کوئی شخص بھی مئی کے دوسرے نصف سے پہلے بوائی نہیں کرتا۔ آج کل اسے معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ان دنوں ... "کیچڑ میں بوائی کرو اور نواب بن جاؤ!" پرانی کہاوت تھی جسے لوگ ہر جگہ دہراتے تھے اور بعض ماہرین بھی نئی زمینوں پر جلد بوائی کرنے پر اصرار کرتے تھے۔

لیکن اس سلسلے میں اور نقطہ ہائے نظر بھی تھے۔ اور پہلے سال کے تجربے ہی سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جن کھیتوں پر مٹی میں بوائی کی گئی تھی ان سے شاندار فصل حاصل ہوئی ہے۔ اس کا سبب کیا تھا ــــ زمین کی تازہ توانائی یا دیر سے بوائی؟ ۱۹۵۵ء میں کثرت کے ساتھ دیر سے بوائی کی گئی اور ظاہر ہے کہ اس طرح خشک سالی کا مقابلہ بہت بہتر طریقہ سے کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ معاملہ ختم ہو گیا ہے لیکن، بحث جاری رہی۔ پرانے لوگوں کو قائل کرنا خاص طور پر مشکل تھا۔ اسی کراسنو آرمیسکی اجتماعی فارم کے سربراہ نکولائیف نے جس نے مجھے اتنی مزیدار روٹی کھلائی تھی۔ اس معاملے میں ہماری بحث اس بات پر ختم کر دی:

"ہم یقیناً کوشش کریں گے لیکن یہ آپ یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہمارے لئے اپنے لوگوں کو روکنا کتنا مشکل ہوگا۔ جیسے ہی انہیں یہ پتہ چلتا ہے کہ کھیتوں میں سہاگہ

پھیرا جا سکتا ہے وہ دگنی رفتار سے بوائی شروع کر دیتے ہیں! وہ اس کے عادی ہو چکے ہیں۔"

اس کے باوجود ۱۹۵۶ء کے موسم بہار تک بہت سے نئے فارموں پر جلد بوائی کو بہت غیر معمولی چیز سمجھا جاتا تھا جیسا کہ پہلے دیر سے بوائی کو سمجھا جاتا تھا۔ لیکن پرانی عادتیں ابھی تک بہت زیادہ اثر انداز ہو رہی تھی۔ ایک شاندار منتظم بیسیل ضلع پارٹی کمیٹی کے اول سیکرٹری اناطولی روڈیونووچ نیکولین نے جو نئی زمینوں پر سوشلسٹ محنت کا ایک ہیرو بنا ماسکو میں ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ بایں ہمہ اس کے ضلع میں ڈائرکٹر نے کس طرح بوائی کا نیا ٹیڈول نظر انداز کر دیا۔

"اور آپ کے خیال میں وہ کون تھا جس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا؟" نیکولین نے ریاستی فارم کے ڈائرکٹر کا نام لیا۔ ہم نے ابھی یوم مئی بھی نہیں منایا تھا کہ دفعتاً یہ "چمپین" ادھمکا۔ کامریڈ سیکرٹری، فارم نے اپنا بوائی کا کام مکمل کر لیا ہے! اور اس نے اپنی ایڑیاں ملا کر سیلوٹ کیا۔ میں تقریباً اپنی کرسی پر سے اچھل پڑا۔ ارے احمق! تم نے جلد بازی سے کیوں کام لیا؟ کیونکہ میں اس ضلع میں یہ کام کرنے والا پہلا آدمی ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ لیکن اس بار تم اس وجہ سے کوئی اناج ظاہر نہیں کر سکو گے! میں نے اسے بتایا"

اور اس نے کوئی اناج ظاہر نہیں کیا۔ ضلع نے اوسطاً ۱۶ فی صد فی ہیکٹر اناج پیدا کیا جبکہ تیز رفتاری کا ریکارڈ قائم کرنے والا صرف ۲ فی صد اناج پیدا کر سکا یہ سب کچھ بہت عرصہ پہلے ہوا۔ اور اس واقعے کے بعد اس ڈائرکٹر کے کام کا ریکارڈ بہت، اچھا ہو گیا اسی لئے میں اس کا نام نہیں لے رہا ہوں۔ لیکن اپنا فرض ادا کر چکنے کے متعلق رپورٹ پیش کرنا اور یقیناً سب سے پہلے کام ختم کر دینے کی کوشش کرنا چاہیے بعد میں وہاں گھاس بھی پیدا نہ ہو کتنی ناقابل اعتبار عادت ہے اور بعض اوقات واقعی وہاں گھاس بھی نہیں اگتی۔

لیکن یہی ایک سب سے بڑا واقعہ نہیں ہے جو پیش آ سکتا ہے۔ بعض اوقات وہ

بڑی محنت سے ہل چلاتے ہیں اور شیڈول کے مطابق بوائی کرتے ہیں۔ لیکن بعد میں فصل کی کٹائی، نقل و حمل، ذخیرہ کرنے اور محفوظ رکھنے کے لیے ٹھیک کرنے کے دوران وہ تقریباً ایک تہائی پیداوار ضائع کر دیتے ہیں۔ اناج کے ضیاع کی بندش کو آج کل زراعت میں بہت بڑی قوت سمجھا جاتا ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ پیدا کرنے کے مقابلے میں، جو کچھ پیدا کیا جا چکا ہے اسے محفوظ کرنے کے لیے بہت کم توانائی اور رقموں کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے اس مقصد کے حصول کی کوشش کرنے میں بہت سے فائدے ہیں اور یہ بات صلاحیت میں اضافہ کرنے کی پارٹی کی پالیسی سے بھی مطابقت رکھتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ عوام کے مفادات کے لئے بھی کارآمد ہے۔

میں ان لوگوں کا خاص احترام کرتا ہوں جو بہت زیادہ ہنگامے اور شور و غل کے بغیر آخری مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے زراعت میں اپنے طریق کار پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ زراعت کے کچھ طریقے ایسے بھی تھے جن کے متعلق نئی زمینوں پر دوبارہ غور کرنا ضروری تھا۔ مثال کے طور پر ہمارے لئے یہ جاننا کہ بوائی کتنی گہرائی میں کرنی چاہیے، اتنا ہی ضروری تھا۔ جتنا کہ بوائی کب کرنی چاہیے۔ یہ محض اتفاق نہیں تھا جیسا کہ بعد میں ثابت ہوا کہ کوکچیتاف علاقے نے خشک سال کا مقابلہ دوسرے علاقوں سے بہتر طور پر کیا۔ زدانوف ریاستی فارم کے ایک دورے کے دوران بوائی کے وقت میں نے دیکھا کہ بیج غیر معمولی طور پر زیادہ گہرائی میں بوئے جا رہے تھے۔ علاقائی پارٹی سیکریٹری ایم۔ جی روخنٹس نے مجھے پھر "ایک چھوٹی سی چیز" سمجھائی:۔

"ہمارا ماہر زراعت وثوق کے ساتھ یہ بات کہتا ہے کہ نئی زمینوں کے نو اعار کے مطابق بیج ۳ یا ۴ سنٹی میٹر کی گہرائی میں نہیں بونا چاہیے بلکہ ۶ یا اس سے بھی زیادہ ۸ سنٹی میٹر کی گہرائی تک بونا چاہیے۔

"اتنی گہرائی میں تو صرف مکی بوئی جاتی ہے"

بدقسمتی سے مجھے اس ماہر زراعت کا نام یاد نہیں رہا۔ لیکن اس کی وضاحت مجھے یاد ہے۔

"بیوندا ایسے آپ جانتے ہی ہیں کہ پچھلے سال میرے پاس اس گہرائی میں اگے ہوئے پودوں کے تجرباتی پلاٹ تھے۔ مواز نے کی بات نہیں ہے یہ راز بالکل سادہ ہے۔ ان علاقوں میں زمین کی اوپر کی سطح بہت جلد خشک ہو جاتی ہے اور اس سے پہلے کہ پودا جڑیں پکڑے زمین پھٹ جاتی ہے اور ان جڑوں کو الگ الگ کر دیتی ہے۔ ہمارے طریق کار کے مطابق جڑوں کو مناسب طور پر نشو ونما پانے اور زیریں نمی حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے اور اس وقت تک ان کی مدد کرنے کے لئے بارشیں شروع ہو جاتی ہیں۔"

میں دو دن تک بوائی کے اس نئے طریق کار کا مطالعہ کرتا رہا۔ زدانوف فارم سے وہ ماہر زراعت اور میں ہوائی جہاز کے ذریعے چرنیگوف اور دوسرے ریاستی فارموں پر پہنچے۔ ہم نے تخم ریز مشینوں کو دوبارہ درست کیا اور یہ دیکھنے کے لیے کہ بیج کتنی گہرائی میں بوئے گئے تھے ہم زمین کو کریدتے ہوئے بامنوں کے ساتھ ساتھ رینگتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہمارے ناخنوں کے اردگرد کا گوشت پھٹ گیا۔ اور یہ ایک حقیقت تھی کہ جب خشک ہوا چلی تو ان فارموں پر پودے زیادہ سے زیادہ دیر تک ہرے بھرے رہے۔ دھوپ سے جھلسے ہوئے بھورے ستیپوں کے درمیان ہرے بھرے جزیرے۔ اس طرح یہ ایک کارآمد خیال تھا۔ اب دوسری جگہوں سے بالکل الگ نئی زمینوں پر ۸ سنٹی میٹر کی گہرائی میں بیج بوئے جاتے ہیں۔ یہ ایک منظور شدہ طریق کار بن گیا ہے۔

اس طرح ہم نے تخم بہ تخم تجربہ حاصل کیا۔ لیکن کامیابی کے بعد تازہ مصیبتیں گھات لگائے بیٹھی تھیں۔ ہوا کے کٹاؤ کے متعلق ماہرین کی پیش گوئیاں درست ثابت ہونے لگیں مجھے یاد ہے کہ پاولوڈار علاقے میں ضلع پارٹی سکریٹری وی۔ ڈی۔ اے اسانوف اور آئی الیف کابورنلیف کے ہمراہ میں نے کھیتوں پر سے گزرتے ہوئے ہوا کے پہلے سخت اور طوفان اور سمرٹ کوں پر ریت کے پشتے لگے ہوئے دیکھے۔ یہ ایک حقیقی "دریائے طوفان تھا" اور سانس لینا بھی سخت دشوار تھا اور اس کے فوراً بعد گھاس پھوس اُگنا

شروع ہو گیا۔

ان سب واقعات نے مجھے کرگان علاقے میں زاوتی لینیا اجتماعی فارم پر۔ ٹی۔ الیں۔ مالتیسف سے ملنے کے لیے جانے پر تیار کر دیا۔ ٹیرنٹی ممیونووچ نے مجھے گھاس پھوس کے بغیر گندم کے صاف ستھرے پودے دکھائے اور پھر اس نے اپنی صورت حال بیان کی یہ شخص اس یقین کا گہرا احساس رکھتا تھا جو کئی برسوں کے تجربے، عوامی دانش اور زمین کے ساتھ محبت کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس نے اختصار کے ساتھ مقولوں میں بات کی۔

مولڈ بورڈ ہل سیٹپی کی زمینوں پر زراعت کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ میرا طریق کار آپ کے علاقے میں ضرور آزمایا جانا چاہیے۔ لیکن شاید آپ کو کسی زیادہ بہتر اور زیادہ نئی چیز کا خیال آئے گا؟

"کاشت کاری کی مقدار کم سے کم کر دیں۔ نئی زمینوں کو بلیٹیں لیکن اس کے بعد جہاں تک ممکن ہو اسے بہت کم ہاتھ لگائیں۔"

"غیر مزروعہ اراضی ـــــ نئی زمینوں پر فصل پیدا کرنے کا یہ سب سے بڑا عنصر ہے۔ اگر آپ کی نئی زمینوں میں غیر مزروعہ اراضی شامل نہیں ہے تو آپ اناج حاصل نہیں کر سکیں گے۔

"گھاس پھوس پیدا ہو رہا ہے؟ اس کی امید کرنی چاہیے تھی۔ کئی جگہوں پر وہ ابھی سے ایسی گندم حاصل کر رہے ہیں۔ جس میں جنگلی جو ملے ہوئے ہیں۔ وہ ایسے جنگلی جو حاصل کرنا شروع کر دیں گے جن ، میں گندم کی تھوڑی سی مقدار ملی ہو گی۔ بعض لوگ سخت پریشان ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ جنگلی جو بہت سخت ہوتے ہیں۔ ہم ان کا کیا کر سکتے ہیں؟ لیکن گھاس پھوس آپ جانتے ہیں کہ بہت کمزور چیز ہوتی ہے۔ وہ صرف بڑے کسانوں کے لیے سخت ہوتی ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ آپ دیر سے بوائی کر رہے ہیں۔ آپ کو انتظار کرنا چاہیے اور جنگلی جو اگنے دیں اور پھر ان کو تلف کر دیں اس کے بعد آپ بوائی کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے مضبوط اعصاب کی ضرورت ہوتی ہے

فصلیں پیدا کرنا معمولی آدمیوں کا کام نہیں ہے"

مجھے بہت آگاہی حاصل ہوئی۔ لیکن قاری پوچھے گا کہ اس طرح یہ عملی استعداد نئی زمینوں پر تیزی کے ساتھ کیوں نہ پھیل گئی۔ میرا جواب یہ ہے کہ زمین کا ہل اور گھاس پھوس سے زیادہ بڑا ایک دشمن ہوتا ہے اور یہ دشمن ہر قسم کے عائد کیے ہوئے مشورے ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ رہی ہے۔ اور ملک کو ان کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ہے کیونکہ ہم اس بات کو نہیں سمجھ پائے کہ زراعت کے سلسلے میں اس کے خاص مزاج کی وجہ سے اوپر آنے والے احکام متضاد کیفیت کے حامل ہوتے ہیں اور مجھے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اگرچہ کبھی کبھی میں چیزوں کی رفتار تیز کرنے اور ان کو آگے بڑھانے کا بہت زیادہ خواہشمند ہوتا تھا پھر بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھتا تھا۔ لوگوں کو اس بات کا موقع دینا ضروری تھا کہ وہ معاملات کا خود تجزیہ کریں تاکہ عملی استعداد مؤثر طور پر ترقی کر سکے۔

قدرتی طور پر میں نے اخبار نویسوں کو بہترین ریاستی فارموں کے کارناموں کی نشر و اشاعت کے لیے کہا۔ میں نے مرکزی کمیٹی میں سیمیناروں کا بھی انتظام کیا اور کانفرنسیں بھی منعقد کیں۔ ہم نے سائنسی اداروں کا جال بچھانے کے کام کو بہت بڑی اولیت دی تاکہ وہ سوویت اور عالمی طریقوں کا مطالعہ کر سکیں اور سیم اور کھتور کا مقابلہ کرنے کے لیے قابل اعتماد طریقے تلاش کر سکیں۔ مجھے اس عظیم کام کا تذکرہ ضرور کرنا چاہیے جو سائنسدانوں کی ایک جماعت نے اے۔ آئی۔ بارائیف کی سربراہی میں انجام دیا جسے اب لینن انعام مل چکا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ کس طرح زمین کو غیر مزروعہ پڑا رہنے کے لیے چھوٹے پیمانے پر آبپاشی کی پرزور حمایت کرتا تھا۔ اور یہ محض اتفاق نہیں تھا کہ فصلیں اگانے کے لیے زمین کی حفاظت کا ایک نظام آخر کار ٹھیک کرا اختستان کی نئی زمینوں پر ارتقا پذیر ہوا۔

ہم نے غیر مزروعہ اراضی کا دفاع کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس سلسلے میں حوالے کے طور پر میرے پاس ایک دلچسپ دستاویز ہے۔ میرے دفتر میں ایک کانفرنس ہو رہی

تھی یہ ۹ر جون ۱۹۵۵ء کی بات ہے جب خشک سالی اپنی انتہا پر تھی۔ گرمی بہت سخت تھی۔ کھیت جل رہے تھے اور ہمارے لئے مستقبل یعنی پورے پانچ سال کی مدت پر پھیلے ہوئے کزاخستان کی زرعی ترقی کے منصوبے کے متعلق بات کرنا ضروری ہو گیا تھا اس اجلاس کی کارروائی کا ایک اقتباس درج ذیل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت اس سوال کو کس طرح پیش کیا گیا تھا۔

کامریڈ میلنک (جمہوریہ کا وزیر زراعت) : اب کچھ فصلوں کو بدل بدل کر کاشت کرنے کے متعلق۔ لاکھوں ہیکٹر نئی زمینیں پیدا ہونے کے پیش نظر ہم کو قابل کاشت زمین کی ایک بڑی مقدار غیر مزروعہ زمین کے لئے مختص کرنی پڑے گی۔ تین سال تک ہم مسلسل گندم بیجتے رہیں گے اور ہم یہ ضرور کریں گے لیکن چوتھے سال سے ہم اسے غیر مزروعہ رکھنا شروع کر دیں گے۔ اور اگر جیسا کہ تجویز کیا گیا ہے۔ ہم صرف ۱½ ملین ہیکٹر سالانہ غیر مزروعہ اراضی کے لئے مختص کرتے ہیں تو ۱۹۶۰ء تک ہم کل قابل کاشت زمین کے زیادہ سے زیادہ ½ رقبے کو غیر مزروعہ اراضی میں تبدیل کر چکے ہوں گے۔ زرعی ٹکنالوجی کے نقطہ نظر سے یہ بہت برا ہے۔ اگر ہم قابل کاشت زمین کے رقبے میں اضافہ کرنے کے لئے ۱۹۶۰ء تک مزید نقریباً ۲ ملین ہیکٹر نئی زمین تلاش کر بھی لیتے ہیں تو اپنے ۱۹۶۰ء کے رواں تخمینوں میں ہمیں پھر بھی قابل کاشت زمین کا وہ رقبہ کسی حد تک کم کرنا پڑے گا جو اناج کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ کاشت کاری کے مناسب طریقوں کو یقینی بنانے کا صرف یہی ایک ڈھنگ ہے۔ اور یہ ہر قیمت پر کیا جانا چاہیئے ورنہ ہم پہلے ہی دور میں زمین کو تباہ کر دیں گے۔

کامریڈ برژنیف —— کیا کسی نے اس سے اختلاف کیا ہے؟

کامریڈ میلنک —— کزاخستان کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی اور جمہوریہ کے وزیروں کی کونسل کے فیصلے میں اس سے اختلاف کیا گیا ہے۔ جو اناج کی بوائی کا مختلف تخمینہ لگاتی ہے۔ اصل بات اس گزشتہ فیصلے کو بدلنا ہے کیونکہ جب یہ تخمینہ لگایا گیا تھا تو بہت کچھ ایسا تھا جس کی اجازت

ہم اس وقت صحیح طور پر نہیں دے سکتے تھے۔

کامریڈ بریژنیف — غیر مزروعہ زمین کے موضوع پر ہر بات زیادہ واضح انداز میں ہونی چاہیے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں ایک قسم کے تعطل کا سامنا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ہمارے فیصلے سے ہے۔؟

کامریڈ مبلنک — ہاں ہم اس کے پابند ہیں۔

کامریڈ بریژنیف — ہمیں معاشی صلاحیت کی بنیاد پر کام کرنا چاہیئے۔ ہمیں ایک ایسے گھمبیر اور سنجیدہ تخمینے کی ضرورت ہے جو معاشی حالات کی پیداوار ہو۔ ابھی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمیں کم نمی اور ناقص معیار کی زمین کے علاقے میں داخل ہونا پڑے گا۔ میرے خیال میں اسے اس شرط پر منظور کر لینا چاہیئے کہ ہم مزید دو ملین ہیکٹر تلاش کریں گے لیکن مجموعی فصل کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا آپ بہت زیادہ زمین کو تو غیر مزروعہ نہیں بنا رہے ہے۔

کامریڈ مبلنک — نہیں ہم ایسا نہیں کر رہے۔ دوسرے علاقوں کے ساتھ مل کر ہر چیز پر غور کیا گیا ہے اور سب چیزوں پر اتفاق ہو چکا ہے۔

کامریڈ آرسیتن بیکوف — (جمہوریہ کے ریاستی فارموں کا نائب وزیر) ہمیں غیر مزروعہ اراضی کا رقبہ ۱۷ سے ۱۸ فی صد تک لانا پڑے گا۔ اس طرح ہم مقرر کردہ نشانوں تک پہنچنے کے قابل ہو سکیں گے۔

کامریڈ بریژنیف — پھر بھی اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ اگر ہم مثال کے طور پر اوسط کے حساب سے جمہوریہ کے لیے ۱۰ فی صد غیر مزروعہ رقبہ رکھتے ہیں تو کیا ہم ضروری مجموعی پیداوار کا تعلق ہے کہ قزاقستان کو ایک انتہائی مخصوص حیثیت حاصل ہے۔ پارٹی اور حکومت اس پر کڑی نظر رکھے گی۔ ہم کاٹ چھانٹ نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس غیر مزروعہ اراضی ہونی چاہیے۔ لیکن کتنی؟ جب ہم نے نئی زمینوں پر کام

شروع کیا تھا تو اس کا رقبہ کتنا تھا؟

کامریڈ انیڈریانووا — (جمہوریہ کی وزارت زراعت کے سائنسی بورڈ کی سربراہ) ۱۹۴۰ء میں یہ ۱۸ فی صد تھی۔ ہمارے علاقہ میں غیر مزروعہ اراضی فصلیں کاشت کرنے کی بنیاد ہے اس کے علاوہ میں دائمی گھاس کا ذکر کرنا چاہتی ہوں۔ میرے ذہن میں وہ علاقے ہیں جن کو ہوا کے کٹاؤ کا خطرہ لاحق ہے۔ ان علاقوں میں طویل مدت تک فصلیں بدلنے کا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا۔ اس میں گھاس کو زمین کے بدلنے بھارنے کے طور پر استعمال کرنا شامل ہے۔ تخمینوں میں اس عنصر کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ فصلوں کی تبدیلی کے مالتیف طریقہ کار کے علاوہ تبدیلی کا ایک ایسا طریق کار بھی ہونا چاہیئے جس میں دائمی گھاس کی مختلف قسمیں بھی شامل ہوں۔

کامریڈ برژنیف — یہ خیال تو بالکل ٹھیک ہے .... لیکن مثال کے طور پر اس سال پاؤلوڈار کے لوگ کس قسم کا چارہ حاصل کریں گے۔ ان کے پاس نہ تو گھاس ہوگی اور نہ ہی بھارا۔

کامریڈ اینڈریانوا — وہ گھاس کے متعلق وہاں کچھ نہیں کر رہے۔ لیکن ان کو کرنا پڑے گا۔ ورنہ وہاں کٹاؤ کسی اور جگہ اور کسی بھی وقت کے مقابلے میں انتہائی خراب ہوگا۔ اگر ہم اس کے خلاف ابھی سے حفاظتی تدابیر اختیار نہیں کرتے تو ہوا کا کٹاؤ ایک ہولناک عذاب کی صورت اختیار کر جائے گا۔ ان اقدامات کی جھلک ہمارے پنجسالہ منصوبوں اور تخمینوں میں ہونی چاہیئے۔

کامریڈ برژنیف — میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہمیں اپنی یادداشت میں سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی اور حکومت کو واضح طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ جمہوریہ میں اناج کی پیداوار ایک سطح پر پہنچ جائے گی اور وہاں رک جائے گی۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔ دو سال کے عرصے میں ہم ۱۸ ملین ہیکٹر زیر کاشت لائیں گے اور مسلسل تین سال تک گندم بوتے چلے جائیں گے۔ لیکن یہ سلسلہ اس طرح جاری نہیں رہ سکتا۔ وہ نشانہ جو ہم نے ابتداء میں آزمائشی طور پر قائم کیا تھا۔ وہ ایک

بے قاعدہ صورت تھی۔ یہ وہ چیز تھی جسے ہم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آخر کار نئی زمین کے بڑے بڑے رقبوں میں توسیع کرکے ہم نشانے تک پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے یہ کام زمین کے حریصانہ استعمال سے نہیں ہوگا۔

کامریڈ میلنک — یادداشت تیار کرنے کے لئے ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے صرف دو یا تین دن ہیں۔

کامریڈ بریژنیف — یہ کام مرکزی کمیٹی کے سکریٹری فاضل قربیجا نورتج کے سپرد کر دیا جائے۔ وہ آپ سب کو اپنے دفتر میں جمع کریں گے اور آپ اسے رات دن لگا کر صفحہ بہ صفحہ لکھ سکتے ہیں۔

کامریڈ میلنک — اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وزارت کا دفتر بند کر دیا جائے۔

کامریڈ بریژنیف — یہ کام کسی اور کام سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔ یادداشت مختصر اور دلچسپ ہونی چاہیئے۔ اس میں صرف اعداد و شمار اور نتائج ہی درج کئے جائیں اسے پیچیدہ نہ بنائیں ہر چیز واضح اور بالکل درست ہونی چاہیئے۔

یادداشت تیار ہوگئی اور اسے ماسکو ارسال کر دیا گیا۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے تخمینے درست تھے۔

فروری ۱۹۵۶ء میں سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی کی ۲۰ ویں کانگریس کے موقع پر میں پارٹی کے سامنے فخر کے ساتھ یہ رپورٹ پیش کرنے کے قابل ہوا کہ نئی زمینوں کا پراجیکٹ کامیابی سے ہمکنار ہو چکا تھا۔ دو برسوں کے دوران جمہوریہ کے بوائی کے رقبوں میں ۲۰ ملین ہیکٹر کی توسیع ہو چکی تھی۔ ۲۳ ملین پر اناج کاشت کیا جا رہا تھا اور ان میں سے ۱۸ ملین پر صرف گندم کاشت کی جا رہی تھی۔ یہ پراجیکٹ شروع کرنے سے پہلے کی مدت کے مقابلے میں ۴ گنا زیادہ تھا۔ نئی زمینوں والوں کی طرف سے میں نے کانگریس کو یقین دلایا کہ قزاخستان ایک بلین پوڈ یا زیادہ اناج سالانہ پیدا کر سکتا تھا۔

لیکن کیونکہ میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ ہر کام مکمل ہو چکا تھا اور ہماری تمام مشکلیں ختم ہو چکی تھیں اس لئے میں نے مزید کہا:

کزاخستان پارٹی تنظیم اس حقیقت کو پیش نظر رکھتی ہے کہ اب جب کہ جمہوریہ کے بوائی کے رقبوں میں ، ۲۰ ملین ہیکٹر تک توسیع کی جارہی ہے تو اناج کی پیداوار میں مزید اضافے کا ہمارا بڑا امکان فصلیں اٹھانے پر منحصر ہے ہمارے اس شعبے میں ابھی بہت سی خامیاں پائی جاتی رہیں. نئی زمینوں کو قابل کاشت بنانے کے سلسلے میں فارموں کے انتظام کا ایک نظام قائم کرنا انتہائی ضروری ہوگیا ہے۔ جس میں ہر اجتماعی یا ریاستی فارم کی مقامی خصوصیات کا خیال رکھا جائے تاکہ زمین کا بہترین استعمال یقینی ہو جائے اور زمین کی زرخیزی قائم رکھی جاسکے۔ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہم سوویت یونین کی سائنس کی اکادمی، لینن کل یونین زرعی سائنسوں کی اکادمی، وزارت زراعت اور سوویت یونین کی وزارت برائے ریاستی فارم سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری مدد کو آئیں تاکہ نئی زمینوں کی ترقی کا عظیم کام کامیابی سے اختتام پذیر ہوسکے۔

۱۹۵۶ء میں نئی زمینوں کے لیے وہ عظیم لمحہ آپہنچا۔ کزاخستان کے ستیپوں میں ایک بہت بڑی فصل کاشت کی گئی اور موعود ۶۰۰ ملین پوڈوں کی بجائے جمہوریہ نے ریاست کو ایک بلین پوڈ ارسال کیے۔ اور جب اس برس نئی زمینوں کے پہلے بلین پوڈ اناج کے لیے کزاخستان کو اس کا پہلا لینن انعام عطا کیا گیا تو مجھے حقیقی خوشی ہوئی۔ اس سے پہلے بلین کے لیے، جس نے نئی زمینوں کا وقار مستحکم کردیا۔ ایک ایسا وقار جو عناصر کی تباہ کاریوں یا ان من مانے فیصلوں سے کبھی متزلزل نہ ہوسکا جن کے اپنے اثرات میں شدت پیدا ہوچکی تھی۔

بدقسمتی سے میں اس عظیم فصل کو نہ دیکھ سکا جس پر اس قدر طاقت اور محنت صرف ہوئی تھی۔ ۲۰ویں کانگرس کے موقع پر مجھے سوویت یونین کمیونسٹ مرکزی کمیٹی کا دوبارہ سیکرٹری منتخب کرلیا گیا۔

اس شام کنایف، سپتائیف، ذورین، ماکارین اور دوسرے کزاخستانی کامریڈ ماسکوا ہوٹل میں جہاں میں اس وقت ٹھہرا ہوا تھا مجھے مبارکباد دینے کے لیے آئے۔ ہم عجلت میں، محبت سے لبریز اور کسی حد تک حسرت آمیز انداز سے جدا ہوئے۔ وہ گھر جانے کے

لئے بیتاب تھے اور میں اپنے نئے کام کے متعلق سوچ رہا تھا لیکن میں بہر طور کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے دوستوں کو، ستیپی کو جس سے مجھے محبت ہو گئی تھی اور لوگوں کو ان نئی زمینوں والوں کو جو مجھے اس قدر عزیز اور مجھ سے اتنے قریب تھے الوداع کہنا بڑی افسوسناک بات تھی۔

۱۲

خوش قسمتی سے یہ جدائی بہت زیادہ طویل ثابت نہ ہوئی۔ نئی زمینیں جو میری زندگی کا اتنا قیمتی اور اہم دور بن گئی تھیں مجھے مسلسل اکساتی رہیں اور اپنی طرف بلاتی رہیں اور کچھ عرصہ کسی اور کام میں مصروف رہنے کے بعد میں پھر نئی زمینوں کی طرف لوٹ گیا۔ سوویت یونین کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا جنرل سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے میرے بہت سے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ میں اسے۔ آئی باراییف کی سربراہی میں کام کرنے والے سوویت سائنسدانوں کے تیار کردہ فصلوں کی کاشت میں کام آنے والے زمین کے حفاظتی نظام کی تائید کروں۔ یہ نظام اب زیر عمل آ چکا ہے اور اس نے نئی زمینوں کو ہوا کے کٹاؤ سے محفوظ کر دیا ہے۔ ہم اسے کم سے کم مدت میں ملک کے دوسرے ستیپی علاقوں سمیت بہت بڑے رقبے پر استعمال کرنے کے قابل ہو گئے اور اس طرح ہم نے سائنس کی سفارشات کو ٹکنالوجی کی طاقت سے مضبوط بنا دیا۔

آج بھی نئی زمینوں سے میرا تعلق برابر قائم ہے۔ اور میں اکثر کزاخستان جاتا رہتا ہوں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے وہاں اپنے اور ہزاروں لاکھوں نئی زمینوں والوں کے خواب کی حقیقی تعبیر نظر آتی ہے۔

کنوارے ستیپوں میں یقیناً کسی طرح بھی ہر کام مکمل نہیں ہوا۔ وہاں ابھی تک بہت بڑا امکان موجود ہے۔ لیکن یہ ایک الگ موضوع ہے۔ جو کچھ اب تک حاصل ہو چکا ہے میں صرف اس کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ان چیزوں کی جو حوصلہ افزائی بھی رہیں اور

موثر بھی۔

کزاخستان میں نئی زمینوں کا پراجیکٹ نہ صرف بہت بڑا تھا بلکہ معاشی لحاظ سے بھی منافع بخش تھا۔ میں اس کے ثبوت میں اعداد و شمار پیش کروں گا گزشتہ چوبیس برسوں میں کزاخستان نے ریاست کو دو سو پچاس ملین ٹن سے زیادہ اناج فروخت کیا ہے۔ اسی عرصے میں ۱۹۵۴ء سے لیکر ۱۹۷۷ء تک جمہوریہ کی زراعت پر میں زور دے کر کہتا ہوں کہ صرف نئی زمینوں پر ہی نہیں بلکہ اس کی ساری زراعت پر کل خرچ اکیس، اعشاریہ ایک بلین روبل تھا اور ان برسوں میں اناج کی فروخت سے حاصل ہونے والا ٹیکس تنتالیس اعشاریہ دو روبل تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک نے چھ اعشاریہ ایک روبل کا واضح منافع حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی یاد رہے کہ آج کزاخستان کے اجتماعی اور ریاستی فارموں کا جامع اور رواں اثاثہ پندرہ بلین روبل ہے اس طرح تمام کام اور تمام اخراجات پورے کر لیے گئے ہیں اور کم سے کم وقت میں منافع بھی پیدا کیا ہے۔ یہ نوع انسانی کی تاریخ میں اناج کے لیئے انتہائی موثر جنگ کا شاندار نتیجہ ہے قدیم ستیپی طاقت کا ایک دیو ثابت ہوا۔ جب انسانی محنت نے اس کی کایا پلٹ دی تو اس نے ہماری ساری زراعت میں استحکام پیدا کر دیا ہے اور اناج کی مسلسل اور خاطر خواہ رسد کا ضامن بن گیا ہے۔ اور یہ زمین اب بھی اپنی طاقت میں اضافہ کر رہی ہے۔

آپ ستیپی کے وسیع میدانوں پر ہوائی جہاز میں پرواز کریں تو آپ کو نہ صرف اناج کے کھیت بلکہ پختہ سڑکوں کے سلسلے، بستیاں، ریلوے، پاور ٹرانسمشن لائینیں، اناج گھر، صنعتی ادارے، فیکٹریاں اور شہر نظر آئیں گے۔ یہ سابق پر درار گھاس والی زمینوں کا اناج ہی تھا جس نے یہ سب کچھ زندہ کر دیا ہے۔

مثال کے طور پر مجھے یاد ہے کہ جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تو اکمولنسک کیسا لگتا تھا، مٹی کی دیواروں والے نیچے گھر، تنگ کوچے، صرف اسی ہزار باشندے . . . . لیکن آج اس شہر کی آبادی جو اب تسیلینوگراڈ (نئی زمین کا شہر) کہلاتا ہے پہلے سے تین گنا زیادہ ہے وہ تقریباً تمام کا تمام دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا نقشہ بھی دوبارہ بنا

ہے۔ اس میں درجنوں صنعتی ادارے، اعلیٰ تعلیم کے چار انسٹیٹیوٹ اور پندرہ ٹکنیکل کالج ہیں جنہوں نے صرف گزشتہ تین برسوں میں بیس ہزار سے زیادہ ماہرین کو ٹریننگ دی ہے۔

نئی زمینوں نے کزاخستان کی پیداواری طاقتوں کی نشوونما، اس کی معیشت، سائنس اور کلچر میں ایک عظیم ولولہ پیدا کر دیا۔ بڑے بڑے صنعتی ادارے قائم ہو گئے ہیں نوتے نئے شہر آباد ہو گئے ہیں جن میں قومی سطح پر مشہور رڈنی، ایکی بستوز، ابریک، کینٹاؤ، آرکالیک اور شیوشینکو شامل ہیں۔ جمہوریہ کوئلہ اور تیل، لوہا اور فولاد، غیر آہنی دھاتیں، معدنی کھادیں، جدید مشینی آلات، مشینیں اور ٹریکٹر پیدا کرتا ہے۔ اور اس بات سے کسی کو حیرت نہیں ہوتی کہ گزشتہ زمانے کے غیر ترقی یافتہ کزاخستان میں ایک تیز نیوٹران ری ایکٹر نے کام شروع کر دیا ہے۔

برادر جمہوریوں کے جھرمٹ میں کزاخستان کا ستارہ اور بھی زیادہ روشنی کے ساتھ چمکتا ہے۔ آج اس کی ترقی کا اندازہ برسوں اور پنجسالہ منصوبوں کے مرحلوں سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس پر بہت عرصہ پہلے بحث کی گئی تھی۔ اسے سوچا گیا تھا اور قابل قبول بنایا گیا تھا۔ آج یہ زمین اپنے جس چہرے کو دنیا کے سامنے بے نقاب کرتی ہے اس کے بیشتر خدوخال ایک چوتھائی صدی پہلے نقش پذیر ہوئے تھے۔ جب اکثر و بیشتر میرا مرکزی کمیٹی کا دفتر سائنس دانوں، پلیننگ بینوں، منصوبہ بندی کے ماہروں اور نقشہ نویسوں کی باہمی ملاقاتوں کا مرکز بنا رہتا تھا۔

مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ سب کچھ دیکھ کر میں کتنا خوش ہوتا ہوں۔ اس علاقے میں ایک دیوہیکل زرعی اور صنعتی ادارہ تشکیل پذیر ہوا ہے اس نے سارے ملک کی معیشت نے طاقت کی ایک لہر دوڑا دی ہے۔ اور نئی زمینوں کے رزمیہ نے ایک بار پھر ساری دنیا کو سوویت عوام کی بہترین اخلاقی خوبیوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ سوشلسٹ دور کی یہ عظیم کامیابی مادرِ وطن کی بے لوث خدمت کی علامت بن گئی ہے۔

یہ کتاب علم و دانش کا ایک ایسا مرقع ہے جس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے

کہ حب الوطنی کی عظیم جنگ (۴۵-۱۹۴۱) سے

کئی عشرے بعد اب دورِ امن میں زندگی کس طرح بسر کی جائے اور کس

طرح کامیابیاں حاصل کی جائیں۔

مصنف کی ان یادداشتوں میں ملک کی اقتصادی ترقی کے لیے کمیونسٹ

پارٹی کے منصوبوں پر عملدرآمد کا تفصیلی بیان ہے۔ انہوں نے انتہائی فہم و ادراک

اور صدق دلی کے ساتھ سوویت یونین کے ایک عام فرد کے کردار کی

تصویر کشی کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی اور اس کی ذیلی تنظیموں

نے ان لوگوں کو منظم کرنے میں کیا کردار ادا کیا ہے،